إنَّ مِنَ البَيَانِ لَسِحرًا
طلباء، علماء، خطباء اور عامۃ الناس
کے لیے نادر تحفہ
3
خطباتِ عباسی
حنفی کتب خانہ محمد معاذ خان
مجموعۂ خطبات
استاذ العلماء شیخ الحدیث
حضرت مولانا نجم اللہ العباسی صاحب مدظلہ
امام وخطیب جامع مسجد النجم، استاذ الحدیث جامعہ امام ابوحنیفہ
ملنے کا پتہ
اسلامی کتب خانہ
علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

اِنَّ مِنَ الْبَیَانِ لَسِحْرًا

خطباتِ عباسی

جلد سوم

مجموعۂ خطبات

استاذ العلماء شیخ الحدیث حضرت مولانا

نجم اللہ عباسی صاحب مدظلہ

امام و خطیب جامع مسجد الحمراء

استاذ الحدیث جامعہ امام ابو حنیفہؒ

شیخ الحدیث جامعہ انوار العلوم

مرتب

محمد سجاد کاشمیری

تفصیلی فہرست

عرض مرتب

مادیت پرستی کے اس پُر آشوب دور میں اخلاق رذیلہ نے انسانوں کو بالکل اجاڑ کر رکھ دیا ہے، حب جاہ اور حب مال نے انسان کے اندر جھوٹ، لالچ، غیبت، دھوکہ دہی، بغض، خودغرضی اور مطلب پرستی جیسے زہریلے جراثیم پیدا کر دیئے ہیں، علاوہ ازیں خواہشات نفسانی کے گھوڑے اس قدر بے لگام ہو چکے ہیں کہ ان کی نگاہیں اطاعت ربانی اور اتباع رسول اللہ ﷺ کی طرف موڑنے کے لیے بہت زیادہ قوت ایمانی کی ضرورت ہے یہ قوت ایمانی حاصل کرنے کے لیے اہل اللہ واہل علم کا وجود بہت ضروری ہے۔

زیر نظر کتاب متبع سنت، ولی کامل، عالم باعمل، استاذ العلماء، محبوب العلماء والطلباء، شیخ الحدیث حضرت مولانا نجم اللہ العباسی حفظہ اللہ الباری کے بابرکات خطبات کے حسین مجموعے کی تیسری جلد ہے۔

حضرت استاذ محترم دامت برکاتہم اپنے جمعہ کے خطبات میں عمومی واجتماعی خرابیوں کی اصلاح کے ساتھ ساتھ انفرادی اور معاشرتی نقائص پر بھی ہمیشہ عوام الناس کو متوجہ کر کے ان خرابیوں کی اصلاح فرماتے آرہے ہیں نیز اعمال صالحہ کی ترغیب اور رجوع الی اللہ کی اہمیت آپ کے تمام مواعظ سے جھلکتی ہے، چنانچہ ان خطبات کے مطالعہ سے جہاں علماء، طلباء، خطباء، مبلغین، واعظین اور مقررین اپنی علمی پیاس بجھا سکتے ہیں وہیں عام قاری کے دل میں محبت الٰہی، اعمال صالحہ کی فکر اور دنیا کی رنگینیوں کی قدر و منزلت اور اس سے بے رغبتی بھی ان شاء اللہ دل میں پیدا ہوگی۔

بندہ نے حضرت استاذ محترم زید مجدہم کے ان خطبات کو درجنوں کیسٹوں

سے سن کر زیب قرطاس کرنے کی سعادت حاصل کی اور پھر مولانا عطاء اللہ صاحب زید مجدہٗ (استاذ جامعہ انوار العلوم) کو منتشر اوراق پر مشتمل تراشوں کو قابل استفادہ بنانے کیلئے اس کی ترتیب وتزئین کی ذمہ داری سونپی۔ تصحیح وترتیب کے بعد اندازہ ہوا کہ یہ مسودہ تو کئی جلدوں تک جا پہنچے گا، چنانچہ اس سلسلے کی تیسری کڑی آپ کے ہاتھ میں ہے۔

قارئین کی خدمت میں گذارش ہے کہ اس کتاب کی ترتیب میں اگر کہیں کمی بیشی محسوس کریں تو وہ اسے اس عاجز کی طرف ہی منسوب کریں اور اس کمی بیشی سے مطلع فرما کر عند اللہ ماجور ہوں، اس طرح آیندہ ایڈیشن میں غلطی درست کرنے میں آسانی رہیگی۔ نیز قارئین کرام سے جلد چہارم کیلئے بھی خصوصی دعاؤں کی درخواست ہے۔

ان خطبات کی تصحیح وترتیب میں مولانا عطاء اللہ صاحب اور مفتی اسعد الحسینی صاحب زید مجدہما نے خصوصی تعاون فرمایا، ان کے علاوہ اور بھی کئی دوست واحباب وقتاً فوقتاً اپنی آراء اور مشوروں سے تعاون فرماتے رہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ان تمام حضرات کو اجر عظیم عطا فرمائیں۔ آمین

اللہ رب العزت مجھے بھی حضرت استاذ محترم زید مجدہم کے زیر سایہ ''خطبات عباسی'' کی بقیہ جلدوں کی جمع وترتیب کو جلد از جلد بحسن وخوبی سرانجام دینے کی توفیق نصیب فرمائیں اور اسے استاذ جی اور ہم سب کے لیے ذخیرۂ آخرت بنائے۔ آمین

مولوی محمد سجاد کاشمیری
مدرس جامعہ انوار العلوم
مہران ٹاؤن کورنگی کراچی
0321-2977602

پیش لفظ

جس طرح ہر گھر میں ہر روز یہ سوال ہوتا ہے کہ آج کیا پکایا جائے؟ اسی طرح ہر خطیب کا ہر جمعہ کو اپنے دل سے سوال ہوتا ہے کہ آج کیا بیان کیا جائے؟ اسی سوال کے جواب کے لیے ایک محنتی اور باذوق خطیب جمعہ کے خطبہ کی تیاری کے لیے کئی کتب کی ورق گردانی کر کے کسی ایک عنوان کا انتخاب کرتا ہے اور اسی کے مطابق جمعہ کی تیاری کی جاتی ہے اور اگر مضمون مرتب اور مربوط ہو جائے تو لازماً دل میں یہ خواہش پیدا ہوتی ہے کہ یہ تقریر کسی طرح محفوظ ہو جائے۔

الحمد للہ! مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ سہولت اس طرح میسر آ گئی کہ میرے کچھ مخلص نمازی حضرات جمعہ کے بیانات کو کیسٹ میں ٹیپ ریکارڈر کے ذریعے محفوظ کرتے تھے۔

عزیزم مولانا محمد سجاد کاشمیری زید مجدہٗ کو جب محفوظ شدہ کیسٹوں کا پتہ چلا تو انہوں نے کیسٹوں کے مواد کو از خود کاغذ پر منتقل کر لیا اور پھر انہیں چھپوانے کا مشورہ دیا۔ بندہ نے مولانا موصوف کی محنت اور اخلاص کو دیکھتے ہوئے ابتداً تو حامی بھر لی لیکن دلی طور پر اطمینان اور تشفی نہ ہوئی، چنانچہ یہ خطبات کتابت ہو جانے کے بعد بھی تقریباً پانچ سال تک التواء میں پڑے رہے۔ اسی دوران حضرت مولانا عطاء اللہ صاحب زید مجدہ کی حوصلہ افزائی اور مولانا محمد سجاد صاحب کے ہمت دلانے پر بالآخر ''خطبات عباسی'' کو منظر عام پر لانے کا عزم کیا۔

بہر حال یہ حقیری کاوش خطباء، علماء، طلباء، مقررین، مبلغین اور واعظین کے لیے کی گئی ہے جو آپ کے ہاتھوں میں ہے، اس میں لغزشیں اور غلطیاں ہو سکتی ہیں، اس لیے جو غلطی اور لغزش دیکھیں، مطلع فرمائیں تا کہ آئندہ اس کی اصلاح کی جا سکے۔

میری اس کوشش میں اللہ کا خصوصی فضل وکرم، والدین اور اساتذۂ کرام کی دعائیں ہیں۔

اللہ تعالیٰ اس کتاب کو میرے لیے، میرے والدین واساتذہ کے لیے نجات کا ذریعہ بنائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم!

نجم اللہ العباسی
امام وخطیب جامع مسجد الحمراء
الحمراء سوسائٹی، ٹیپو سلطان روڈ کراچی

ضرورت مندوں کی ضرورت پوری کرنا

ضرورت مندوں کی ضرورت پوری کرنا

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایما مومن اطعم مومنا علی جوع اطعمہ اللہ یوم القیامۃ من ثمار الجنۃ وایما مومن سقی مومنا علی ظمأ سقاہ اللہ یوم القیامۃ من الرحیق المختوم وایما مومن کسا مومنا علی عری کساہ اللہ من خضر الجنۃ.

(ترمذی شریف جلد ۲ صفحہ ۱۷)

میرے محترم دوستو اور بزرگو!!

آج ایک بہت ہی اہم چیز کی طرف توجہ کرنا مقصود ہے وہ بات یہ ہے کہ آج کل مسلمانوں کے بعض علاقوں میں جو تکلیف اور پریشانیاں آئی ہوئی ہیں مثلاً جیسا کہ موجودہ وقت میں تھر کے علاقے میں جو مسائل آئے ہوئے ہیں ان کو جو کھانے

اور پینے کی تکلیف ہے اس حوالہ سے ہماری ذمہ داری اور اللہ تعالیٰ کا حکم ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات ہمیں کیا سبق دیتی ہیں آپ حضرات کے سامنے میں نے جو حدیث پڑھی ہے یہ ابوداؤداور جامع ترمذی کی روایت ہے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ اس کے راوی ہیں بہت ہی پیاری حدیث ہے نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے کسی مسلمان کو جو کسی ضرورت کے لئے کپڑوں کے لئے پریشان تھا اور اس نے اس کو کپڑا پہنایا اللہ تعالیٰ اس کو جنّت کا ریشمی لباس پہنائیں گے اور جس نے کسی مسلمان کو بھوک کے وقت میں کھانا کھلایا اللہ رب العزت اس کو جنّت کے پھل کھلائے گا اور جس نے کسی مسلمان کو پیاس کے وقت میں پانی پلایا اللہ رب العزت اس کو جنّت کی خالص شراب پلائیں گے۔

اسلام میں صلہ رحمی کی تعلیم:

اسلام نے عبادات عقائد اور معاملات کی درستگی کی جو تعلیمات دی ہیں اس کے ساتھ اسلام کی بنیادی تعلیمات کا ایک حصّہ حسن معاشرت بھی ہے، اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی تعلیم دی ہے خصوصا اس موقعہ پر جب انسان اس کا محتاج ہو آج پیٹ بھرے ہوئے مسلمانوں کو تو ہم کھانا کھلاتے ہیں لیکن جو کھانے کے اور لباس کے محتاج ہیں پانی کے ایک گھونٹ کے محتاج ہیں ان کو کوئی نہیں پوچھتا ہے ایک صحابی رسول نے فرمایا اے اللہ کے رسول میری والدہ کا انتقال ہو گیا ہے اس کے لیے کوئی ایصال ثواب کوئی صدقہ جاریہ ہو تو بتادیں جس سے ان کا اگلا سفر آسان ہو۔

نبی علیہ السلام نے فرمایا بہترین صدقہ جاریہ پانی ہے تو انسانیت کی خدمت کرنا انسانیت کے کام آنا یہ تو اوصاف نبوت میں سے ہے چنانچہ بخاری شریف کی مشہور حدیث ہے:

فقالت خديجة رضي الله عنها كلا والله مايخزيك الله ابدا

انك لتصل الرحم وتحمل الكل وتكسب المعدوم وتقرى الضيف وتعين على نوائب الحق. (بخاری باب کیف کان بدء الوحی ج۱ ص ۳)

جب رسول اللہ ﷺ پر پہلی وحی آئی تو آپ ﷺ گھبراہٹ کے عالم میں اپنے گھر تشریف لائے اماں خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپکو تسلی دی اور آپ کی تعریف کی تو اس میں کیا فرمایا وَاللہِ لا یُخزِیْكَ اللہُ اَبَدًا اللہ کی قسم آپ کبھی شرمندہ نہیں ہونگے۔ اِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحْمَ آپ تو صلح رحمی کرتے ہیں، آپ لوگوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں، اور کمزور لوگوں کو کما کر دیتے ہیں، مہمان نوازی کرتے ہیں، اور حق کے راستے میں لوگوں کی مدد کرتے ہیں یعنی یہ حسن سلوک کرنا نبوت کے اوصاف میں سے ہے۔

یہ اس عظیم انسان کی صفات ہیں، جو آگے چل کر نبی بنے گا اور جو نبی ﷺ کا کامل تابعدار ہوگا اس میں یہ اوصاف موجود ہونگے اور کمال کی بات یہ ہے کہ یہ اوصاف جو صحیح بخاری شریف میں نبی علیہ السلام کے ذکر کئے گئے ہیں یہی اوصاف صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بھی بخاری میں ہیں کہ جب ایک دفعہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو مکّہ والوں نے کافی پریشان کیا تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے سوچا کہ میں بھی چلا جاتا ہوں تو وہ مکّہ سے نکل کر جا رہے تھے تو ابن دغنہ ایک سردار تھا اس نے کہا ابو بکر کہاں جا رہے ہو تو جواب دیا کہ بس میں مکّہ سے جا رہا ہوں تو اس نے جواب دیا کہ آپ جیسے لوگوں کی اس معاشرے میں ضرورت ہے آپ جیسے لوگ اگر نکل گئے تو پھر پیچھے والوں کا کیا ہوگا تو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ لوگوں نے مجھے تنگ کیا ہے، بہت پریشان کیا ہے تو ابن دغنہ ابو بکر صدیق رضی اللہ کو لائے اور یہ اوصاف جو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے نبی ﷺ کے بتلائے کہ اے مکّہ والو! تم اس شخص کو تنگ کرتے ہو جو ہمارے معاشرے کے گرے ہوئے لوگوں کو اٹھاتا ہے، اور کمزوروں اور محتاجوں کو کما کر کے دیتا ہے، ایسے لوگ تو معاشرے کی بنیادیں ہیں، اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بھی وہی اوصاف

گنوائے۔ تو معلوم ہوا کہ جہاں اسلام ہمیں عبادات اور معاملات کی درستگی کی تعلیم دیتا ہے، تو وہاں اسلام کی تعلیم یہ بھی ہے کہ انسانیت پر ترس کھاؤ انسانیت کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو، اِرْحَمْ مَنْ فِی الْاَرْضِ یَرْحَمْکُمْ مَّنْ فِی السَّمَاءِ زمین والوں پر ترس کھاؤ تاکہ آسمان والا تم پہ ترس کھائے۔

بدکار عورت کا جانوروں کے ساتھ صلہ رحمی کا انعام:

عن ابی هریرة عن رسول الله ﷺ قال غفر لامرأة مومسة مرت بکلب علی راس رکی یلهث، قال: کاد یقتله العطش فنزعت خفها فاوثقته بخمارها فنزعت له من الماء فغفرلها بذلك .

(بخاری ج۱ ص ٤٦٧)

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی روایت ہے ایک گنہگار خاتون راستہ میں سے گزر رہی تھی اور اس نے دیکھا کہ کنوئیں کے کنارے ایک پیاسا کتا منہ مار رہا ہے اور زمین کو چاٹ رہا ہے اس عورت نے دیکھا کہ اس کتے کو پیاس لگی ہے تو اس نے اپنا موزہ اتارا اور اپنی اوڑھنی نکالی اور اس کے ساتھ موزہ باندھ کر کنوئیں سے نیچے کر کے پانی نکالا اور اس کتے کو پلایا اس کام کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس عورت کی بخشش فرمادی۔

صحابہ کرام نے فرمایا کہ کیا ان گھوڑوں اور گدھوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے سے ہمیں اجر ملتا ہے نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ ہر جانور کو کھلانے پہلانے سے اجر ملتا ہے اگر کتے کو پانی پلانے کی وجہ سے اس گنہگار عورت کی بخشش اللہ تعالیٰ کر دیتے ہیں آج دنیا میں اور ہمارے قریب تھر میں پانی کے گھونٹ گھونٹ کو ترسنے والے مسلمانوں کے لئے کنوئیں کھودے جائیں پانی کا بندوبست کیا جائے تو اس پر کتنا اجر ملے گا؟ یہ

ہماری اورآپ کی ذمہ داری ہے کہ ہم ان مجبوراور بے کس لوگوں کی مدد کریں جو ہماری توفیق ہو چنانچہ نبی علیہ السلام نے فرمایا ایک عورت نے گھر میں بلی کو قید کیا اور وہ بھوک سے مرگئی اللہ تعالیٰ نے اس عورت کواس بلی کی وجہ سے جہنم میں ڈال دیا۔ جانور تک کے ساتھ حسن سلوک کا حکم ہے اوراس پراجر ہے اوران کے ساتھ بدسلوکی اورزیادتی پر پکڑ ہے ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ کے رسول میں نے اپنے اونٹوں کے لیے پانی پینے کی جگہ بنائی ہے اس پراورلوگوں کے بھی اونٹ آجاتے ہیں کیا میں ان کو چھوڑ دیا کرو نبی علیہ السلام نے فرمایاہاں ان کو چھوڑ دیا کروں اس پر تمہیں اجر بھی ملے گا۔

کنواں کھودوانا بہترین صدقہ ہے:

عن عائشة رضی اللہ عنہا انها قالت يا رسول الله ماالشیء الذی لایحل منعه قال الماء والملح والنار.

(مشکوۃ ج۱ص ۱۶۰، باب احیاء الموات والشرب)

مشکوۃ شریف میں روایت ہے کہ صحابہ کرام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ وہ کیا چیز ہے جس کو ہم منع نہیں کرسکتے ہیں تو جواب میں نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ تم کسی مسلمان کو پانی سے منع نہیں کرسکتے ہو کسی مسلمان کو نمک سے منع نہیں کرسکتے ہو، تو میرے دوستو آج وہ بنیادی ضرورت پانی کی ہے وہ آج ہمارے مسلمان بھائیوں کو میسّر نہیں ہے مسلمان تو وہ ہے، جو کسی بھی مسلمان کو دیکھے تو اپنے دل میں اس تکلیف کو محسوس کرے اس کو غم اور فکر ہوجائے کہ میں اس کے لیے اس وقت کیا کرسکتا ہوں، کون لوگ ہیں جو یہ خدمت کررہے ہیں اور وہاں پہنچ رہے ہیں اور لوگوں کی خدمت میں مصروف ہیں۔

فکر انسانیت:

میرے دوستو یادرکھو! یہ ہمارے اوپر بہت بڑاامتحان ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَاَنۡفِقُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ وَلَا تُلۡقُوۡا بِاَیۡدِیۡکُمۡ اِلَی التَّہۡلُکَۃِ وَاَحۡسِنُوۡا

رب کی بندگی اور عقل کی بندگی کا تقابلی جائزہ:

حضرت ابراھیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی توحید کو بیان کرنا شروع کر دیا اور بتوں کی برائی بیان کرنا شروع کر دی، اب قوم ان کی مخالف ہوگئی یہ انسان کی فطرت ہے کہ جس چیز سے محبت ہو اس کی اگر کوئی برائی کرے تو اس کو غصہ آئے گا، اور وہ تو بتوں کو خدا مانتے تھے، آج اگر آپ کسی کی سائیکل کو کہیں کہ آپ کی سائیکل بڑی گندی ہے تو اسکو کتنا غصہ آئے گا، مگر چونکہ حضرت ابراھیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا حکم تھا وہ اس حکم کو بنیاد بنا کر چل رہے تھے وہ عقل سے نہیں سوچ رہے تھے ورنہ عقل تو کہتی تھی کہ بادشاہ مخالف، فوج مخالف، ساری قوم مخالف، آپ کے تو یہ ٹکڑے ٹکڑے کر دیں گے، اس لیے بہتری اور عزت اس میں ہے کہ آپ خاموش ہو جاؤ یہ فیصلہ عقل کا تھا مگر اللہ تعالیٰ کا حکم تھا کہ بولو اور بولنے میں عزت ہے حق کو بیان کرنے میں عزت ہے، اور یہاں تک کہ حضرت ابراھیم علیہ السلام نے صرف بولنے پر اتفاق نہیں کیا بلکہ ایک دن کلہاڑا اٹھا کر سارے بتوں کو توڑ دیا۔

کسی کی ناک کاٹی، کسی کا کان کاٹا، کسی کی گردن کاٹی، اور کلہاڑی بڑے بت کے گلے میں ڈال کر حضرت ابراھیم علیہ السلام واپس آگئے اس کا نتیجہ کیا نکلا کہ حضرت ابراھیم علیہ السلام کو آگ میں ڈال دیا اب عقل کہتی ہے کہ یہ آگ میں جل جائیں گے، انہوں نے کیوں قوم سے ٹکر لی ہے، مگر چونکہ حضرت ابراھیم علیہ السلام کی بنیاد اللہ تعالیٰ کے حکم سے تھی تو فرمایا: **قُلْنَا يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ** اللہ تعالیٰ نے آگ سے کہا خبردار یہ حکم کو بنیاد بنا کر چلنے والا ہے جلانے کا اثر ختم اب ان کے لئے گلزار بن جاؤ حضرت ابراھیم علیہ السلام فرماتے تھے کہ زندگی کے بہترین دن وہ ہیں جو آگ میں گزرے ہیں روزانہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات ہوتی تھی۔

حضرت ابراھیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے بڑھاپے میں بیٹا دیا جب خواب میں

دیکھتے ہیں یٰبُنَیَّ اِنِّیۡ اَرٰی فِی الۡمَنَامِ اَنِّیۡ اَذۡبَحُكَ اے بیٹے میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ کہ ذبح کر رہا ہوں بیٹے نے فرمایاقَالَ یٰاَبَتِ افۡعَلۡ مَا تُؤۡمَرُ سَتَجِدُنِیۡۤ اِنۡ شَآءَ اللّٰهُ صَابِرًا اے ابا جان اللہ تعالیٰ کے حکم کو پورا کریں چھری لے کر روانہ ہوتے ہیں اب عقل کہتی ہے کہ دنیا چیخ اٹھے گی کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔ چھری کا کام ہے کاٹنا اور عقل کہتی ہے کہ چھری مت چلاؤ۔ یہ تمہارا بیٹا ہے بڑھاپے میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو دیا ہے اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ خواب میں دکھا رہے ہیں کہ بیٹے کو ذبح کرو اور یاد رکھیں نبی کا خواب بھی وحی ہے اب حضرت نے بیٹے کو لٹایا واقعہ مشہور ہے کہ حضرت ابراهیم علیہ السلام کا امتحان تھا جس میں وہ کامیاب ہوئے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ کے ملک سارے جادوگر آ گئے اور سارے جادوگروں نے میدان کو جادو سے بھر دیا موسی علیہ السلام کے پاس صرف ایک لاٹھی ہے اب عقل کیا کہتی ہے کہ ہر طرف سانپ ہی سانپ ہیں آپ کے پاس ایک لاٹھی ہے، جس کا اژدھا بن کر سب کو نگلنا ماورائے عقل ہے۔

اللہ تعالیٰ کا حکم آتا ہے: وَاَوۡحَیۡنَاۤ اِلٰی مُوۡسٰۤی اَنۡ اَلۡقِ عَصَاكَ اے موسی اپنی لاٹھی کو ڈال دو، موسی علیہ السلام کے دل میں خیال آیا کہ ایک لاٹھی تھی وہ بھی میدان میں ڈال دو تو پھر میرا کیا ہوگا مگر حضرت موسی علیہ السلام نے بنیاد کس کو بنایا اللہ تعالیٰ کے حکم کو بنایا تو پھر اس برکت سے تمام جادوگر مسلمان ہو گئے اور پھر انہوں نے کہا اٰمَنَّا بِرَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ رَبِّ مُوۡسٰی وَهٰرُوۡنَ رب تو وہ ہے جس کی طرف موسی علیہ السلام دعوت دیتے ہیں فرعون کہاں سے رب آ گیا تو معلوم ہوا کہ دنیا میں انسان اگر عقل اور مشاہدے کی بنیاد پر چلے گا تو ناکام اور نامرات ہوگا اور آخرت میں ذلیل وخوار ہوگا فرعون اور نمرود ناکام اور ذلیل ہوئے اس کے باوجود یکہ ان کی پشت پر طاقت موجود تھی دولت موجود تھی مگر وہ کام نہ آسکی، حضرت موسی علیہ السلام اور حضرت

ابراھیم علیہ السلام کی پشت پر اللہ تعالٰی کا حکم تھا جس پر چل کر پھر وہ کامیاب ہوئے چنانچہ آج دنیا میں مختلف ذہن رکھنے والے انسان ہیں۔

ہر پریشانی کا حل توجہ الی اللہ ہے:

۱......ایک طبقہ ہے وہ اگر پریشان ہوتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ یہ پریشانی اس فلاں آدمی کی سازش ہے اور اس فلاں شخص سے یہ پریشانی ختم ہوگئی۔ کیا مطلب یعنی پریشانی لانے والے بھی مخلوق اور پھر اس پریشانی کو دور کرنے والے بھی مخلوق یہ طبقہ ناکام ہے اور اس کے مسائل کبھی بھی حل نہیں ہونگے۔

۲......دوسرا طبقہ یہ کہتا ہے کہ پریشانیاں تو اللہ تعالٰی کی طرف سے آئی ہے یہ امتحان ہے مگر اس کا حل اس فلاں کے پاس ہے فلاں آدمی کے پاس چلے جاؤ تمہارا مسئلہ حل ہوجائے گا یہ طبقہ بھی پریشان رہے گا۔

۳......تیسرا طبقہ وہ ہے جو کہتا ہے کہ پریشانیاں ہیں بھی اللہ کی طرف سے اور اس کا حل بھی اللہ تعالٰی کے پاس ہے یہ طبقہ کامیاب ہے، کیوں انبیاء کرام پر پریشانیاں اور مشکلات نہیں آئی ہیں؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر پریشانیاں نہیں آئی ہیں؟ جب صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین پر پریشانیاں آتی تھیں اور انبیاء علیہ السلام پر ناموافق حالات آتے تھے تو وہ کیا کرتے تھے؟ غزوہ بدر میں جب تین سو تیرہ صحابہ کرام تھے اور ان کے مقابلے میں ایک ہزار کا لشکر تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مصلٰی بچھا کر رونے لگے اور فرمانے لگے کہ اے اللہ یہ تین سو تیرا آج کٹنے کے لیے آئے ہیں مگر اے اللہ اگر یہ تین سو تیرا کٹ گئے تو زمین پر تیرا نام لینے والا کوئی نہیں رہے گا۔ نبی علیہ السلام کتنے پریشان ہیں مگر ان کو یہ بات معلوم تھی کہ اس کا حل اللہ تعالٰی کے پاس ہے اور پھر بدر کے میدان سے اللہ تعالٰی نے کفر کی طاقت کو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ہاتھوں سے پارہ پارہ کردیا اور وہ خود حیران تھے کہ یہ ہمارے ساتھ کیا ہوگیا۔ اس لیے اللہ تعالٰی لفظ رب کو بار بار

کہلواتے ہیں تا کہ اس لفظ کا یقین ہمارے دل میں اتر جائے اور جب اس کا یقین دل میں اترے گا تو جیسے بچے کو تکلیف پہنچتی ہے وہ اپنے ابا کو پکارتا ہے تو وہ ابا جب لفظ ابا سنتا ہے تو اس کے دل میں ایک جذبہ اٹھتا ہے ایک محبّت اٹھتی ہے جو اس کو اپنے بچہ کے ساتھ ہے۔ وہ جہاں بھی ہوتا ہے اس کے پاس فوراً مدد کیلئے پہنچتا ہے اور اس کی غم گساری کرتا ہے اسی طرح جب اس مسلمان کا یقین اپنے رب پر آئے گا تو جب یہ کہے گا یا ربا تو پھر اس کا مسئلہ غیب سے حل ہو جائے گا، پھر اس کے مسئلے ختم ہوتے جائیں گے زندگی کی گاڑی انتہائی محفوظ اور تیزی سے چل پڑے گی، لیکن شرط یہ ہے کہ اس کے دل میں یقین ہو اللہ پر اعتماد ہو اور یہ قرآن کہتا ہے حضرت آدم علیہ السلام نے جب دعا کی تو کیا کہا تھا: رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْلَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ٥ اے میرے رب غلطی ہوگئی ہے اگر آپ معاف نہیں کریں گے تو کوئی اور در نہیں ہے۔ جب آپ کہیں ربنا تو پھر دیکھیں اللہ تعالیٰ کی رحمت کیسے جوش میں آتی ہے، اس طرح نوح علیہ السلام نے بھی دعا کی تھی رَبِّ لَاتَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا ٥ اے میرے ربا ساڑے نوسو سال دعوت دی ہے، مگر یہ میری قوم حد سے گزرنے والی ہے ان کو زمین سے ختم فرما اللہ تعالیٰ نے تمام کو ختم فرما دیا، اس لیے کہ حضرت نوح علیہ السلام جان گئے تھے کہ اب ھدایت کی کوئی امید نہیں ہے۔

لفظ رب کی حقیقت:

حضرت ابراھیم علیہ السلام نے دعا کی رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا اے میرے رب اس شہر کو امن کا گھوارہ بنا پھر مکۃ المکرمۃ کو اللہ تعالیٰ نے کیسے امن والا بنایا، دنیا دیکھ رہی ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ ٥ وَيَسِّرْ لِيْٓ اَمْرِيْ ٥ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْ ٥ يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ ٥ وَاجْعَلْ لِّيْ وَزِيْرًا مِّنْ

اَهْلِيْ ٥ هٰرُوْنَ اَخِيْ ٥ اے میرے رب میرا سینا کھول دے، اور میرا کام آسان فرمادے، اور میری زبان کی گرہیں کھول دے اور مجھے فصیح اللّسان اور فصیح البیان بنادے تا کہ میری دعوت دل میں بیٹھ جائے، اور میرے بھائی ہارون کو میرا مددگار بنا کہتے ہیں دنیا میں حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسا بھائی کسی کو نہیں ملے گا کہ ان کی دعا کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے ان کے بھائی ہارون علیہ السلام کو نبوت عطا کی ہے، اتنا بڑا فائدہ کسی بھی بھائی نے کسی بھی بھائی کو نہیں دیا ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے دعا کی رَبِّ اغْفِرْلِيْ وَهَبْ لِيْ مُلْكًا لَّا يَنْبَغِيْ لِاَحَدٍ مِّنْ بَعْدِيْ، اے میرے رب مجھے بخش دے اور مجھے ایسی سلطنت عطا فرما کہ میرے بعد کسی کو نہ ملے اللہ تعالیٰ نے وہ دعا بھی قبول کرلی، اور ایسی سلطنت عطا کی جو رہتی دنیا تک کسی کو نصیب تک نہیں ہوسکتی۔

ایسی حکومت تھی کہ انکے بعد آج تک کسی کو بھی نہیں ملی ہے انسانوں پر جنات پر چرند پرند یہ تمام مخلوقات پر تھی یہاں تک کہ ہوا پر بھی تھی رب کی حقیقت کو اور رب کے معنیٰ کو وہ اپنے دل میں بٹھا چکے تھے۔ حضرت محمد ﷺ کی دعا رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ٥ اے ہمارے رب ہمیں دنیا میں بھی بھلائی دیں اور آخرت میں بھی بھلائی دیں، اللہ تعالیٰ نے اس امت کو دنیا میں خیر امت کہا اور آخرت میں فرمایا سب سے پہلے یہ امت جنّت میں جائے گی، لفظ رب کے ساتھ جب انسان دعا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے مانگتا ہے تو وہ دعا قبول ہوتی ہے، اس لیے میرے دوستو یہ رب کا لفظ ہم سے بار بار کہلوایا جارہا ہے تا کہ رب کا یقین تم اپنے دل میں بٹھالو ہم اسی رب کے محتاج ہیں عالم ارواح میں ہم اس رب کے محتاج تھے ماں کے پیٹ میں ہم اس رب کے محتاج تھے۔ دنیا میں بھی آکر ہم اسی رب کے محتاج ہیں کون چاہتا ہے کہ مجھے غم پہنچے، مگر کتنے انسان ہیں جن کو مختلف مواقع پر غم پہنچتے رہتے ہیں اسی طرح بہت ساروں کو خوشی ملتی ہے۔ اس دنیا میں خوشی اور غم دونوں اللہ

تعالیٰ کے قبضہ میں ہے، اس دنیا میں آ کر قبر میں اور پھر محشر کے میدان میں ہم اللہ تعالیٰ کے محتاج ہیں حتیٰ کہ جنّت میں جا کر بھی ہم اللہ تعالیٰ کے محتاج ہیں اور جہنّم میں جہنمی کہیں گے، رَبَّنَا اَخْرِجْنَا مِنْهَا فَاِنْ عُدْنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوْنَ ٥ اے رب ہمیں نکال دیں بس بے شک ہم ظالم ہیں وَسِيْقَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ اِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا ٥ جب رب ایمان والوں کو جنّت کی طرف لے جائے۔

میرے دوستو اور بزرگو!!

جب سارے کاموں میں ہم رب کے محتاج ہیں تو پھر کیوں نہ ہم اللہ تعالیٰ کے آگے جھک جائیں، اللہ تعالیٰ کے احکامات کے آگے جھک جائیں، اس جھکنے کا انجام کامیابی اور عزت ہے۔

اور اس حکم کو چھوڑ کر اپنے نفسوں پر چلنا اس کا نتیجہ ناکامی ہے ذلت ہے دنیا میں بہت ساری قوموں کے واقعات اللہ تعالیٰ نے بتائے ہیں، وہ اپنے نفسوں پر چلتے تھے اور ناکام ہوئے فرعون ناکام قارون نمرود ابوجہل سارے ناکام ہوئے اور آدم علیہ السلام سے لے کر جناب محمد رسول اللہ ﷺ تک تمام انبیاء کرام علیہم السلام اور ان کے پیروکار کامیاب ہوئے اس لیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کو بنیاد بنا کر چلتے تھے،

کسی نے کیا خوب کہا:

میری زندگی کا حاصل میری زیست کا سہارا
تیرے عاشقوں میں جینا تیرے عاشقوں میں مرنا
مجھے کیا خبر تھی تیرا در کیا ہے یا رب!
تیرے عاشقوں سے سیکھا تیرے سنگ در پہ مرنا

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے حکموں کو بنیاد بنا کر چلنے کی توفیق عطا فرمائیں (آمین)
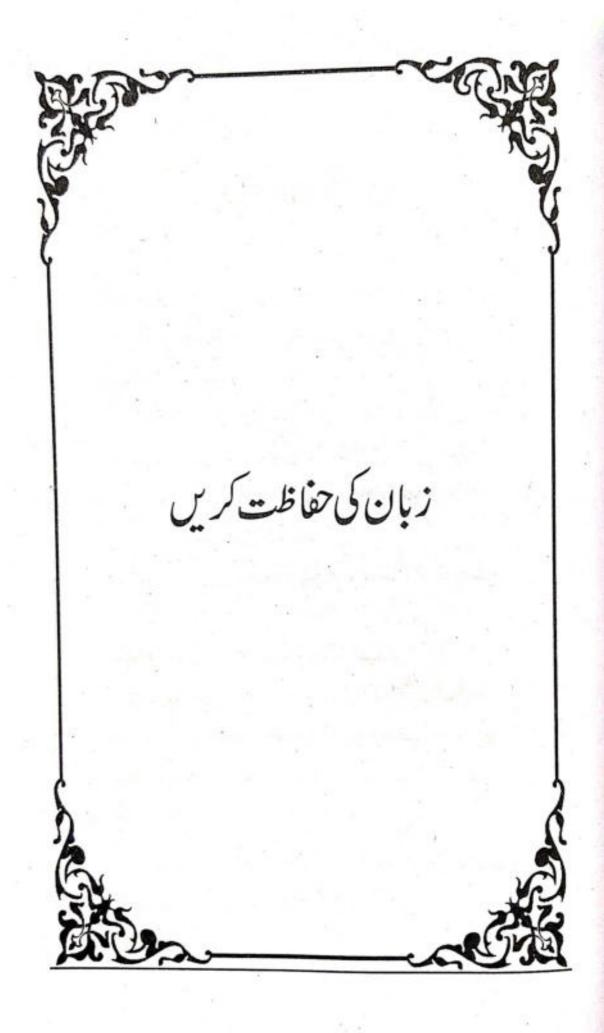
وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

زبان کی حفاظت کریں

زبان کی حفاظت کریں

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا اَمَّا بَعْدُ

فَأَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مَایَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَیْہِ رَقِیْبٌ عَتِیْدٌ ۝

عن سهل بن سعد عن رسول الله ﷺ قال من يضمن لي مابين لحييه وما بين رجليه اضمن له الجنة (بخاری :جدص ۹۵۹ .باب حفظ اللسان)

میرے محترم دوستو اور بزرگو!!

میں نے آپ حضرات کے سامنے ۲۶ پارسورۃ القاف کی ایک آیت تلاوت کی ہے اور صحیح بخاری شریف کی ایک حدیث مبارکہ تلاوت کی ہے:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے انسان جب بھی کوئی بات کرتا ہے تو وہاں ایک نگہبان

فرشتہ تیار موجود جو بات ہم کر رہے ہیں وہ نوٹ کیا جارہا ہے اور حضرت سہل ابن سعد رضی اللہ عنہ ایک صحابی رسول ہیں وہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے جو مجھے دونوں جبڑوں کے درمیان کی ضمانت دے یعنی زبان کی اور اپنی دونوں ٹانگوں کے درمیان یعنی شرمگاہ کی تو فرمایا اس کی جنّت کا میں ذمہ دار ہوں اس آیت مبارک اور اس حدیث شریف سے ہمیں یہ سبق اور درس ملتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ سے ہمیں یہ تعلیم ملتی ہے کہ اپنی زبان کو قابو میں رکھا کرو اللہ تعالیٰ نے انسانی بدن میں اس کے لیے مختلف نعمتیں پیدا کی ہیں یہ ہاتھ ان کی انگلیاں کتنی بڑی نعمت ہیں یہ آنکھیں کتنی بڑی نعمت ہیں ان سے ہم اللہ تعالیٰ کی تمام نعمتوں کو دیکھ رہے ہیں یہ کان یہ ناک اور زبان تمام کی تمام اللہ کی نعمتیں ہیں اب ان تمام نعمتوں میں پھر زبان جہاں ذائقہ چکھتی ہے وہاں یہ انسان کی ترجمان بھی ہے اس زبان کے ذریعے مافی الضمیر کو ظاہر کرتا ہے فرمایا اس زبان سے جو بھی بات اور جملہ نکلتا ہے آپ کے فرشتے تیار موجود ہوتے ہیں اور وہ انسان کے ان کلمات کو نوٹ کرتا رہتا ہے اِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيٰنِ عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيْدٌ ۝ فرمایا ایک دائیں طرف اور ایک بائیں طرف فرشتے بیٹھے ہوئے ہیں جب بھی انسان کوئی بات منہ سے نکالتا ہے تو وہ کلام کو نوٹ کر لیتے ہیں لہٰذا اس زبان سے شر کی باتیں برائی کی باتیں ناجائز باتیں نہیں کرنی چاہیے۔

اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن بہت سارے لوگ اس زبان کی وجہ سے جہنّم کا ایندھن بنیں گے، چنانچہ مشکوٰۃ شریف کی روایت ہے اذا اصبح ابن آدم جب ابن آدم صبح کرتا ہے تو تمام اعضاء بدن زبان کے سامنے درخواست کرتے ہیں، ان استقمت استقمنا وان وجعت وجعنا اگر تو سیدھی رہی تو ہم بھی سیدھے رہیں گے، اور اگر تو ٹیڑھی رہی تو ہم بھی ٹیڑھے رہیں گے۔

یعنی بدن کے تمام اعضاء کی یہ درخواست ہوتی ہے کہ ہمارے تمام معاملات تیرے اختیار میں ہیں اس لیے کہتے ہیں کہ وہ زخم جو تیر اور تلوار کے ہوتے ہیں وہ پر ہو جاتے ہیں اور جو زخم زبان لگاتی ہے وہ زندگی پر تازہ رہتا ہے اور حدیث میں ایک اور واقعہ آتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا کہ ایک خاتون ہے وہ بڑی نمازیں پڑھنے والی ہے بڑے روزے رکھنے والی ہے اور بہت صدقہ اور خیرات کرنے والی ہے مگر وہ اپنے پڑوسیوں کو بڑی تکلیف دینے والی ہے آپ ﷺ نے فرمایا یہ تو جہنمی خاتون ہے کہ جس سے اس کے پڑوسی تنگ ہیں دنیا کے سارے کام کرتی ہے. نماز روزے صدقات مگر زبان کی حفاظت نہیں ہے۔

اور فرمایا کہ اس کے مقابلے میں ایک اور خاتون ہے جو اتنی زیادہ نمازیں نہیں پڑھتی ہے بلکہ فرائض کو پورا ادا کرتی ہے اس طرح فرائض روزے رکھتی ہے نفلی نہیں رکھتی ہے نہ صدقہ خیرات کرتی ہے مگر وہ اپنے پڑوسیوں کو تنگ نہیں کرتی ہے آپ ﷺ نے فرمایا یہ جنتی عورت ہے اس لیے اللہ تعالیٰ کے نبی کریم ﷺ نے فرمایا مسلمان کس کو کہتے ہیں اور مسلمان کی تعریف کیا ہے۔قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِهٖ وَیَدِهٖ فرمایا مسلمان نام ہے اس کا جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرا مسلمان محفوظ رہے اس کو مسلمان کہتے ہیں یہاں پر بعض لوگ کہتے ہیں کہ جی زبان اور ہاتھ کا ذکر آ گیا ہے اس کا مطلب ہے ٹانگ مار سکتا ہے فرمایا زبان اور ہاتھ زیادہ استعمال ہوتے ہیں اس وجہ سے ان کا ذکر کیا ہے جب ان سے منع فرمادیا دوسرے اعضاء بدن جو کم استعمال ہوتے ہیں وہ تو خود بخود ختم ہو گئے۔یعنی بلا وجہ وہ کسی کو تکلیف نہیں دیتا ہے۔ یہ مسلمان اپنی باتیں اور کام اچھے کرتا ہے نہ اس کے اقوال سے کسی کو تکلیف ہوتی ہے اور نہ اس کے کام سے کسی کو تکلیف ہوتی ہے اس کے افعال اور اس کی گفتار دوسروں کو خوش کرنے والے ہو اور دوسروں کو امن ملنے والا ہو

فرمایا ہے مسلمان یہ نہ ہو کہ کہتا تو مسلمان ہے مگر زبان قینچی کی طرح چلانے والا ہو، آج ہماری زبانیں ایسے چلتی ہیں جیسے درزی کی قینچی چلتی ہے۔

کسی کو ذلیل کرنا دوسرے کو لوگوں کے سامنے بے عزت کرنا، ہتک عزت کرنا، باتیں سنانا اور خاص کر اگر دو چار آدمی ہوں تو ان کے سامنے سنانے سے ہمارا نفس ہمیں کہتا ہے کہ آج تو تو نے کمال کر دیا کہ دوسرے کو بولنے بھی نہیں دیا ہے۔

اور نفس اس کو ابھارتا ہے کہ آپ بڑے صاحب ہیں آپ سیٹھ صاحب ہیں آپ بات سنا سکتے ہیں یہ نفس اس کو اور تباہی کی طرف لے جاتا ہے فرمایا یہ مسلمان نہیں ہے، مسلمان وہ ہے جس کی زبان سے اگلا محفوظ رہے جس کے ہاتھ سے دوسرا محفوظ رہے امن میں رہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں یہ بات بتلا دی کہ اے بندے جب بھی تو کوئی جملہ بولتا ہے تو ہمارا فرشتہ اس کو لکھنے کیلئے تیار کھڑا رہتا ہے اس لیے فرمایا جب قیامت کے دن یہ آئے گا تو اس کا اعمال نامہ اسکے سامنے پیش ہوگا **واذا الصحف نشرت** جب اعمال نامے کھول دیئے جائیں گے جس طرح دنیا میں ہر آدمی کا ایک کھاتا ہے اسی طرح آخرت میں بھی ہر آدمی کا کھاتا ہوگا وہ کھلے گا تو پتہ چلے گا کہ کون صحیح ہے اور کون غلط ہے اور جب وہ کھلے گا تو وہ کہے گا **هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّا اَحْصٰهَا** یہ کیسی عجیب کتاب ہے اس نے تو نہ کوئی چھوٹی بات چھوڑی اور نہ بڑی بات چھوڑی مگر اس کتاب نے تو گن کر رکھ دیا اور جو کچھ انہوں نے کیا تھا وہ سامنے پالیں گے۔

زبان باطن کی صفائی کا آلہ ہے:

اس لیے میرے دوستو! یہ جو زبان اللہ تعالیٰ نے ہمیں عطا کی ہے اس لیے کہ اس سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے اس زبان سے اپنے باطن کو پاک کیا جائے اس زبان سے جتنا اللہ تعالیٰ کا ذکر کریں گے جتنا اللہ تعالیٰ کو یاد کریں گے اللہ تعالیٰ سے معافی اور

استغفار کریں گے اس زبان سے جتنا جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف بھیجیں گے اس کے ذریعہ جتنا قرآن پاک کی تلاوت کریں گے، اتنا ہمارا اندر کا باطن پاک ہوگا یہ اللہ تعالیٰ کا ذکر، یہ قرآن کی تلاوت یہ درود شریف جتنا ہماری زبان پر آئیں گے اتنا اس کے اثرات ہمارے اندر پڑیں گے، زبان کے ذریعہ یہ اندر منتقل ہونگے انسان جب ایک غلط بات کرتا ہے تو اس کے دل پر اثر ہوتا ہے۔ اگر باضمیر انسان ہوگا اس کا ضمیر زندہ ہوگا تو وہ ضمیر اس کو کہے گا کہ تو نے کتنی غلط بات کہی ہے وہ جھوٹ تو بول لیتا ہے مگر اندر سے ضمیر اسے بار بار ملامت کرتا ہے کہ تو نے غلط کام کیا۔

ایک نمازی آدمی اگر اس کی نماز نکل جائے تو اس کو ضمیر بار بار کوستا ہے کہ تو نے نماز نہیں پڑھی ہے یہ ہے اندر کا ایمان جو اس کو ملامت کرتا ہے اگر ہم نے اس زبان کے ذریعہ اپنے اندر کو پاک نہ کیا تو پھر ہمارا ضمیر جو اندر ہے وہ ختم ہوتا چلا جائے گا۔ پھر لوگ کہتے ہیں کوئی بات نہیں اللہ تعالیٰ بڑا غفور رحیم ہے بے شک اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے، مگر اللہ تعالیٰ کا ایک نظام ہے ایک ضابطہ ہے ایک طریقہ ہے اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کو نازل کیا اور پیغمبر علیہ السلام کو بھیجا اور سوا لاکھ انبیاء کرام علیہم السلام کا ایک سلسلہ چلایا اور فرمایا کہ دیکھو زندگی گزارنے کا ایک طریقہ ہے کچھ کام اللہ تعالیٰ نے کرنے کا کہا ہے اور کچھ سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے کہ یہ نہیں کرنے ہیں اب اگر یہ انسان ان برائیوں سے نہیں بچے گا تو یہ روحانی طور پر بیمار ہو جاتا ہے۔ اور آپ کو پتہ ہے کہ جب کوئی دنیا میں بیمار ہوتا ہے تو اس کو اسپتال لے کر جاتے ہیں اور سب سے پہلے ایمرجنسی وارڈ میں لے کر جاتے ہیں، اس طرح اسکے لیے ایمرجنسی وہ قبر ہے اصل فیصلہ بعد میں کرنا ہے کہ اس کو کہاں منتقل کرنا ہے جنّت میں یا جہنّم میں، مگر قبر اس کا ایمرجنسی وارڈ ہے۔

اب اگر ایمرجنسی وارڈ سے ٹھیک ہو گیا تو ٹھیک ہے ورنہ اس کے لئے مشکلات ہیں اس طرح فرشتے اس سے قبر میں حال احوال پوچھتے ہیں مــن دیـنـك مــن

ربك من نبيك اگراس سے جوابات بتادیئے تو ٹھیک ٹھیک تو وہ فرمائیں گے کہ بندہ ٹھیک ہے تو پھراس کو باہر نکال دیا جاتا ہے اس کو کوئی تکلیف نہیں دی جاتی ہے۔

زبان کو جھوٹ سے بچائیں:

میرے دوستو!!

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اپنی اس زبان پر کنٹرول رکھو اس زبان سے سچ باتیں کیا کرو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جب انسان جھوٹ بولتا ہے تو اس جھوٹ کی بدبو کی وجہ سے فرشتہ اس سے ایک میل دور بھاگ جاتا ہے۔ ظاہر میں تو آج ہم بڑے شیمپو وغیرہ لگاتے ہیں کپڑے بڑے استری کر کے پہنتے ہیں اور گاڑی میں بھی وہ پرفیوم رکھا ہوتا ہے تا کہ گاڑی سے بھی خوشبو آئے مگر سارے بدبو سے بھرے ہوئے ہیں، ہر منٹ کے بعد جھوٹ پر جھوٹ بول رہے ہیں تو وہ ظاہری شیمپو اور خوشبو وغیرہ کام نہیں آئے گی، اندر بھی خوشبو کو پیدا کرنا ضروری ہے وہ ایمان اور عمل صالحہ سے ہوگا اور اپنی زبان سے پیدا ہوگا اس زبان کو سچ کا عادی بناؤ اگر یہ زبان جھوٹ کی عادی بن گئی کہ کاروبار تو جھوٹ کے بغیر چل ہی نہیں سکتا ہے، اس کا مطلب ہے کہ جو بات اللہ تعالیٰ نے اور رسول اللہ ﷺ نے کہی تھی وہ (العیاذ باللہ) سچی نہیں تھی جس اللہ پر ہمارا ایمان ہے جس نبی پر ہمارا ایمان ہے جس قرآن اور حدیث پر ہمارا ایمان ہے وہ تو یہ حکم دیتا ہے کہ سچا تاجر انبیاء کرام شہداء صالحین صدیقین کے ساتھ ہوگا اس کا مطلب ہے کہ دنیا میں تجارت سچ کے ساتھ ہوسکتی ہے۔

اور آج کا تاجر یہ کہہ کر جھوٹ بولتا ہے کہ جھوٹ کے بغیر تو کاروبار ہو ہی نہیں سکتا یہ بات نہیں ہے بلکہ اصل بات یہ ہے کہ جھوٹ کے بغیر ہمیں مزا ہی نہیں آتا ہے، ہمارا مزاج بن گیا ہے کتنے سارے جھوٹ ہم زندگی میں بلاوجہ لاتے ہیں، اور اس سے تفریح حاصل کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے کیا فرمایا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ جھوٹوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔

ایمان اور جھوٹ کھلا تضاد ہے:

یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے مستحق نہیں ہیں نبی علیہ السلام سے پوچھا گیا کیا مومن بزدل ہوتا ہے فرمایا ہاں ہوسکتا ہے پھر پوچھا کہ کیا مومن بخیل ہوسکتا ہے فرمایا ہاں ہوسکتا ہے، پھر فرمایا کیا مومن جھوٹا ہوسکتا ہے فرمایا نہیں یہ کبھی نہیں ہوسکتا، فرمایا ایمان کے ساتھ بزدلی اور بخل جمع ہوسکتا ہے، مگر ایمان کے ساتھ جھوٹ کبھی بھی جمع نہیں ہوسکتا۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین تو ایسے تھے کہ ان کی موت اور زندگی کا مسئلہ ہوتا تھا تب بھی وہ جھوٹ نہیں بولتے تھے حالانکہ شریعت نے اجازت بھی دی ہے۔

حضرت عبداللہ ابن حذیفہ صحابی ہیں جب روم گئے تو وہاں روم والوں نے ان کو قید کرلیا روم کے بادشاہ نے ان کو کہا کہ آپ کلمہ کفر پڑھ لو عیسائی بن جاؤ، اپنی بیٹی تمہارے نکاح میں دے دونگا اور آدھی بادشاہت دے دونگا وہاں ان کو شریعت نے اجازت دی تھی اِلَّا مَنۡ اُکۡرِہَ وَقَلۡبُهٗ مُطۡمَئِنٌّۢ بِالۡاِیۡمَانِ اگر حالت اضطراری ہے دل مطمئن ہے تو زبان سے کلمہ کفر پڑھ سکتا ہے، مگر حضرت عبداللہ سہمی رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں اس بات کو سننا گوارہ نہیں کرتا اور ایک لمحہ کے لیے عیسائیت کو قبول کرنے کو تیار نہیں ہوں، روم کے بادشاہ نے کہا کہ ابھی پتہ چلے گا ایک بڑا کڑاھا منگوایا اور گرم ابلتے ہوئے تیل میں ایک ایک صحابی کو ڈالتے گئے جب ڈالتے تو یک دم ان کی ہڈی نظر آنے لگتی تھی حضرت عبداللہؓ کی باری آئی تو وہ رو پڑے تو وہ کہنے لگا کیا تم ڈر گئے ہو فرمایا کہ میں اس لیے نہیں رو رہا ہوں کہ میں ڈر گیا ہوں، بلکہ میں اس وجہ سے رو رہا ہوں کہ میری ایک جان ہے کاش کہ میری اتنی جانیں ہوتیں جتنے میرے بدن کے بال ہیں ایک ایک کر کے سب کو ڈالا جاتا تب خدا کی نعمتوں کا مزا آتا مگر ایک جان سے کیا مزا آئے گا صحابہ کرام نے اس میدان میں بھی سچ بولا ہے کہ ہم اس زبان سے سچ کے علاوہ کوئی بات نہیں کہیں گے پیغمبر کے ساتھ عہد کرلیا ہے اب سچ ہی بولیں گے، جان جاتی

ہے تو بھی جائے کوئی بات نہیں۔ ہم ان صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو ماننے والے ہیں۔

آپ کی زبان آپ کے خلاف قیامت والے دن گواہی دے گی:

وہ ہمارے راہنما تھے وہ ہمارے بزرگ تھے آج ہم دوٹکوں دو آنوں کے لیے جھوٹ بولتے ہیں۔ آج ہمارا ایمان اتنا کمزور ہے اس لیے فرمایا: جب بھی بات کرو تو سوچ سمجھ کر بولو ایسا نہ ہو کہ ایک کلمہ تمہاری تباہی کا ذریعہ بن جائے۔ کل یہ زبان آپ کے خلاف گواہی دے گی قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا یَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ وَاَلْسِنَتُهُمْ وَاَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○ یاد رکھنا یہ زبان تمہارے خلاف گواہی دے گی کل قیامت کے دن اور یہ ہاتھ اور یہ پاؤں سب بولیں گے۔

چھوٹا سا ٹکڑا اور بڑا جرم:

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے خطبات میں لکھا ہے جِرمہ صغیر وجُرمہ کبیر کہ زبان تو فی نفسہ چھوٹی سی چیز ہے ایک ٹکڑا ہے گوشت کا مگر اس زبان سے جو جرائم ہوتے ہیں وہ بہت بڑے ہوتے ہیں۔ اس لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہو تو وہ اچھی بات کیا کریں یا وہ خاموش رہا کریں چنانچہ مسلم شریف کی روایت ہے مَنْ صَمَتَ نَجَا جو خاموش رہا اس نے نجات پائی۔ اس لیے فرماتے ہیں کہ اس زبان کو اللہ تعالیٰ نے بتیس دانتوں کی قید میں رکھا ہے اور پھر اس کے اوپر دو ہونٹوں کا تالا لگایا گیا ہے، کہ بولا کرو تو تھوڑا، کم بولا کرو اور جب بھی بولو اچھی باتیں بولا کرو۔

حضرت مولانا تقی عثمانی صاحب فرماتے ہیں کہ ہمارے والد صاحب حضرت مولانا شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ایک تعلق والے تھے وہ کبھی کبھار آیا کرتے تھے تو وہ باتیں بہت کرتے تھے ایک قصّہ سنایا دوسرا سنایا بس ان کے قصّے ختم ہوئے ہی نہیں تھے

اب یہ بڑے حضرات کام کرتے ہیں اور یہ مصروف ہوتے ہیں تو ایک دفعہ وہ والد صاحب سے کہنے لگے کہ حضرت مجھے کوئی وظیفہ بتادو تو والد صاحب نے فرمایا کہ تمہارے لئے سب سے بڑا وظیفہ یہ ہے کہ اپنی زبان کو تالہ لگالو اور کم بولا کرو چنانچہ قرآن کریم میں بھی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اس زبان سے بھلی باتیں بولا کرو۔ وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلاً مِّمَّنْ دَعَا اِلَی اللّٰہِ اس سے اچھی بات کس کی ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف بلائے، اب اللہ تعالیٰ کی طرف بلانا اور دعوت دینا اسی زبان کے ذریعہ ہوتا ہے کہ اس زبان سے اللہ تعالیٰ کی عظمت اور بڑائی بیان کرو۔

ذکرِ خدا سے زبان تر رکھیں:

چنانچہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ جو شخص ایک دفعہ سبحان اللہ بولے گا اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں ایک درخت لگادیتے ہیں، اب یہ کس کا کام ہے آپ نے اس زبان کو اللہ تعالیٰ کے ذکر میں لگادیا جو بولتی ہے سبحان اللہ الحمدللہ اللہ اکبر اب کتنا فائدہ ہے آپ کی زبان برائی سے محفوظ بھی ہے اور اللہ تعالیٰ کا ذکر بھی کر رہی ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے: یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْکُرُوا اللّٰہَ ذِکْرًا کَثِیْرًا ۝ اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو اور خوب زیادہ ذکر کرو قرآن کریم میں اگر ہم دیکھیں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ نماز پڑھو لیکن یہ کہیں نہیں ہے کہ زیادہ نمازیں پڑھو بہت ساری خیر کی چیزیں اللہ تعالیٰ نے ہمیں بتائی ہیں مگر جب ذکر آیا اللہ تعالیٰ کا کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو تو اس کے ساتھ فرمایا کہ ذکرا کثیرا بہت زیادہ ذکر کرو اس وجہ سے فرمایا کہ اس بندے نے زبان کو چلانا ہی ہے تو بجائے مخالف سمت کے میرے ذکر ہی میں اس کو لگادو ہر بات میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرو کوئی بھی نعمت ملے تو فوراً الحمدللہ کہو کوئی تعجب والی چیز نظر آئے تو فوراً سبحان اللہ کوئی کام کرنا ہو تو

فوراً کہوان شاء اللہ، وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَیْءٍ اِنِّیْ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا ۝ اِلَّا اَنْ یَّشَاءَ اللّٰهُ جب آپ کہو کہ یہ کام ہم کل کریں گے تو فرمایا کروان شاء اللہ کہہ دو۔

بہر حال جب بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو تو اس میں کثرت اختیار کرو اس زبان کو اللہ تعالیٰ کے ذکر کا عادی بنا دو ورنہ اگر تم نے اس کو عادی نہ بنایا تو اس زبان سے بہت بڑے بڑے جرائم ہوتے ہیں یہ تمہاری زبانیں جھوٹ بولتی ہیں، اسی زبان سے پھر انسان جھوٹی قسم تک کھالیتا ہے انسان کی فطرت میں ہے کہ وہ ترقی کرتا ہے بچہ پہلی کلاس میں ہو، تو آئندہ سال دوسری کلاس میں ہوگا آج چھوٹی دوکان ہے کل اس سے بڑی لگالیں گے یہ انسان کی فطرت ہے آج نماز کا پابند ہے کل نوافل کا پابند ہوگا کل تہجد کا پابند ہوگا اس طرح یہ جس روخ میں رکھتا ہے اس کا مزاج ہے کہ میں اس میں آگے بڑھوں اسی طرح یہ جب برائی میں آتا ہے تو یہ اس میں بھی آگے بڑھتا ہے جھوٹ بولتا ہے پھر یہ اس میں بھی آگے بڑھتا ہے۔ اس نے اپنی زبان کو اللہ تعالیٰ کے ذکر کا عادی نہیں بنایا ہے۔ اب یہ زبان آزاد ہوتی ہے اب یہ بندہ ترقی کرتا ہے جھوٹ فراڈ گالیاں جھوٹی قسمیں سارے برے کام کرتا ہے اور اس میں وہ آگے بڑھتا جاتا ہے جھوٹی گواہی دیتا ہے اور جھوٹی گواہی کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں شرک کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

زبان کا استعمال سوچ سمجھ کر کریں:

آج ہماری عدالتوں کے باہر کتنے لوگ موجود ہیں وہ نہ آپ کو جانتے ہیں نہ آپ کے مسئلہ کو جانتے ہیں بس صرف ان کی فیس ہے اس کو بھر دو آپ کو ہر طرح کی گواہی مل جائے گی۔ اور اسی زبان سے لوگوں پر بہتان لگاتے ہین اسی زبان سے لوگوں کی غیبت کرتے ہین اسی زبان سے لوگوں کا مزاح اڑایا جاتا ہے۔ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ آدمی اسی زبان سے ایک کلمہ ادا کرتا ہے اور وہ کلمہ اللہ تعالیٰ کا ھوتا

ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کلمہ کے ذریعہ اس کے درجات بلند کردیتا ہے۔ اور فرمایا کبھی اس زبان سے ایک کلمہ ادا کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا کلمہ ہوتا ہے اور اس کے ذریعہ سے وہ جہنّم کے نیچے چلا جاتا ہے اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ ایک کلمہ کی وجہ سے انسان اتنا دور ہوجاتا ہے اپنی جگہ سے جتنا فاصلہ مشرق سے مغرب کا ہے اور قرآن کریم میں آتا ہے فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِیْ قُلُوْبِهِمْ اِلٰی یَوْمِ یَلْقَوْنَهٗ بِمَا اَخْلَفُوا اللّٰهَ مَا وَعَدُوْهُ وَبِمَا كَانُوْا یَكْذِبُوْنَ ۝ ہم نے ان کے پیچھے منافقت کو لگادیا ان کے دلوں میں قیامت کے دن تک کیا وجہ کہ انہوں نے جو وعدہ کیا تھا اس کی مخالفت کی ہے۔ صرف اس وجہ سے کہ یہ جھوٹ بولا کرتے تھے ان کو کبھی بھی ایمان کی دولت نہیں مل سکتی، انہوں نے وعدہ کیا تھا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے حکموں کو مانیں گے ان پر عمل کریں گے مگر انہوں نے جو کہا اس پر عمل نہیں کیا ہے یہ زبان اللہ تعالیٰ کی طرف سے امانت ہے کل اس کے بارے میں سوال ہوگا ہم اس میں خودمختار اور آزاد نہیں ہیں۔

لَا خَیْرَ فِیْ كَثِیْرٍ مِّنْ نَّجْوٰىهُمْ اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍ بَیْنَ النَّاسِ یہ جو تم سرگوشیاں کرتے ہو اس میں کوئی خیر نہیں ہے مگر یہ کہ تم کسی سے کہو صدقہ کا یا نیکی کی کوئی بات کہہ دی یا لوگوں کے درمیان صلح کروانا لوگوں میں محبتیں بانٹنا لوگوں کو آپس میں قریب کرنا۔

اللہ معاف فرمائیں آج تو ہم ایسے جملے کی تلاش میں ہوتے ہیں کہ جس سے دوسرے کو لڑوا سکیں۔

میرے دوستو!!

اس زبان کی حفاظت کرو ورنہ وہ وقت دور نہیں کہ اسی زبان سے پکڑ کر جہنّم میں ڈال دیا جائے گا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جو انبیاء کرام کے بعد سب سے بڑا رتبہ رکھنے والے

ہیں اپنی زبان کو پکڑ کر کہا یہ زبان مجھے ہلاکت کے گھڑوں میں لے جاتی ہے۔اس لیے میرے محترم دوستو اللہ تعالیٰ نے یہ زبان جیسی عظیم نعمت جو دی ہے اس کی حفاظت اور اس کو چلانے میں احتیاط کرنی چاہیے اور اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے اور اس کا شکر یہ ہے کہ جہاں اللہ تعالیٰ نے استعمال کرنے کا حکم دیا ہے وہاں استعمال کریں اور جہاں منع کیا ہے وہاں باز آجائے۔آج کا مسلمان اس زبان سے گانا گاتا ہے کیا یہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس لئے دی تھی، اس طرح اس زبان سے لوگوں کو برے القابات سے نہ پکارا کرو قرآن مجید میں اللہ نے منع فرمایا ہے وَلا تَلْمِزُوْا اَنْفُسَكُمْ وَلا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ آپس میں ایک دوسرے کو عیب مت لگاؤ اور برے القابات سے مت پکارا کرو یہ زبان اللہ تعالیٰ نے اس لیے نہیں دی ہے تمہیں کہ اس سے لوگوں کے القابات لگاتے رہو آج تم ان برے القابات لگا کر مزے لیتے ہو کہ بہت مزا آتا ہے یاد رکھو کل پھر جہنّم میں جاؤ گے تو اس وقت بھی مزے لینا پھر پتہ چلے گا کہ کتنا مزا آتا ہے۔اللہ تعالیٰ جس کام سے منع کرتے ہیں ہم اسی کو کرتے ہیں اور شیطان کو خوش کرتے ہیں۔

میرے محترم دوستو!!

اپنی زبان کی حفاظت کریں اس کو ذکر اللہ درود شریف قرآن کی تلاوت نیکی کی دعوت اور ہر نیک کام کرنے کا عادی بنا دیں تا کہ کل قیامت کے دن یہ زبان ہمارے خلاف گواہی نہ دیں اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔

واخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين

اخلاص نیت

اخلاصِ نیت

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَمَا اُمِرُوْا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۝ حُنَفَاءَ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ ۝ (سورة البينة)

قَالَ النَّبِيُّ ﷺ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ وَاِنَّمَا لِامْرِءٍ مَّا نَوٰى. (بخاری شریف)

میرے محترم دوستو اور بزرگو!!

میں نے قرآن کریم کی ایک آیت مبارکہ اور ایک حدیث شریف پڑھی ہے آیت مبارکہ کا ترجمہ یہ ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ہم نے تمام امتوں کو یہی حکم دیا تھا کہ اخلاص کے ساتھ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں یک سو ہو کر اور وہ نمازیں قائم کریں اور وہ زکوٰۃ دیں اور یہی صحیح دین ہے۔

حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے سنا جناب نبی کریم ﷺ ارشاد فرما رہے تھے کہ تمام اعمال کا مدار نیت پر ہے اور انسان کو وہی کچھ ملتا ہے جس کی وہ نیت کرے بس جس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہے اس کی ہجرت اللہ اور رسول کی طرف ہے ۔اور جس کی ہجرت دنیا کے لیے ہے بس اس کو دنیا مل کر رہے گی ،اور جس کی ہجرت کسی خاتون کے لیے ہے کہ اس کے ساتھ نکاح کریں بس پھر اس کی ہجرت اس کی طرف ہے۔

اعمال صالحہ کا مقصد:

قرآن کریم بھی اس آیت مبارکہ میں اور رسول اللہ بھی اس حدیث شریف میں صرف ایک بات کو بیان کیا گیا ہے اور وہ ہے اعمال کے اندر اخلاص کو پیدا کرنا ہر انسان جو بھی نیکی اور اعمال صالحہ کریں اس نیکی اور اس اعمال صالحہ کا مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا کو حاصل کرنا ہو اور یہی اصل ہے اور اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ یہ تمام امتوں کا اصل الاصول ہے ۔یعنی تمام امتوں کو یہی حکم دیا گیا تھا کہ جب بھی کوئی نیک عمل کرو اور جب بھی اعمال صالحہ کریں تو اس میں اپنی نیت کو درست رکھیں اور اس آیت میں اللہ نے دو باتیں ذکر کی ہیں کہ (۱) عبادت اللہ تعالیٰ کی کرو اپنے آپ کو شرک سے اور مشرکین سے پاک رکھو (۲) اپنے اعمال کو اخلاص نیت کی بنیاد پر کرو، کہ جو بھی مجھے عمل اور نیکی کرنی ہے اس نیکی کا مقصد صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کو حاصل کرنا ہے ۔اب اخلاص اعمال صالحہ کے لیے کیوں ضروری ہے، دنیا میں جو بھی انسان کوئی کام کرتا ہے تو اس کام کی کوئی نہ کوئی غرض ہوتی ہے ۔کوئی بھی انسان بلا غرض کے کوئی کام نہیں کرتا ہے، اگر ایک

انسان ایک قدم بھی اٹھاتا ہے تو اس میں اس کی کوئی غرض ہوتی ہے اب وہ انسان جس کو اللہ تعالیٰ نے عبادات کا حکم دیا اب اس عبادت کی بھی کوئی غرض ہے انسان نماز پڑھتا ہے روزے رکھتا ہے حج کرتا ہے زکوٰۃ دیتا ہے صدقات دیتا ہے تو ان کو کرنے کی غرض کیا ہے۔ ان کا مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا ہے اس سے یہ بات بھی معلوم ہوگئی کہ عبادت ہماری غرض نہیں ہے ہمارا اصل مقصد نماز نہیں ہے روزہ نہیں ہے، زکوٰۃ اور حج نہیں ہے، ہمارا مقصد اس سے آگے ہے اور اس سے اونچا ہے۔ یہ اعمال اس عظیم مقصد کے حاصل کرنے کا سبب ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی رضا ہے اور یہ عبادات اس رضا کو حاصل کرنے کا ایک ذریعہ اور واسطہ ہے تو معلوم ہوا کہ عبادات کے ذریعہ سے ہم اللہ تعالیٰ کو حاصل کرتے ہیں اور کسی بھی مقصد کو حاصل کرنے کا جو واسطہ ہوتا ہے وہ واسطہ جتنا مضبوط ہوگا، جتنا جاندار ہوگا اتنا ہی مقصد آپ کو جلدی حاصل ہو جائے گا۔ جیسے آج کے معاشرے میں کہتے ہیں کہ بڑی پر زور سفارش ہے یہ سفارش تو ایک واسطہ ہے اصل مقصد ہے اس کام کو حاصل کرنا جس کیلئے سفارش آئی ہے۔ اس طرح عبادات اللہ تعالیٰ کی رضا کو حاصل کرنا ہے جتنا اس میں اخلاص ہوگا اتنی ہی جلدی ہم اس رضا کو حاصل کرلیں گے۔

اخلاص کا مطلب:

کسی بھی نیکی یا کسی بھی اچھائی کو کرتے وقت یہ نیت کرنا کہ میرا مالک میرا رزاق میرا خلاق مجھ سے راضی ہو جائے اور اس مالک اور خالق کے غضب اور ناراضگی سے میں بچ جاؤں اس کو کہتے ہیں اخلاص۔

ایک آدمی نماز پڑھتا ہے کہ میرا اللہ مجھ سے ناراض نہ ہو جائے، بلکہ میرے ساتھ راضی رہے تو وہ اب جتنی عبادات میں اخلاص پیدا کریں گے اتنا ہی اللہ تعالیٰ

کے قرب اور خوشنودی حاصل کرنے والا ہوگا۔ اب جتنی جان اس عبادت میں ہوگی اتنا اس کا اثر پھر ہمیں دنیا میں بھی نظر آئے گا۔

اخلاص کی برکت:

صحیح بخاری شریف کی روایت ہے ایک مشہور واقعہ لکھا ہے کہ تین آدمی تھے وہ جنگل میں جا رہے تھے جنگل میں جاتے ہوئے بارش ہوگئی، اب انہوں نے ایک نماز میں پناہ لی جب غار کے اندر وہ چلے گئے تو بارش طوفان تھی تو ایک بہت بڑا پہاڑ ان کے غار کے منہ پر آ کر گر گیا اور اس کو بند کرایا اب یہ پریشان ہو گئے کہ جنگل ہے اور پھر اتنا بڑا پتھر اب ہمارا کیا ہوگا؟ نہ اس کو ہم ہٹا سکتے ہیں اور نہ اس جنگل میں کسی کو بلا سکتے ہیں تو وہ تینوں بیٹھ کر سوچنے لگے کہ اس مصیبت سے جان کیسے چھوٹے تینوں نے یہ مشورہ کیا کہ ہم میں سے ہر آدمی اس عمل کو یاد کریں جو اس نے خالص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کیا ہو۔ اور پھر اس عمل کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرو، یہی ایک صورت ہے اس کے علاوہ کوئی صورت نہیں ہے۔ چنانچہ تینوں نے اپنی زندگی کو دیکھا تو تینوں کو اپنی زندگی کا پر خلوص ایک ایک عمل مل گیا۔

اخلاص کے ساتھ والدین کی خدمت:

ایک نے کہا کہ اے میرے مالک میں اپنے والدین کی خدمت کرتا تھا اور ان کی خدمت صرف اور صرف تیری رضا کی خاطر تھی اور میں بکریاں چرایا کرتا تھا اور جب شام کو میں واپس آتا تو سب سے پہلے میں دودھ اپنے والدین کو پیش کرتا تھا جب وہ پی لیتے تھے پھر اپنے بچوں کو دیتا تھا ایک دن جب مجھے جنگل سے آتے آتے دیر ہوگئی تو جب میں آیا تو میرے والدین سو چکے تھے اور میں اپنے معمول کے مطابق پیالہ لیا اور والدین کے پاس کھڑا ہو گیا والدین سو رہے تھے اور میں ان کے سرہانہ پیالہ لے کر کھڑا

ہو گیا، شاید بھوک کی شدت یا ضرورت والدین میں سے کسی کو رات کے کسی حصہ میں جگا دے۔ رات کے کسی حصہ میں ان کی آنکھ کھلی تو انہوں نے جب مجھے دیکھا تو کہا کہ آپ ابھی تک کھڑے ہو تو میں نے جواب دیا کہ ہاں آج آنے میں دیر ہو گئی تھی تو میرے بچے پاؤں میں رو رہے تھے میں نے کہا کہ جب تک والدین کو نہ دوں تو اس وقت تک ان کو نہیں دونگا۔ اور اے اللہ یہ عمل خالص آپ کی رضا کے لیے تھا، آج اس کی برکت سے اس مصیبت سے ہمیں نجات دیں، کہتے ہیں کہ جب اس نے یہ دعا کی تو اس پتھر کو ایک جھٹکا لگا اور وہ تھوڑا سا اپنی جگہ سے ہل گیا۔

ترک گناہ اخلاص کے ساتھ:

اب دوسرے نے دعا کی کہ اے اللہ میری ایک چچازاد بہن تھی جس سے مجھے بڑی محبّت تھی اور میں اس کو بہت چاہتا تھا ایک وقت آیا وہ بہت مجبور ہوئی اور وہ میرے پاس آئی مالی امداد کے لیے تو میں نے اس کو کہا کہ میں تمہاری مدد کرونگا مگر اس شرط کے ساتھ کہ تو میری خواہش کو پوری کریں جب میں نے اس کو کہا تو اس نے مجھے جواب دیا اتق اللہ اللہ تعالیٰ سے ڈر اے اللہ جب میں نے یہ جملہ سنا تو میرا دل کانپ گیا میں نے اس کو مطلوبہ رقم بھی دی اور میں نے اس کو ساتھ کوئی غلط کام نہیں کیا ہے۔ اے اللہ یہ صرف آپ کی رضا کے لیے کیا ہے۔ کہتے ہیں کہ وہ پتھر پھر اپنی جگہ سے ہلا ایک اور جھٹکا لگا۔

محنت کش کے محنتانہ ادا کرنے میں اخلاص:

تیسرا آیا اس نے کہا اے اللہ میرے پاس بکریاں تھیں اور مزدور کام کرتے تھے ایک مزدور کسی وجہ سے ناراض ہو کر مجھ سے چلا گیا اور اس کی مزدوری میرے پاس رہ گئی تھی تو میں نے اس کی مزدوری کی حفاظت کی اور اس کی مزدوری سے بھی میں نے تجارت شروع کر دی یہاں تک کہ اس کی مزدوری سے بہت ساری بھیڑ بکریاں جمع

ہوگئیں، ایک دن وہ آیا تو اس نے مجھے کہا کہ اللہ تعالیٰ سے ڈر اور میری مزدوری مجھے دے دیں۔تو میں نے اس کو کہا کہ یہ بھیڑ بکریاں جو اس کی مزدوری سے بنی تھی دے دیں اور کہا کہ ان کو لے جاؤ وہ سمجھا کہ یہ میرے ساتھ کوئی مزاح کر رہا ہے کیونکہ میری تو تھوڑی سی مزدوری تھی۔اس نے کہا کہ آپ کیوں میرے ساتھ مزاح کر رہے ہو میں نے اس کو جواب دیا کہ میں مزاح نہیں کر رہا یہ آپ کی مزدوری سے بنی ہیں آپ کی ہیں۔چنانچہ وہ سب لے گیا اے اللہ یہ میں نے صرف آپ کی رضا کے لیے کیا ہے۔ اے اللہ اس کی برکت سے ہمیں اس مصیبت سے نجات دیں کہتے ہیں کہ وہ چٹان وہاں سے ہٹ گئی اور راستہ بن گیا اور وہ اس مصیبت سے باہر نکل آئے۔

پرخلوص عمل کی تاثیر:

یہ ہے کہ اگر ایک آدمی اخلاص کے ساتھ کوئی کام کرتا ہے تو اس اخلاص والے کام میں اتنی تاثیر ہوتی ہے اور اتنی برکت ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا اس بندے کو حاصل ہوتی ہے۔مگر اخلاص والے عمل کی برکت سے اللہ تعالیٰ دنیا کی پریشانیاں دور فرماتی ہیں اور اس اخلاص والے عمل کی برکتیں اس بندے کو اپنی آنکھوں سے نظر آتی ہیں چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے نماز دکھلاوے کے لیے پڑھی تو اس نے شرک کیا اور جس نے روزہ دکھلاوے کے لیے رکھا اس نے شرک کیا اور جس نے صدقہ اور خیرات دکھلاوے کے لیے دیا اس نے شرک کیا یعنی گویا دکھلاوا کتنا خطرناک عمل ہے کہ اللہ تعالیٰ کے رسول نے اس کو شرک فرمایا لہٰذا ہر عمل کے اندر ہماری نیت خالص ہو اور وہ اللہ تعالیٰ کی رضا ہو اور اس کو ہم اس مثال سے بھی سمجھ سکتے ہیں کہ اگر کوئی آدمی ہمارے ساتھ بھلائی کرتا ہے یا خدمت کرتا ہے یا ہماری مدد کرتا ہے۔اور ہمیں پتہ چلے کہ یہ جو بڑے سلام دعا کر رہا ہے اور بڑے اچھے طریقے سے مل رہا ہے اس کے پیچھے یہ فلاں غرض ہے، تو پھر ہمیں اس کی خدمت نظر

نہیں آئے گی ہمارے نزدیک اس کی خدمت کا کوئی صلہ نہیں ہے، کہ اچھا یہ اس غرض اور اس بنیاد پر ہمارے پاس آتا ہے اور ہمیں سلام کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ تو ہر چیز کو جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جس نے عمل میرے غیر کے لیے کیا میں تو شرک سے پاک ہوں اور وہ جس کے لیے عمل کرتا ہے تو پھر میں اس کا عمل اس کے شریک کے حوالے کرتا ہوں کہ جاؤ اس سے مانگو میرے پاس تمہارے لیے کوئی چیز نہیں ہے، اور آج ہمارے اندر یہ کمزوریاں ہیں کہ نماز پڑھے تاکہ لوگ نمازی کہیں اور لوگوں کا اعتبار بن جائے صدقہ اور خیرات دیں تاکہ لوگ سخی کہیں تھوڑا سا کام کیا اور اپنا نام لگا دیا بعض جگہ مساجد میں پانی کی مشین لگاتے ہیں تو ساتھ اپنا نام بھی لکھ دیتے ہیں بھائی نام لکھنے کی کیا ضرورت ہے۔ جس ذات کو دیا ہے وہ سارے معاملات کو جانتا ہے اور اگر اس ذات کے لیے نہیں ہے تو پھر ایک نام نہیں سو نام لکھ دو پھر کچھ بھی نہیں ملے گا۔ اپنے اعمال کے اندر اخلاص پیدا کرنا یہ اصل ہے۔

پرخلوص ایک دانے کا صدقہ احد پہاڑ کے برابر ہے:

ایک حدیث شریف میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب ایک آدمی اخلاص کے ساتھ کھجور کا ایک دانہ دیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو احد پہاڑ جتنا ثواب عطا فرماتے ہیں۔ اب جن حضرات نے احد کا پہاڑ دیکھا ہے وہ کوئی ایک چھوٹا سا ڈھیلا نہیں ہے احد کا پہاڑ غالباً چھ کلومیٹر کے رقبہ پر ہے میلوں پر واقع ہے۔ یعنی اخلاص کے ساتھ والے عمل پر اللہ تعالیٰ ایک تو خوش ہوتے ہیں، اور دوسرا کتنا بڑا ثواب دیتے ہیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے ہمارے اوپر عبادات کم رکھی ہیں۔ مگر اصل بات اخلاص ہے دن اور رات میں پانچ نمازیں پڑھنی ہیں سال میں ایک مہینے روزے رکھنے ہیں، زکوٰۃ سو روپے میں ڈھائی روپے دینا ہے زندگی میں ایک مرتبہ حج ہے اعمال کی زیادتی مطلوب نہیں ہے کیفیت مطلوب ہے کہ جتنے بھی اعمال کرو مگر اخلاص

ہونا چاہیے اعمال بہت ہیں نمازیں بھی پڑھ رہے ہیں تہجد اشراک سب کچھ ہے مگر اخلاص نہیں ہے۔ شیطان خوش ہے کہ میں کامیاب ہوں، اس لیے حدیث مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے امت کو اپنے اعمال میں اخلاص پیدا کرنے کی ترغیب دی ہے۔ اسی وجہ سے علماء کرام فرماتے ہیں کہ حدیث **انما الاعمال بالنیات** کے تمام اعمال کا دارومدار نیت پر ہے۔

اخلاص عمل کا ترازو ہے:

علماء فرماتے ہیں کہ یہ انسان کے اعمال اور دین کے لیے ایک ترازو ہے باطن کا ترازو ہے کہ آپ کے اعمال میں جان پیدا ہو اور آپ کا عمل عند اللہ وزنی ہو اور اللہ تعالیٰ کے دربار میں آپ کو آپ کے عمل پر اجر ملے وہ اخلاص سے پیدا ہوگا اور اسی سے ملے گا اسی وجہ سے نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اعمال کا دارومدار نیت پر ہے یعنی دنیا میں کوئی بھی عقل مند آدمی کوئی کام کرے تو وہ بغیر نیت کے نہیں کرتا ہے اگر بغیر نیت کے کوئی کام کرتا ہے تو اس کو عقلمند کوئی نہیں کہے گا اگر ایک آدمی کو دین دنیا کا کوئی فائدہ نہیں کسی کام میں تو اس کے کرنے والے کو لوگ عقلمند نہیں کہتے ہیں، بلکہ عقلمند اور ہوشیار آدمی وہ ہے جو کوئی بھی کام کرے دین یا دنیا کا جائز کام کرے تو اس کی کوئی نہ کوئی نیت ضرور ہوگی بغیر نیت کے کام نہیں کرے گا۔

اس طرح حدیث کے آگلے حصہ میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ہر آدمی کو وہ یہی ملتا ہے جس کی اس نے نیت کی ہے اگر نیت کی ہے اللہ تعالیٰ کی رضا اور آخرت کی کامیابی تو وہ ملے گی اور اگر نیت کی ہے دنیا کے کسی معاملہ کی تو وہ اس کو دنیا میں مل جائے گی لیکن دونوں میں فرق اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے: **مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهُ فِيْهَا مَا نَشَاءُ لِمَنْ نُّرِيْدُ ○** جو دنیا کا طالب ہے یعنی اپنے عمل سے دنیا کو طلب کرتا ہے تو ہم اس کو دنیا دے دیں گے وہ جو ہم چاہیں یہ نہیں فرمایا کہ جو وہ چاہیں یعنی نیت کرنے والا جتنی چاہتا

ہے اتنی نہیں ملے گی، اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق ملے گی، اس کی چاہت پر نہیں ہے جو آخرت کا طلب گار ہے وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا جس نے آخرت کا ارادہ کیا یا اس کی طرف کوشش کی وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا ۝ یہ مومن ہے اور اس کی کوشش کی قدر کی جائے گی اس سے معلوم ہوا کہ وہ عمل جو دنیا کی نیت سے کیا جائے اس کے پھل کا ملنا ضروری نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مرضی پر ہے۔

ابتدائے اسلام میں جب مسلمان ہجرت کر کے مکۃ المکرّمہ سے جا رہے تھے تو آپ ﷺ نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی اب یہ ہجرت ایک نیکی کا عمل تھا تو اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے اس کی مثال دے کر فرمایا کہ دیکھو یہ جو نیکی کر رہا ہے اگر اس نیکی سے اس کا غرض اللہ تعالیٰ اس کے رسول کی رضا ہے تو اسے اللہ اور اس کے رسول کی رضا حاصل گی اب بھی ہجرت ایک نیک عمل ہے، اگر کوئی آدمی کافروں کے ملک سے اسلیے ہجرت کرتا ہے کہ وہاں اسے نماز اور اسلام کے اعمال کرنے کی اجازت نہیں ہے، تو وہ ہجرت کرسکتا ہے، اور اس پر یہ ہجرت کرنا واجب ہے اور اگر پابندی نہیں ہے تو علماء نے لکھا اس کے لیے مستحب ہے کہ وہ مسلمانوں کے ملک میں رہے، کافروں کے ملک میں نہ رہے، اس لیے کہ کفر کے اثرات اس کی اولاد پر پڑیں گے تو اب اس ہجرت پر اس کو کتنا ثواب ملے گا، اس وجہ سے کہ اس کی نیت میں اخلاص تھا اور اللہ تعالیٰ کی رضا تھی چنانچہ ایک اور حدیث میں آتا ہے، ایک صحابی تھے جن کا نام روایات میں منقول نہیں ہے، انہوں نے ایک خاتون کو نکاح کا پیغام بھیجا تو اس خاتون نے کہا کہ آپ ہجرت کر کے میرے پاس آجائیں تو میں آپ کے ساتھ شادی کرلونگی چنانچہ اس صحابی نے ہجرت کی تو ان کی نیت یہ تھی کہ اس خاتون سے نکاح کرلوں گا تو روایات میں اس صحابی کا نام مہاجر ام قیس اس خاتون کا نام ام قیس تھا ام قیس کے لیے ہجرت کرنے والا مہاجر حالانکہ اگر سوچا جائے نکاح یہ شریعت کا ایک

حصہ ہے نکاح کرنا پیغمبر کی سنت ہے، اور دین کا ایک حصہ ہے۔

مگر اس کے باوجود اس نیک عمل میں اس کو شریک کردیا گیا، تو اللہ کے رسول نے بتادیا کہ اگر نکاح تمہاری غرض ہے اللہ کی رضا کے ساتھ یہ بھی شریک نہیں ہوسکتا ہے، یعنی کوئی بھی عمل کرنا ہے تو اس کو ہر چیز سے پاک رکھ کر صرف اللہ تعالیٰ کی رضا اس میں شامل رکھو، انسان جب نیت اخلاص کی کرتا ہے تو بسا اوقات نہ کیا ہوا عمل بھی انسان پالیتا ہے۔

صحیح بخاری کی روایت ہے رسول اللہ ﷺ غزوہ تبوک سے جب واپس آرہے تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا اے لوگو مدینہ منورہ میں کچھ لوگ ایسے تھے کہ ہم میدان جہاد میں جب کسی گھاٹی اور کسی راستے سے گزر رہے تھے تو وہ ہمارے ساتھ تھے مگر وہ کسی عذر کی وجہ سے آنہ سکے نیت ان کی بھی تھی، تو اللہ تعالیٰ نے اس نیت پر ان کو جہاد کا ثواب عطا فرمادیا۔

ایک اور روایت میں آتا ہے کہ جب آدمی اپنے گھر سے وضو کرتا ہے اور وہ جب اپنے گھر سے چلتا ہے نماز کے علاوہ اس کی کوئی نیت نہ ہو اس نیت کے ساتھ گھر سے نکلا کہ میں مسجد میں نماز پڑھنے جارہا ہوں، فرمایا کہ ہر قدم پر اللہ تعالیٰ اس کو ایک نیکی عطا فرماتے ہیں، اور ایک گناہ معاف کرتے ہیں، اور جب مسجد میں آکر یہ بیٹھ جاتا ہے جب تک یہ نماز کے انتظار میں رہے اللہ کے رسول نے فرمایا یہ ایسا ہے جیسے نماز میں ہے، ایک اور حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہاری شکلوں اور تمہارے مالوں کو نہیں دیکھتے ہیں کہ یہ آنے والا کالا ہے یا گورا ہے، کیسا ہے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ مال کو دیکھتے ہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں کو دیکھتے ہیں کہ تمہارے اندر کیا ہے اور نیت کا مرکز وہ دل ہے اگر دل میں اخلاص ہے تو بہت اچھی بات ہے۔

اَفَلَا يَعْلَمُ اِذَا بُعْثِرَ مَافِى الْقُبُوْرِ وَحُصِّلَ مَا فِى الصُّدُوْرِ ٥ فرمایا کہ

جب کپڑے پھٹ جائیں گے تو جو دل میں ہوگا وہ ظاہر ہو جائے گا۔ یَوْمَ تُبْلَى السَّرَائِرُ ○ جس دن ہم رازوں کو کھول دیں گے کہ آیا یہ عبادت کرنے والا کسی کے لیے کر رہا تھا، اللہ تعالیٰ کے لیے کر رہا تھا یا صرف نام مود کے لیے کر رہا تھا ایک اللہ والے نے دکھلاوے کی مثال اس طرح دی ہے کہ ایک آدمی اپنی جیب کو کاغذ سے بھر دے تا کہ لوگ کہیں کہ اس کے پاس بڑا مال ہے، جب اصل وقت آیا تو جیب سے کوئی چیز نہیں نکلے گی، فرمایا کہ اسی طرح یہ اعمال اگر تم کسی کو دکھانے کے لیے کرتے ہو لوگوں کو اپنی بزرگی بتانے کے لیے کرتا ہے جب اعمال کی قیامت والے دن ضرورت پڑے گی، تو نامۂ اعمال خالی ہوگا سوائے حسرتوں اور افسوس کے کوئی چیز ہاتھ نہ آئے گی۔

اکابرین کے اخلاص کی مثال:

شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ ہندوستان کے مشہور علماء میں سے ہیں حضرت کا دہلی کی جامع مسجد میں بیان تھا جب بیان سے فارغ ہوئے تو سیڑھی سے نیچے اترنے لگے، ایک دیہاتی دوڑتا ہوا آیا اور کہا کہ اندر مولوی اسماعیل کا بیان تھا لوگوں نے کہا کہ وہ بیان تو ختم ہو گیا۔

شاہ اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بابا جی وہ اسماعیل میں ہوں میں آپ کو وہ سارا بیان سنا دوں گا جو میں نے منبر پر کیا تھا۔ چنانچہ حضرت شاہ اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ نے سارا بیان اول تا آخر سارا سنا دیا ساتھ والوں نے کہا کہ حضرت اس بابا جی کے لیے آپ نے سارا بیان سنا دیا ہے، حضرت نے فرمایا کہ بات یہ ہے کہ پہلے بھی ایک ہی کو بیان سنا رہا تھا اور اب بھی ایک ہی کو سنا رہا، یعنی اللہ تعالیٰ کے لیے میں نے بیان کیا ہے اس کی رضا مطلوب ہے، اس وجہ سے ان حضرات کے وعظ اور نصیحت میں بڑا اثر ہوتا تھا ایک ایک مجلس میں پورا کا پورا مجمع توبہ کرتا تھا، اخلاص نہ ہونے کی وجہ سے آج ہمارے وعظ میں بھی اثر نہیں ہے، ایک کان سے سنا اور دوسرے کان سے نکال دیا۔

زیادہ سے زیادہ اتنا کہتے ہیں کہ بڑا ہی اچھا بیان تھا، بیان تو اچھا تھا مگر آپ میں کیا انقلاب آیا۔

ڈاکٹر عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک واقعہ لکھا ہے کہ ایک بہت بڑے عالم دین کا انتقال ہوا۔ تو ان کو کسی نے خواب میں دیکھا تو ان سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا ہے تو وہ فرمانے لگے کہ ہم تو سمجھتے تھے کہ ہم نے بڑی تصنیف کی ہے علمی میدان میں بڑے کام کیے ہیں، ہماری ان نعمتوں کا کوئی تذکرہ ہوگا، اللہ تعالیٰ کے ہاں جب ہماری پیشی ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ کا فلاں عمل ہمیں منظور ہوا ہے اس کی وجہ سے آپ کی بخشش ہوتی ہے، وہ عمل یہ ہے کہ ایک دن آپ لکھ رہے تھے اس زمانے میں لکڑی کے قلم ہوتے تھے آپ نے لکھنے کے دوران اپنے قلم کو ایک دفعہ روکا تو ایک مکھی آئی اور وہ سیاہی کو چوسنے لگی آپ نے جب اس مکھی کو دیکھا تو اپنے قلم کو روک دیا تا کہ یہ مکھی بے چاری پیاسی ہے اس کو پینے دیا جائے، اس عمل کی برکت کی وجہ سے آپ کی مغفرت کردی، کیونکہ یہ عمل آپ کا بڑا اخلاص والا تھا، اس لیے میرے دوستو ہر عمل میں اخلاص کو پیدا کریں تا کہ کل قیامت کے دن ہمارے اعمال باوزن ہوں، اور اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کی مقبولیت ہو، اللہ تعالیٰ عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

سچّائی کی اہمیّت

سچّائی کی اہمیّت

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَکُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ o

سچّائی اسلام کی بنیادی تعلیمات میں سے ہے:

میرے محترم دوستو اور بزرگو!!

سچ بولنا اور سچ کو اختیار کرنا اسلام کی بنیادی تعلیمات میں سے ہے قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے سچ بولنے والوں کی تعریف کی ہے اور اس کے مقابلے میں جھوٹ بولنے والوں کی مذمت بیان کی ہے قرآن مجید میں آتا ہے لعنة الله على الكاذبين (ال عمران)، جھوٹوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے پیارے رسول ﷺ نے ہمیشہ اپنی زندگی کو سچائی کے ساتھ گزاری اور صحابہ کرام کی بھی یہی تربیت فرمائی ہے اور

انہوں نے بھی ہمیشہ سچ ہی بولا ہے آپ کے اندر نبوت کے بعد تو سچائی تھی ہی لیکن نبوت سے پہلے رسول اللہ ﷺ کی جو زندگی تھی وہ بھی سچائی پر گزری تھی۔ آپ علیہ السلام نبوت سے پہلے آپ نے معاشرے میں قابل احترام تھے اور نبوت سے پہلے بھی لوگ آپ کو صادق اور امین کہا کرتے تھے تو گویا سچ بولنا اور سچ اختیار کرنا یہ اسلام کی بنیاد میں شامل ہے اور آج ہمارے ذہنوں میں یہ بات بیٹھ گئی ہے کہ دین نام ہے نماز اور روزے کا ہے، یعنی نماز اور روزے کے بعد ہم آزاد ہیں، حالانکہ ایسی بات نہیں ہے یقیناً نماز اور روزہ دین کا ایک اہم حصہ ہے اور مسلمان کے فرائض میں شامل ہے، مگر یہ سمجھنا کہ مسجد سے باہر نکل کر گھر میں ہوں دوستوں میں ہوں یا کاروبار میں ہوں غمی یا خوشی میں ہوں میں آزاد ہوں۔ ایسی بات نہیں ہے رمضان کے روزے رکھ لیے اور پھر ہم آزاد ہیں ایسی بات نہیں ہے دین تو زندگی کے تمام شعبوں کو دین کا تابع کرنا ضروری ہے، پیدا ہونے سے لے کر موت تک کے حالات اور طریقہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے ہمیں بتا دیئے ہیں، چنانچہ آج ہمارے معاشرے میں جھوٹ اتنی سرایت کر گئی ہے جیسے انسان کی رگوں میں خون ہے کوئی جھوٹ کہتا ہے کہ مزاق کر رہا تھا آج جھوٹ مزاق اور ہنسانے کے لیے بولا جاتا ہے۔ حدیث میں آتا ہے آپ ﷺ نے فرمایا عذاب ہے اس شخص کے لیے جو جھوٹ بولے اس وجہ سے کہ لوگ اس پر ہنسیں اس طرح کوئی جھوٹ بولتا ہے اپنے فائدے کے لیے۔

لین دین میں سچائی باعث خیر و برکت ہے:

حدیث شریف میں آتا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا بازار میں خرید و فروخت کرنے والے اگر اس میں سچ بولتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کے سودے میں برکت ڈال دیتے ہیں، اور جب جھوٹ بولتے ہیں تو اللہ تعالیٰ برکت کو ختم فرما دیتے ہیں۔
چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ اگر کوئی شخص قسم کھا کر کوئی چیز بیچ ڈالے فرمایا وہ چیز تو

اس نے فروخت کردی مگر اس کے سودے میں برکت نہیں ہوگی، اللہ تعالیٰ اس سے برکت ختم فرمادیں گے، اور کبھی ہم جھوٹ بولتے ہیں اپنے آپ کو بڑا بنانے کے لیے یعنی لوگوں کے سامنے اپنی بڑائی بیان کرنے کے لیے جھوٹ کا سہارا لیا جاتا ہے، جب حدیث میں آتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا منافق کی تین نشانیاں ہیں: (۱) جب بات کرے تو جھوٹ بولے (۲) جب وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرے (۳) اور جب اس کے پاس امانت رکھے تو وہ اس میں خیانت کرے، فرمایا کہ اگر چہ یہ نمازیں پڑھے روزے رکھے اور اپنے کو مسلمان کہتا رہے، مگر یہ منافق ہے جو بات میں جھوٹ بولتا ہو وہ منافق ہے، مومن تو سچا ہوتا ہے مومن کی زندگی سچائی پر گزرتی ہے۔

مومن جھوٹا نہیں ہوسکتا:

اسی طرح ایک اور حدیث میں آتا ہے کہ ایک موقعہ پر رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ کیا مومن بزدل ہوسکتا ہے فرمایا ہاں ہوسکتا ہے پھر فرمایا کہ مومن بخیل ہوسکتا ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں ہوسکتا ہے پھر تیسری دفعہ پوچھا کہ کیا مومن جھوٹا ہوسکتا ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ نہیں مومن کبھی بھی جھوٹا نہیں ہوسکتا۔ اس لیے کہ ایمان اور اسلام تو سچائی کی دعوت دیتا ہے، چنانچہ حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اصل میں ایمان کی بنیاد سچ پر ہے اس لیے کہ مومن اللہ تعالیٰ کو مانتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی صفات کو اللہ تعالیٰ کے رسول کو اور کتاب اللہ کو مانتا ہے۔ یہ سب سچائیاں ہیں ان کو ماننا ایمان ہے اور کفر اور نفاق کی بنیاد جھوٹ پر ہے۔ اور یاد رکھیں سچ اور جھوٹ کبھی جمع نہیں ہوسکتا ہے ایمان کے ساتھ کبھی جھوٹ جمع نہیں ہوسکتا ہے اس لیے کہ وہ تو کفر کا نتیجہ اور کفر کے ساتھ جمع ہوگا قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ۝ (سورۃ زمر ۳۳) جو سچ کے ساتھ آیا اور جس نے سچ کی تصدیق کی یہی تقویٰ والے لوگ ہیں۔ تقویٰ والے کون ہیں وہ جو اپنی زندگی میں سچ

کو اپناتا ہے۔ حضرت لقمان حکیم رحمۃ اللہ علیہ اپنے زمانے کے بڑے عاقل اور سمجھدار آدمی تھے ان کی سمجھداری والی باتیں بہت مشہور ہیں۔

وہ ایک دفعہ وعظ فرمارہے تھے کسی نے کہا کہ جناب آپ فلاں قبیلے کی بکریاں نہیں چرایا کرتے تھے تو کہنے لگے کہ ہاں میں اس قبیلے کا غلام بھی تھا اور اس کی بکریاں بھی چرایا کرتا تھا تو اس نے کہا کہ پھر آپ کو اللہ تعالیٰ نے اتنا بڑا مرتبہ کیسے دے دیا آج آپ لوگوں کو سمجھداری کی باتیں حکمت اور دانائی کی باتیں بتاتے ہیں آخر یہ کیسے ہوا ہے، حضرت لقمان حکیمؒ نے فرمایا کہ چار باتوں کو اپنانے کی وجہ سے اور وہ چار باتیں یہ ہیں۔

چار عظیم صفات:

۱..... تقویٰ اختیار کرنا اور تقویٰ کے معنی ہے پرہیزگاری اختیار کرنا ڈاکٹر جب علاج کرتا ہے تو ایک طرف علاج اور دوا ہے اور دوسری طرف پرہیز ہے، یہ پرہیز دوا سے زیادہ سخت ہے اور ضروری ہے۔

اگر مریض دوائی کھاتا رہے اور پرہیز نہ کرے تو اس کو زیادہ نقصان ہوگا تو تقویٰ حاصل ہوتا ہے گناہوں سے پرہیز کرنے سے نیکیوں پر نیکیاں کررہے ہیں، مگر پرہیز نہ ہو تو کوئی فائدہ نہیں ہے۔

۲..... دوسری صفت کہ میں امانت دار تھا خیانت میں نے کبھی بھی کسی کے ساتھ نہیں کی ہے جس نے جو چیز رکھوائی ہو اسی طرح اس کو واپس کی ہے، اس میں کوئی تبدیلی نہیں کی ہے۔

۳..... بات میں سچائی کا پابند تھا ہمیشہ میں سچ بولنے کا عادی تھا چاہے کتنا ہی نقصان کیوں نہ ہو۔

۴..... فضول اور لایعنی باتوں سے بچتا تھا نہ فضول کام نہیں کرتا تھا، ان چار باتوں پر

عمل کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے حضرت لقمان حکیم کو اتنا مرتبہ دیا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کا ذکر قرآن کریم میں کردیا اور ان کے نام پر ایک مستقل سورت ہے جس کا نام سورۃ لقمان رکھا گیا ہے۔اور پھر ان کی نصیحت کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ذکر کیا ہے اور آپ اندازہ کریں کہ یہ کتنا بڑا سمجھدار اور دانا ہوگا۔کہ جس کی دانائی کی باتوں کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ذکر کیا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چار اہم نصیحتیں:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک دفعہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عبداللہ اگر چار باتیں آپ میں موجود ہیں اور ساری دنیا آپ سے چلی جائے تو کوئی فکر نہیں ہے کوئی ڈر کی بات نہیں ہے۔

(۱) امانت داری (۲) سچائی (۳) اخلاق کی عمدگی (۴) لقمہ کا حلال ہونا۔اگر تو امانتدار ہے سچی بات کرنیوالا ہے اور اخلاق اچھے ہیں اور کھانا حلال کھاتا ہے تو یاد رکھ ساری دنیا آپ کو مل گئی ہے۔

میرے دوستو! اپنی زندگی میں اپنے اقوال میں اپنے اعمال میں اپنی نیتوں میں ہم سچ کو شامل کریں سچ صرف گفتگو میں نہیں ہے، بلکہ ہمارے وعدے اور ارادے بھی سچے ہونے چاہئیں، جھوٹ اتنا برا عمل ہے کہ جب سے دنیا قائم ہے آج تک کسی نے اسکو اچھا عمل نہیں کہا ہے حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ تجارتی سفر پر روم گئے تھے اور وہ ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے روم کے بادشاہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسلام کا دعوت نامہ ملا کہ آپ مسلمان ہوجاؤ تو روم کے بادشاہ نے کہا کہ ذرا ان کے بارے میں معلومات کرو کہ یہ کونسی شخصیت ہے جس نے مجھے اسلام کی دعوت دی ہے، اس نے اپنے لوگوں سے کہا کہ تم روم میں دیکھو کہ یہاں مکۃ المکرمۃ کا کوئی تجارتی قافلہ تو نہیں آیا ہوا تاکہ میں ان سے کچھ سوالات کروں جب انہوں نے معلوم کیا تو پتہ چلا کہ ابوسفیان

تجارتی قافلہ لے کر آئے ہوئے تھے، ابھی مسلمان بھی نہیں ہوئے ہیں اور آپ ﷺ کے سخت مخالف ہیں اور سرداران قریش میں سے ہیں۔

شاہ روم کا ابوسفیان سے آپ ﷺ کے بارے میں سوالات:

روم کے بادشاہ نے ان کو بلا کر پہلا سوال کیا کہ تمہارے ملک میں ایک شخص ہے اور اس نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جی ہاں وہ پیدا ہوا ہے اور اس نے نبوت کا دعویٰ بھی کیا ہے تو اس نے کہا کہ میں آپ سے کچھ اور سوالات کرتا ہوں ان کے جواب دینا پہلا سوال یہ ہے کہ اس شخص کا خاندان کیسا ہے، اعلیٰ خاندان کا ہے یا کسی نچلے خاندان کا ہے۔ ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے فرمایا نہیں بلکہ اس کا خاندان ہمارے علاقے کا سب سے اعلیٰ خاندان ہے سب سے بہترین خاندان ہے۔ بادشاہ نے کہا کہ ٹھیک ہے نبی ایسے ہی اعلیٰ خاندان سے آتا ہے۔

دوسرا سوال: یہ ہے کہ اس نبی کو ماننے والے مالدار زیادہ ہیں یا غریب لوگ زیادہ ہیں، ابوسفیان نے جواب دیا کہ نہیں اس کے ماننے والے زیادہ تر غریب ہیں، بادشاہ نے کہا کہ یہ بھی ٹھیک ہے نبی کو ماننے والے زیادہ تر غریب ہی ہوتے ہیں۔

تیسرا سوال: تمہارے اور ان کے درمیان لڑائی ہوئی ہے، کیا وہ غالب آئے ہیں یا آپ لوگ غالب آئے ہو، ابوسفیان نے فرمایا کہ کبھی وہ غالب آتے ہیں کبھی ہم غالب آتے ہیں کیونکہ ابھی تک دو ہی لڑائیاں ہوئی تھی غزوہ بدر اور غزوہ احد غزوہ بدر میں مسلمان کامیاب ہوئے اور غزوہ احد میں ان کو کچھ کامیابی ہوئی تھی تو بادشاہ نے کہا کہ ایسا بھی ہوتا ہے۔

کافروں کے ہاں بھی جھوٹ معیوب ہے:

بعد میں جب حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے تو کہنے لگے کہ بادشاہ کے سامنے چاہ رہا تھا کہ کوئی ایسی بات کہوں جو ان کے مخالف ہو مگر کوئی بات مجھ سے بن نہ

سکی، اور جھوٹ میں بولنا نہیں چاہتا تھا کافر اپنے کفر کے ساتھ مشرک اپنے شرک کے ساتھ جھوٹ کو برا سمجھتا ہے اور آج مسلمان اپنے اسلام کے ساتھ اور ایمان کے ساتھ جھوٹ کو کیسے جائز سمجھے۔ آج لوگ کہتے ہیں کہ دنیا نے اتنی ترقی کر لی اس لیے کہ انہوں نے سچائی کو اپنایا ہے، ہم جو پیچھے ہو رہے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ نبی کے طریقوں کو چھوڑ دیا ہے، سچ نہیں بولتے اور اپنا وعدہ پورا نہیں کرتے ہیں۔ اور جھوٹ کو اپنا لیا ہے کافر لوگ نبی ﷺ پر ایمان نہیں لائے ہیں۔ مگر تعلیمات نبوی کو اپنا لیا ہے ان کے معاشرے میں خنزیر کھانا شراب پینا، زنا کرنا اتنا بڑا جرم نہیں ہے۔ مگر جھوٹ بولنا ان کے معاشرے میں بہت بڑا جرم ہے۔ اور آج مسلمانوں کی آبادیاں مسلمانوں کا معاشرہ مسلمانوں کے بازار صبح سے لے کر شام تک کتنا جھوٹ بولتے ہیں، اور بسا اوقات ہم نے بلا وجہ جھوٹ بولنا شروع کر دیا اور اللہ تعالیٰ معاف کریں اب ہم یہ سمجھتے ہیں کہ جھوٹ بولنے میں گناہ بھی نہیں ہے۔ اور سچ بولنا ضروری نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ ○ اے ایمان والو اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور سچوں کیساتھ ہو جاؤ نہ جھوٹ بولو اور نہ جھوٹوں کے ساتھ رہو، بلکہ سچ بولو اور سچوں کو ساتھ رکھو اور اس کو عام کرو اس کی تعلیم دو تاکہ معاشرے میں سچ عام ہو۔

فرشتے انسان کے جھوٹ کی بدبو سے دور بھاگتے ہیں:

حدیث میں آتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جب بندہ جھوٹ بولتا ہے تو فرشتہ اس جھوٹ کی بدبو کی وجہ سے اس بندے سے ایک میل دور چلا جاتا ہے کہ کتنا بدبودار انسان ہے یہ اور کتنا گندا انسان ہے آج ہم اپنے کپڑوں کو اور اپنے گھروں کو اور گاڑیوں کو تو صاف کرتے ہیں، مگر اپنے اندر کو صاف کرنا ہمارے لیے کتنا مشکل ہو گیا ہے یہ اندر کا گند جو جھوٹ کی وجہ سے جمع ہے کل قبر میں یہ کھولے گا قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کل قیامت کے دن کے بارے میں هٰذَا یَوْمُ یَنْفَعُ الصّٰدِقِیْنَ

صِدْقُهُمْ ۔آج سچوں کو انکا سچ فائدہ دے گا۔کیا فائدہ دے گا فائدہ یہ ہے کہ آج وہ جنت میں داخل ہونگے جس کے نیچے نہریں بہتی ہیں اور اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوگا اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہونگے یہی بڑی کامیابی ہے۔

سچ اور اخلاص کا فرق بزبان جنید بغدادی:

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا کہ حضرت سچ میں اور اخلاص میں کیا فرق ہے۔فرمایا بھائی سچ تو اصل ہے اور اخلاص تو اس کی شرح ہے۔اسکی ایک شاخ ہے سچ تو ہر حال میں ضروری ہے۔اور اخلاص تو عمل کرنے کے بعد ضروری ہے اس لیے میرے دوستو اپنی گفتگو میں اپنے عزائم میں اپنے معاملات میں غرض ہر چیز میں سچ کو اپنانے کی کوشش کریں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس اخلاق حسنہ کی تعلیم امت کو دی ہے،اور وہ اعمال جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایمان اور اسلام کے لیے لازم قرار دیا ہے ان میں سے ایک عمل سچ بولنا اور جھوٹ سے اپنے آپ کو بچانا ہے۔

سچ بولنے والا عنداللہ صدیق ہوتا ہے:

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے کئی جگہ پر سچ بولنے والوں کی تعریف فرمائی ہے۔ اور حدیث میں نقل ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بے شک سچ انسان کو نیکیوں کی طرف لے جاتا ہے اور نیکیاں انسان کو جنت کی طرف لے جاتی ہیں اور آدمی جب سچ بولتا رہتا ہے اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ صدیق یعنی سچا انسان لکھا جاتا ہے اور جھوٹ انسان کو برائیوں کی طرف لے جاتا ہے اور برائیاں انسان کو جہنم کی طرف لے جاتی ہیں اور بندہ جھوٹ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں جھوٹوں میں لکھ دیا جاتا ہے۔اس لیے میرے دوستو اردو کی کہاوت ہے پہلے تو لو پھر بولو تا کہ جو بات میں کر رہا ہوں کہیں اس کلمہ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ناراض تو نہیں ہو جائیں گے کہیں اس بات پر میری پکڑ تو نہیں ہو جائے

گی، ایک صحابی حضرت عقبہ ابن عامر جو آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں آتے ہیں اور وہ کہتے ہیں نجات کس چیز میں ہے آپ ﷺ نے فرمایا ما النجاۃ قال رسول اللہ ﷺ

املك عليك لسانك وابك على خطيئتك وليسعك بيتك

کہ اپنی زبان کی حفاظت کرو اور اپنے گھر میں رہا کرو اور اپنے گناہوں پر رویا کرو اسی میں تمہاری نجات ہے۔

اگر آپ سچ بولیں گے تو معاشرہ آپ کی طرف آئے گا اور اگر اس میں جھوٹ ہے تو والد اپنے بیٹے سے اور بیٹا اپنے والد سے نفرت کریں گے کیونکہ زبان پر اعتبار نہیں رہا ہے۔

شاہ عبدالقادر جیلانی کی سچائی اور ڈاکوؤں کی توبہ:

شاہ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ جو بہت بڑے پیر گزرے ہیں جن کو پیران پیر کہا جاتا ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے معاملات کی بنیاد سچ پر رکھی تھی، کہتے ہیں کہ میں جب گھر سے تعلیم حاصل کرنے کے لیے نکلا تو والدہ نے مجھے ایک نصیحت کی تھی وہ یہ ہے کہ میرے بیٹے سچ بولنا اور مجھے چالیس دینار دے دیئے اور کہا کہ یہ تمارا خرچہ ہے جاؤ دینی تعلیم حاصل کرو اور ہمیشہ سچ بولنا اس زمانے میں قافلے چلا کرتے تھے تو شاہ عبدالقادر جیلانیؒ ایک قافلے کے ساتھ روانہ ہو گئے راستے میں ڈاکوؤں نے قافلے کو پکڑ لیا اور ایک ایک آدمی سے پوچھنا شروع کر دیا کہ تمہارے پاس کیا ہے۔ جب حضرت شاہ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک ڈاکو آیا تو اس نے پوچھا کہ آپ کے پاس کیا ہے۔ تو حضرت نے فرمایا کہ میرے پاس چالیس دینار ہیں۔ وہ سمجھا کہ یہ چھوٹا بچہ ہے، میرے ساتھ مزاق کر رہا ہے وہ آگے چلا گیا ایک دوسرا آیا اس نے پوچھا کہ تمہارے پاس کیا ہے حضرت نے فرمایا کہ چالیس دینار ہیں وہ سن کر بڑا حیران ہوا کہ ایسے موقعہ پر آدمی کوشش کرتا ہے کہ جھوٹ بول کر جان بچائی جائے اب

وہ چور ان کو پکڑ کر اپنے سردار کے پاس لے گیا۔ سردار نے سارے واقعہ کو سنا تو پوچھا کہ آپ نے یہ ساری بات کیوں بتادی تو حضرت نے فرمایا کہ جب میں گھر سے چلا تھا تو میری والدہ نے مجھے نصیحت کی تھی کہ بیٹا سچ بولنا تو میں نے اس وجہ سے سچ بتا دیا ہے کہتے ہیں کہ اس جملہ کا اتنا اثر تھا کہ اس ڈاکو کی آنکھ سے آنسو نکل آئے اور وہ رو پڑا اور اس نے کہا کہ یہ ایک بچہ اپنی ماں کی بات پر کس طرح عمل کر رہا ہے اور مجھے میرے اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہے اور میں اس کے باوجود چوریاں اور ڈاکے مار رہا ہوں فوراً اس نے کہا کہ میں آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتا ہوں تو سارے چوروں نے کہا کہ جب آپ چوری میں ہمارے سردار تھے آج توبہ میں بھی ہم آپ کی طرح توبہ کرتے ہیں۔ لہٰذا اب بھی آپ ہی ہمارے سردار ہیں یہ سچ کا انجام اور نتیجہ ہے۔

غزوہ تبوک سے رہ جانے والے تین صحابہ کی سچّائی اور قبولیت توبہ:

رسول اللہ ﷺ غزوہ تبوک کے لیے صحابہ کرام کے ساتھ گئے تین صحابہ کرام تھے کعب ابن مالک عنہ حضرت ہلال ابن امیہ اور حضرت مرارہ ابن ربیعہ رضوان اللہ علیہم اجمعین یہ کسی وجہ سے غزوہ میں شریک نہیں ہو سکے۔ رسول اللہ ﷺ جب غزوہ سے واپس آئے تو روایات میں آتا ہے کہ منافقین نے جا کر معذرت کی کسی نے کہا کہ میں بیمار ہوں کسی نے کہا میرا فلاں کام تھا میں اس وجہ سے نہیں جا سکا۔ مگر ان تین صحابہ کرام نے کہا کہ ہم نے جھوٹ نہیں بولنا، یہ جب گئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کیا عذر تھا، انہوں نے فرمایا کہ کوئی عذر نہیں تھا اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا جاؤ تمہارا فیصلہ اب اللہ تعالیٰ کریں گے، یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے کہا کہ ان سے ہاتھ مت ملاؤ اور جب چالیس دن گزر گئے تو ان کی بیویوں کے پاس پیغام بھیجا کہ ان سے الگ ہو جاؤ، یہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین فرماتے ہیں کہ زمین کشادہ ہونے کے باوجود ہم پر تنگ ہوگئی اور پھر پچاس دن کے بعد قرآن کریم کی آیت نازل ہوئی۔

لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيْغُ قُلُوْبُ فَرِيْقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ○

اللہ تعالیٰ نے مہربانی کی پیغمبر پر مہاجرین اور انصار پر اور ان تین صحابہ پر جو پیچھے رہ گئے تھے اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کی چنانچہ کعب ابن مالک رضی اللہ فرماتے ہیں کہ میں زندگی میں ایمان لانے کے بعد میری خوشی کا سب سے بڑا موقع تھا جب اعلان ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری معافی کا اعلان کر دیا ہے اور جو منافقین تھے جنہوں نے جھوٹ بولا تھا اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں فرمایا سَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ اِذَا انْقَلَبْتُمْ اِلَيْهِمْ لِتُعْرِضُوْا عَنْهُمْ فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمْ اِنَّهُمْ رِجْسٌ وَّمَاْوٰهُمْ جَهَنَّمُ جَزَآءً بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ○ وہ آپ کے پاس آتے ہیں اور جھوٹ بولتے ہیں ان سے اعراض کریں اس وجہ سے کے ان کا انجام جہنم ہے، جھوٹ کا انجام جہنم ہے سچ کا انجام جنت ہے جھوٹ کا انجام اللہ تعالیٰ کا غضب ہے سچ کا انجام اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے۔

سچائی زمین پر ذرخیزی لاتی ہے:

سچ سے زمین پر نیکیاں اور بھلائیاں پھیلتی ہیں اور جھوٹ سے زمین پر برائیاں پھیلتی ہیں، چنانچہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سچوں کی کامیابی کا اعلان کریں گے کہ آج سچوں کو ان کا سچ فائدہ دے گا قال الله هذا يوم ينفع الصادقين صدقهم اور وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جنت میں داخل کر دیے جائیں گے اس لیے میرے دوستو اپنے ساتھ سچ کو لازم پکڑو تا کہ کل کسی بھی قسم کی شرمندگی سے یا ناکامی سے بچا جا سکے۔

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں (آمین)

واخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين

گانا بجانے کی حرمت

گانا بجانے کی حرمت

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِىْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّيَتَّخِذَهَا هُزُوًا اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ○ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا وَلّٰى مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا كَاَنَّ فِىْٓ اُذُنَيْهِ وَقْرًا فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ○ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتُ النَّعِيْمِ ○ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ○ (سورة لقمان)

قال رسول الله ﷺ الغناء ينبت النفاق في القلب كما ينبت الماء الزرع (الحديث)

محترم دوستو اور بزرگو!!

آپ حضرات کے سامنے سورۃ لقمان کی چار آیات تلاوت کی ہیں۔ اللہ تعالیٰ

فرماتے ہیں بعض لوگ ایسے ہیں جو خریدتے ہیں غفلت میں ڈالنے والی چیزیں تا کہ وہ گمراہ کریں اللہ تعالیٰ کے راستے سے بغیر علم کے اور وہ بناتے ہیں اللہ تعالیٰ کے راستے کو مزاق ایسے لوگوں کے لئے ذلیل کرنے والا عذاب ہے، اور جب تلاوت کی جاتی ہیں، ان پر ہماری آیتیں تکبّر کرتے ہوئے منہ موڑ لیتے ہیں، گویا کہ انہوں نے ان آیتوں کو سنا ہی نہیں گویا کہ ان کے دونوں کان بہرے ہیں انہیں بھی دردناک عذاب کی خبر دے دو، بے شک وہ لوگ جو ایمان لائیں اور نیک اعمال کئے ان کے لیے جنّت کے باغات ہیں، ہمیشہ اس میں رہیں گے اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچّا ہے، اللہ تعالیٰ غالب بھی ہے اور اللہ تعالیٰ حکمت والا بھی ہے۔

موسیقی حرام ہے:

ان چار آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے دو طبقوں کا ذکر کیا ہے، پہلے نافرمانیوں کا ذکر کیا ہے اور دوسری دو آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے فرمانبرداروں کا ذکر کیا ہے تو جو نیک عمل والے ہیں نیکیاں کرتے ہیں بھلائیاں کرتے ہیں ایسے لوگ تو آخرت کی ہمیشہ ہمیشہ کی نعمتیں حاصل کریں گے اور ان نعمتوں کا وعدہ اللہ تعالیٰ ان سے کرتا ہے، اور جسکو اللہ تعالیٰ کے وعدے کا یقین ہوگا، وہ ان نعمتوں کو ضرور حاصل کریں گے اور ان نعمتوں کے حصول میں وہ اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے حکموں کو اپنائے گا۔ اس کے مقابلہ میں ایک دوسرا طبقہ ہے اور یہ وہ طبقہ ہے جن کو اللہ تعالیٰ کے وعدے پر یقین نہیں ہوتا ہے، اور آخرت ان کو سمجھ نہیں آتی ہے بس نفس کا بندہ بن کر اس کی غلامی اور اتباع کامیابی سمجھ رہے ہیں۔ وہ سب کچھ اس دنیا کو سمجھ بیٹھتے ہیں اور پھر اس کے لیے اپنی نعمتوں اور راحتوں کو حاصل کرنے کے لیے ہر وہ کام کرتے ہیں، جو ان کو اچھا لگے اور جس میں ان کو مزا آئے، چاہے حرام ہو یا حلال ہو۔ جائز ہو یا ناجائز ہو اب یہاں پر اللہ تعالیٰ نے نافرمانوں کے ایک گناہ کو بیان کیا ہے اور وہ گناہ ہے گانا بجانا گانا سننا گانا گانا اور

گانے کی کیسٹیں سی ڈی اور موبائل کمپیوٹر میں ڈاؤن لوڈ کرنا اور اس کی خرید و فروخت کرنا یہ سارے کام شریعت کی رو سے حرام اور گناہ کبیرہ ہیں، اور افسوس کا مقام یہ ہے کہ وہ گانے اور وہ آلات لہو جن کے بارے میں آپ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے، مجھے گانے بجانے کے آلات کو توڑنے کے لیے بھیجا گیا ہے، یعنی وہ نبی آخر الزماں جن کو اللہ تعالیٰ نے عقیدہ توحید کو پھیلانے کے لیے اور کفر اور شرک کو مٹانے کے لیے بھیجا تھا اس کے ساتھ ساتھ گانے بجانے کو بھی ختم کرنے کے لیے بھیجا گیا ہے، اور آج اپنے آپ کو مسلمان کہلانے والا ان آلات پر اپنے دل اور جان سے فدا ہے۔ اگر دعوتوں میں شادی بیاہ میں میوزک نہ لگایا ہو تو کھانا اس کے حلق سے نیچے نہیں جاتا ہے، اور اس سے بڑھ کر افسوس کی بات یہ ہے کہ اب تو اس کو جائز بنانے کے بارے میں سوچا جارہا ہے کہتے ہیں موسیقی روح کی غذا ہے یاد رکھئے موسیقی روح کی غذا کافر کی تو ہوسکتی ہے مسلمان کی نہیں ہے۔

ذکر خداوند روح کی غذاء ہے:

یہ تو ایسی ہی بات ہے کہ اگر کوئی کہے کہ خنزیر بھی غذا ہے وہ دوسرے ملکوں میں فروخت ہوتا ہے اور لوگ اس کو کھاتے ہیں کھا کر کسی کے پیٹ میں آج تک درد نہیں ہوا ہے اور خنزیر کھا کر کوئی خنزیر نہیں بنا ہے۔ لوگ تو سانپ چوہے کتے ہر چیز کھا رہے ہیں کہ یہ غذا ہے، یقیناً غذا ہے، مگر کافر کی غذا ہے مشرک کی غذا ہے، اللہ تعالیٰ کے باغی اور قرآن اور نبی کریم ﷺ کے باغی کی غذا ہے اسی طرح موسیقی بھی غذا ہوگی، مگر کافر اور مشرک کی غذا ہوگی، اور جو مسلمان ہے نبی علیہ السلام کا ماننے والا ہے، اس کی یہ غذا نہیں ہوسکتی ہے، آسمانی خدائی تعلیم بتلاتی ہے کہ روح کی غذا ذکر میں ہے تبھی اللہ رب العزت قرآن مجید میں فرماتے ہیں: الا بذکر اللہ تطمئن القلوب کہ دلوں کا سکون ذکر الٰہی میں ہے اللہ اللہ کی صدائے بلند کرنے میں اور دوسری جگہ آتا

ہے فاذکرونی اذکرکم مجھے یاد کروگے تو میں تمہیں یاد کروں گا۔

سامعین محترم! اللہ کو جس نے یاد کیا اس کو اللہ نے یاد کیا اور جس کو اللہ یاد کرے اس کے دل ودماغ زندگی میں سکون ہی سکون ہے راحت وآرام ہے، یاد رکھیں شریعت چودہ سو سال پہلے سے مکمل چلی آرہی ہے اور یہ دین اللہ تعالیٰ کا ہے: وَمَا اُمِرُوْا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ اور جس کو اللہ تعالیٰ نے مکمل کردیا ہے، ہماری شریعت نہ صرف مکمل ہے بلکہ محفوظ بھی ہے۔

دین میں حلال اور حرام بالکل واضح ہیں:

لہٰذا شریعت نے جس چیز کو حلال کہا وہ قیامت تک حلال ہے اور جو چیز چودہ سو سال پہلے حرام تھی آج بھی حرام ہے اور رہتی دنیا تک حرام رہے گی، کیونکہ حدیث شریف میں آتا ہے الحلال بین والحرام بین وبینهما مشتبهات کہ حلال وحرام سب روشن اور واضح ہیں۔ اگر چہ ساری دنیا کے ووٹ اس کے خلاف کیوں نہ ہوں، کسی آدمی کے قول کا کیا مقام ہے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے مقابلے میں وہ اللہ جو آسمان زمین کا مالک ہے، اس اللہ تعالیٰ کا حکم چلے گا انسان کی مرضی اللہ تعالیٰ کے حکم کے مقابلے میں نہیں چل سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ لوگوں میں سے بعض لوگ وہ ہیں جو لغو چیزوں کو خریدتے ہیں، قرآن کریم میں خود جا کر دیکھیں حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ صحابہ کرام میں سب سے بڑے عالم تھے قرآن اور حدیث کو سمجھنے والے تھے ان کے شاگردوں نے ان سے پوچھا کہ حضرت یہ لغو والی حدیث کیا ہے، حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرمانے لگے کہ قسم ہے اس ذات کی جسکے سوا کوئی معبود نہیں اس سے مراد گانا بجانا ہے یہ الفاظ حضرت نے تین مرتبہ ادا فرمائے، آج بتایئے وہ کون سا گھر ہے مسلمان کا جس کے گھر میں گانے کی کیسٹیں موجود نہیں ہیں، گھر تو دور کی بات ہے یہ جو آدھے گھنٹہ کا سفر کرتے ہیں اس میں بھی

گانا لگاتے ہیں اور وہ گانوں کی کیسٹوں سے بھری ہوئی ہوتی ہیں اور پھر اس کیسٹ پر جو گانا گاتا ہے اس کی تصویر بناتے ہیں اس پر اس کا نام ہوتا ہے۔ چنانچہ آج ایک دس سال کے بچے کے سامنے کوئی گانا لگائیں تو وہ ان سب کے نام پہنچانتا ہوگا، آج مسلمان ایک ایک بچہ اس بات کو فخر سے پہچانتا ہے اور کہتے ہیں یہ ہماری ثقافت ہے، اور یہ ہمارا فنکار ہے اور اس کو بڑے اعزاز سے نوازا جاتا ہے۔ انتہائی افسوس کی بات ہے کہ ہمیں بالی ووڈ ہالی ووڈ کے فنکاروں اور ان کی فلمی تاریخ کا تو علم ہوتا ہے لیکن اسلام کے ہیروؤں کا پتہ نہیں ہوتا اسلامی تاریخ ہمیں معلوم نہیں ہوتی کسی نے کیا خوب کہا:

تمہاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ ہی خودکشی کرے گی
جو شاک نازک پہ آشیانہ بنے گا ناپائیدار ہوگا

آج کے مسلمان کو کلمہ کے تصحیح الفاظ تک نہیں آتے کلمہ کا صحیح ترجمہ آنا تو درکنار ہے۔ یہ افسوس کا مقام ہے یہ رونے کا مقام ہے کلمہ کا مقصد پتہ ہی نہیں ہے، فجر کی نماز کتنے بجے ہوتی ہے۔ جواب دیتا ہے پتہ نہیں کتنے بجے ہوتی ہے معلوم تو اس کو ہوتا ہے جو پڑھتا ہو، قضا کتنے بجے ہوتی ہے، اس کا بھی کسی کو معلوم نہیں ہے اور کہتا ہے کہ میں تو نو بجے اٹھ کر پڑھتا ہوں ایسے بول رہا ہوتا ہے جیسے کوئی مسئلہ ہی نہیں ہے کہ میں تو نو بجے نماز پڑھتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو نو بجے فرض نہیں کیا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے صبح صادق کے بعد فرض کیا ہے۔

آج ہر فنکار کا نام ہمیں یاد ہے ہر گانے کا سر ہمیں آتا ہے، اپنے گھروں میں اسکولوں میں باقاعدہ میوزیکل روم بنائے جاتے ہیں جہاں اپنے بچوں کو فنکار بنانے کیلئے باقاعدہ فنکار کرائے پر رکھے جاتے ہیں مگر افسوس کہ ہمارے اسکولوں اور گھروں میں ذکر کے لئے خانقاہ نہیں بنائی جائیں گی۔ ہماری مسلمانیت پر افسوس کی بات ہے، ہمیں قرآن کریم صحیح پڑھنا نہیں آتا، ہمیں کلمہ اور نماز نہیں آتی ہے کتنے لوگ ہیں جو

روزانہ وتر پڑھتے ہیں، مگر ان کو دعائے قنوت نہیں آتی ہے، کتنے مسلمان ہیں جن کو جنازہ پڑھنا نہیں آتا اللہ تعالیٰ نے فرمایا جوان گانوں والی چیزوں کو خرید تا ہے ان کے لیے ذلت والا عذاب ہے۔

میرے دوستو!

آج کے مسلمان پر ماتم کرنے کو دل چاہتا ہے ایک قاری صاحب نے بتایا کہ وہ کسی گھر میں قرآن پڑھانے جاتا تھا حسب معمول ایک دن اس نے دروازہ بجاتا تو اندر سے آواز آئی کہ آج بچے اسکول کے فنکشن کیلئے ڈانس کا ریہرسل کر رہے ہیں اسلیے آج قرآن نہیں پڑھیں گے۔

محترم دوستو!

جب ہم دین سے اس قدر بیزار ہو چکے ہیں تو یاد رکھئے ہماری زندگیوں میں خوشگواری آ ہی نہیں سکتی۔

گانا نفاق پیدا کرتا ہے:

اس آیت کے شان نزول میں آتا ہے کہ آپ ﷺ کی روایات میں ہے کہ آپ ﷺ کے دشمنوں میں سے ایک دشمن ہے جسکا نام روایات نضر ابن حارث لکھا ہے، یہ آپ ﷺ کا بہت سخت دشمن تھا جب اس کو پتہ چلتا کہ کوئی آدمی اسلام کی طرف مائل ہورہا ہے، اس کے دل مین اسلام کی محبت آرہی ہے تو یہ نضر ابن حارث اس کو اپنے پاس بلاتا تھا، اس کی دعوت کرتا تھا اس کو کھلاتا پلاتا تھا پھر اس کی ایک لونڈی تھی وہ اس کو کہتا تھا کہ اب اس کو گانا سناؤ تو وہ اس کو گانا سناتی تھی، جب پروگرام ختم ہوتا تو جو شخص وہاں گیا ہوتا تھا وہ اس کو کہتا تھا کہ محمد ﷺ کا قرآن بہتر ہے یا یہ گانا بہتر ہے، یاد رکھنا یہ گانا صرف گانا نہیں ہے بلکہ اسلام کے خلاف ایک زبردست تحریک ہے، یہ دشمن کا مہلک اور خاموش ہتھیار ہے، خاموش تلوار ہے مسلمانوں کو ذبح کرتا

جارہا ہے آپ ﷺ کا ارشاد ہے الغناء ینبت النفاق فی القلب کما ینبت الماء الزرع کہ گانا دل میں ایسا نفاق پیدا کرتا ہے جیسے پانی سبزے کو اگاتا ہے۔

گانا شیطانی منتر ہے:

جب آپ گانے سنیں گے تو اس سے دل میں نفاق پیدا ہوگا۔ جو گانے سنے گا اس کے دل سے قرآن کی عظمت نکل جائے گی، قرآن کا ادب نکل جائے گا اس لیے کہ قرآن نے گانے کی آواز کو شیطان کی آواز کہا ہے سورت بنی اسرائیل میں ذکر ہے، وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ اے شیطان ابھار جس پر تیری قدرت چلتی ہے ان انسانوں میں سے اپنی آواز کے ساتھ، مفسّرین نے لکھا ہے کہ بصوتک سے گانے کی آواز مراد ہے اور گانا شیطان کی آواز ہے اور قرآن یہ اللہ تعالیٰ کی آواز ہے گانا شیطان کا منتر ہے اور جس دل میں شیطان کا منتر ہو وہاں یہ اللہ تعالیٰ کی وحی نہیں آسکتی ہے، لہٰذا جس دل کا تعلّق گانے سے ہوگا اس دل کا تعلّق قرآن سے نہیں ہوسکتا ہے، اور جس گھر میں گانا بجے گا وہ گھر شیطان کا مرکز بنے گا، اس گھر میں اللہ تعالیٰ کی پاکیزہ مخلوق ملائکہ نہیں آئیں گے، پھر اس گھر میں شوہر بیوی سے ناراض ہوگا اور بیوی شوہر سے ناراض ہوگی بیٹا باپ سے تنگ ہوگا اس لیے کہ ملائکہ نہیں آتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی رحمتیں نہیں آتی ہیں، وہاں تو شیاطین نے ڈیرے ڈالے ہوئے ہیں، وہاں کوئی قرآن کی تلاوت کرنے والا نہیں ہے، وہاں کوئی نماز نہیں پڑھے گا اس گھر میں پھر خدا کے باغی اور نافرمان پلیں گے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِىْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ اور وہ آدمی جو خریدتا ہے غفلت میں ڈالنے والی چیزیں آج آپ اس کا ترجمہ یہ کرسکتے ہیں جو آدمی گانوں کی کیسٹیں سی ڈیز یا میموری کارڈ اور یو ایس بی میں گانے بھرتا یا بھرواتا ہے یا خریدتا ہے، تاکہ اللہ تعالیٰ کے راستے سے لوگوں کو گمراہ کرے، اور اللہ تعالیٰ کے دین کو مزاح بنائے۔

میں ایک دن ایک جگہ کھڑا تھا ایک ٹیکسی میں میوزک لگا ہوا تھا میرے ساتھ دو تین طلباء تھے میں نے ان کو کہا کہ اس کو بند کریں یہ میوزک لگایا ہوا ہے تو انہوں نے بتایا کہ یہ نعت لگائی ہوئی ہے اور اس نعت میں میوزک ہے تو میں نے جب غور سے سنا تو وہ مشہور نعت ہے عربی کی اللہ ہو اللہ ہو جس میں آپ ﷺ کی تعریف کی گئی ہے اب اس نعت کے ساتھ کتنا ظلم عظیم ہے کہ اس میں میوزک ڈال دیا گیا ہے اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ کی تعریف ہو رہی ہے۔

یاد رکھیں یہ ڈھول باجے اور ان کے متعلق تمام امور شیطانی کام ہیں آج کل کیبل سسٹم لگا دیا ہے اور کہتے ہیں یہ قانونی کام ہے، مسلمان لگا رہے ہیں مسلمانوں کے ملک میں ہے مسلمان اس کو استعمال کر رہے ہیں، یہ قانون بن گیا ہے، یہ ملک اس قانون کے لیے نہیں بنا تھا، یہ ملک اسلامی قانون کے لیے بنا تھا اس قانون کا کوئی نام نہیں لیتا ہے اور بے حیائی کے قانون دن بدن بنتے جا رہے ہیں، یہ شیطانی قانون ہمارے ملک میں بن رہے ہیں اور ہم ان کو اپنے گھروں میں ڈال رہے ہیں۔

گانوں سے بچیں:

میرے مسلمان بھائیو!!

خود کو بچاؤ اپنی اولادوں کو بچاؤ، اور خاص طور پر نوجوانوں کو کہ ان گانے والے آلات کو توڑ دو اور ان کی جگہ قرآن کریم کی تلاوت علماء کے بیانات خود بھی سنیں اور مسلمانوں کو بھی سنائیں، ان ملعونوں کے کاموں سے بچو تم ان کے گانوں کو سن کر ان کے کاروبار کو بھی ترقی دیتے ہو اور اپنے دل کو بھی نفاق سے بھرتے ہو۔

چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے بھیجا ہے ہدایت اور رحمت بنا کر ایمان والوں کے لیے میں ان کی راہنمائی کرتا ہوں اور ان کو صحیح راستہ بتاتا ہوں اور رحمت بنا کر بھیجا ہے کہ اس سیدھے راستہ پر چل کر تم خدا کی رحمت پالو گے لوگ کہتے

ہیں حالات ٹھیک نہیں ہیں، خراب ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ جب انسان خود غلط راستہ پر چلتا ہے تو حالات خراب ہوتے ہیں، پریشانیاں ملتی ہیں دنیا کا بھی اصول ہے کہ ہر بڑا اپنے چھوٹے سے کہتا ہے کہ بیٹا سیدھے راستے پر چلنا اگر بچہ اسکول جارہا ہے تو اس کو راستہ بتاتے ہیں کہ یہ سیدھا راستہ ہے اگر وہ راستہ سے ہٹ گیا تو خود ہی پریشان ہوگا اس طرح آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو راستہ میں تمہیں دے رہا ہوں اس راستہ پر چلو تو تم کامیاب بھی ہوگے اور پریشانیاں بھی نہیں آئیں گیں اور تم اللہ تعالیٰ کی رحمت کو پالو گے اور وہ تمہیں مل جائے گی اور ہم کہتے ہیں کہ ہم اپنی مرضی سے چلیں گے اور خدائی رحمت چاہیے۔ تو وہ اسطرح نہیں مل سکتی کہ چھت کے نیچے بیٹھ کر کوئی آدمی کہے کہ مجھے بارش مل جائے ایسا نہیں ہوسکتا، بلکہ اس بارش کو حاصل کرنے کے لیے مجھے میدان میں نکلنا پڑے گا اس طرح اللہ تعالیٰ کی رحمت کی بارش بھی برس رہی ہے وہ بارش بند نہیں ہوئی دنیا میں بہت سارے ایمان والے موجود ہیں صلحاء اور نیک لوگ موجود ہیں اللہ تعالیٰ کی بارش ان کے ذریعہ برس رہی ہے، لیکن وہ اس راستے پر برس رہی ہے جس راستہ پر اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین چلے تھے اگر اس راستہ پر چلے گا تو وہ یہ بارش پالے گا، وہ خوشیاں اور اللہ تعالیٰ کے تعلق امن کو پالے گا، سب کچھ مل سکتا ہے، مگر شرط یہ ہے کہ راستہ نبی کریم ﷺ والا ہو مگر ہمارا نفس اتنا موٹا ہو چکا ہے شیطان ہم پر اتنا حاوی ہوگیا ہے کہ اس کا مقابلہ اب کرنا بہت مشکل ہوگیا ہے، اس لیے فرمایا جنت میں جانا بہت آسان ہے ایک قدم نفس پر رکھو تو اگلا قدم جنت میں ہے۔

نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ اور مجھے اس لئے بھیجا ہے کہ میں گانے بجانے کو ختم کروں اور آج مسلمان اس کو سجا کر رکھتا ہے۔

آج کا مسلمان اور اس کا گھر:

آج مسلمان کا مہمان خانہ جو سجا ہوا ہے ہر مسلمان اس کو ایمان کی نظر سے دیکھے

دنیا کی نظر سے اور کافروں کے گھروں کی نظر سے نہیں بلکہ اس کو ایک مسلمان کی حیثیت سے دیکھیں ، ایک مسلمان کے گھر میں کیا ہونا چاہیے اور کیا نہیں ہونا چاہیے ، آج مسلمان کے مہمان خانے میں اتنی بڑی ایل سی ڈی ہے جتنی یہ دیوار ہے اور پھر اس کو رکھتے ہیں مہمان خانہ میں تاکہ آنے والا دیکھے کہ میں اللہ تعالیٰ کا کتنا باغی ہوں اور گھروں کے اوپر اتنے بڑے بڑے ڈش رکھے ہوئے ہیں تاکہ ساری دنیا کو پتہ چلے کہ ہم اپنے رسول کے کتنے بڑے نافرمان ہیں ، ہمارے دین اور ہمارے اسلام کے دشمنوں نے ان کو نکالا ہے اور ہم لگا رہے ہیں کہ تم خوش ہو جاؤ ہم تمہارے ہیں ، باطل آج ہمارے اوپر کیوں اتنا حاوی ہوگیا ہے اور ہمارے ایمان آج اتنے کمزور کیوں ہوگئے ہیں ، ایک زمانہ تھا جو ہم نے بھی نہیں دیکھا ہے ، مگر اپنے بزرگوں سے سنا اور کتابوں میں پڑھا ہے کہ جب صبح نماز کے لیے جاتے تھے تو گلیوں سے قرآن کی تلاوت کی ذکر اللہ کی آوازیں آیا کرتی تھیں عورتیں گھروں میں نمازیں پڑھا کرتی تھیں اور مرد مسجدوں میں آیا کرتے تھے اور آج مسلمان کے گھر سے مسلمان کی دوکان سے اور مسلمان کی گاڑی سے بلکہ مسلمان کی زبان سے گانوں کی آواز آتی ہے مسلمانوں کی وہ زبانیں جو کبھی اللہ اللہ سے تر ہوتی تھیں آج گانوں کی چکنائی ان زبانوں کو لگی ہوئی ہے جو ہٹ کر نہیں دیتی ۔

خوشی کا موقع اللہ کو یاد کرنے کا ہے :

ہمارے پروگرام اس وقت تک نامکمل رہتے ہیں جب تک کسی پاپ سنگر کو بلا کر محفل کی زینت نہ بنالیا جائے ہماری خوشی اسوقت تک مکمل نہیں ہوتی جب تک اس میں گانا اور میوزک نہ ہو ۔ کیا خوشی کا موقع خدا کی نافرمانی کا موقعہ ہے حدیث میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا دو آوازیں ایسی ہیں ، ان پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے ایک خوشی میں گانے کے آلات بجانا اور دوسری آواز غم میں چیخ چیخ کر رونا بعض عورتیں

ہوتی ہیں ان کا ایک خاص طریقہ ہوتا ہے جس کی وجہ سے وہ اوروں کو بھی رلاتی ہیں، اب یہ غم اور خوشی ہمیں اللہ نے دی ہے، خوشی کے موقع پر اللہ تعالیٰ کہتا ہے، اے بندے شکر کرو چنانچہ ہماری جو خوشی کے دن ہیں وہ سال میں دو دن ہیں کہ ہم اجتماعی طور پر اس میں خوشی مناتے ہیں تو روزانہ ہم کتنی نمازیں پڑھتے ہیں، پانچ اور عید والے دن چھ پڑھتے ہیں۔

اس کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ اے بندے یہ تمہاری اجتماعی خوشی ہے تو تم میرا شکر ادا کرتے رہو اگر تمہیں دنیا میں کوئی خوشی ملے تو اس عید کے دن سے عبرت حاصل کرو کہ جب بھی خوشی آئے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو اس میں نافرمانی نہ کرو، اور غم اللہ تعالیٰ نے دیا اگر کوئی بیمار ہے یا ہمارے کسی رشتہ دار کا انتقال ہوا ہے تو اس میں اللہ تعالیٰ نے صبر کرنے کا کہا ہے اِنَّمَا یُوَفَّی الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَھُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ اس لیے کہ صبر کرنے والے کا اجر بے حساب ہے، جس کو اللہ تعالیٰ اجر دیں تو اس کا حساب کس کے پاس ہے، اب ہم بے صبرے بن کر کیا کرتے ہیں جو ہونا تھا وہ ہو گیا، جو ہمیں ثواب ملنا تھا اس سے بھی ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں۔

گانا سننا نفاق ہے:

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ گانا دل میں نفاق کو ایسے پیدا کرتا ہے جیسے پانی سبزے کو اگاتا ہے، اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسی طرح جب تم گانے سنو گے تو یہ تمہارے دل میں نفاق کو پیدا کرے گا۔

نفاق کس کو کہتے ہیں: نفاق کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ انسان کا ظاہر ایک طرح ہو اور اندر دوسری طرح ہو اس کو کہتے ہیں نفاق اب ایک آدمی گانا سنتا ہے اب دو صورتیں ہیں یا تو یہ آدمی نماز روزے کا پابند ہی نہیں ہے اب اس گانے نے اسکے اندر نفاق

کو پیدا کیا کہ دعویٰ تو ایمان کا ہے جو اس کے اندر ہے ہی نہیں، یہ مسلمانوں والے اعمال نہیں، دوسری صورت کہ وہ نماز روزے کا بھی پابند ہے اور گانا بھی سنتا ہے، اب دعویٰ تو یہ ہے کہ میں اللہ اور رسول سے محبّت کرتا ہوں، مگر دوسری طرف جب گانے سنتا ہے تو مطلب ہے کہ نافرمانی سے نہیں بچتا ہے، جن کاموں سے منع کیا ہے ان سے نہیں بچتا ہے۔

گانا سننے والوں پر آسمانی عذاب:

ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری امت میں کچھ لوگ ہونگے اللہ تعالیٰ انکو خنزیر اور بندر کی شکل میں بنادیں گے صحابہ کرام نے فرمایا یا رسول اللہ کیا وہ مسلمان بھی ہونگے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں وہ مسلمان بھی ہونگے اور وہ گواہی بھی دیں گے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے اور وہ روزے بھی رکھیں گے، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے فرمایا یا رسول اللہ ﷺ پھر کیا وجہ ہے فرمایا کہ وہ گانے سنا کریں گے، اور شراب پیا کریں گے، اور ایک رات وہ شراب پئیں گے اور وہ صبح اس حال میں اٹھیں گے کہ اللہ تعالیٰ ان کو خنزیر اور بندر بنا چکا ہوگا۔

اللہ تعالیٰ ہماری اور امت مسلمہ کی اور ہماری نسلوں کی حفاظت فرمائیں، محدثین فرماتے ہیں ایک مطلب تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو خنزیر اور بندر جو بنائے گا وہ قرب قیامت کا وقت ہوگا اللہ تعالیٰ سے حفاظت کی دعا کیا کریں۔

اور دوسرا مطلب یہ ہے جو گانے سنتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو خنزیر اور بندر بنانے کا مطلب یہ ہے جو عادت خنزیر اور بندر میں ہیں وہ اس گانا سننے والے کے اندر پیدا ہوجاتی ہیں خنزیر کی سب سے بری عادت یہ ہے کہ وہ جانور میں سب سے بے غیرت جانور ہے اور بندر میں یہ عادت ہے کہ وہ نقال ہوتا ہے نقالی کرتا ہے، اب جو گانا سنے گا اس کے اندر ایک تو خنزیر والی عادت یہ ہوگی کہ وہ بہت بے حیاء ہوگا اور بندر کی طرح

نقال ہوگا، چنانچہ جو گانا سنتے ہیں وہ کبھی ایک کی طرح اپنی شکل بناتے ہیں کہ دوسرے کی طرح بناتے ہیں،

اور یہی وجہ ہے کہ جو گانا سنتا ہے اس کے اندر حیا بالکل ختم ہو جاتی ہے اور آج تو گانے سے بھی آگے نکل گئے ہیں، باپ بیٹے کے سامنے بیٹھ کر فلم دیکھ رہا ہوتا ہے اور ساتھ سارے گھر والے موجود ہوتے ہیں، ٹی وی پر کس قسم کے لوگ آتے ہیں اور کس طرح وہ لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرتے ہیں یہ آپ لوگ سب جانتے ہیں، مگر باپ کو بیٹے سے اور بیٹے کو باپ سے کوئی شرم محسوس نہیں ہوتی ہے، گھر کے اندر ٹی وی لاؤنج بنایا ہوتا ہے وہیں کھانا کھاتے ہیں وہیں سامنے ماں اور بیٹی ٹی وی دیکھ رہے ہیں کوئی تو خدا کا خوف کریں آج ہمارا یہ حال ہو چکا کہ اس کو کوئی برا کہنے والا نہیں ہے، پورا گھر اس پر خاموش ہوتا ہے اور اس کو گناہ تک نہیں سمجھتے ہیں مزید ستم یہ کہ سارے گھر ان فلمی ایکٹروں کے ڈائیلاگ پر تبصرے کرتے ہیں خود ان ایکٹروں پر تبصرے کرتے ہیں کہیں سے کسی کو حیاء نہیں آتی۔ اس لیے میرے دوستو یہ بہت بڑی لعنت ہے اور اس لعنت سے اپنے آپ کو اور اپنی اولادوں کو بچاؤ۔

قیامت کے دن گانا سننے والے کان میں سیسہ پگلا کر ڈالا جائے گا:

حدیث میں آتا ہے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ جو گانے سنتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے کانوں میں سیسہ پگھلا کر ڈالا جائے گا یہ کان اللہ تعالیٰ نے دیئے ہیں کہ ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا قرآن سنو اس کان سے نیکی کی باتیں سنو اور اس زبان سے نیکی کی باتیں کرو،

گانے سے پرہیز کرنے والے کا انعام:

ایک حدیث میں آتا ہے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ

تعالیٰ فرمائیں گے وہ لوگ کہاں ہیں جو اپنے کانوں کواور اپنی زبان کو غنا سے محفوظ رکھتے تھے، ان کو مجمع سے نکالا جائے گا، اور ان کو مشک کے ٹیلوں پر بٹھا کر اللہ تعالیٰ فرشتوں سے کہیں گے ان کو میری تسبیح اور تمجید سناؤ اسی آواز سے سنیں گے کہ اس سے پہلے کبھی انہوں نے ایسی آواز نہی سنی ہوگی ہم گانے سن سن کر اپنے آپ کو بد بخت بنا رہے ہیں۔

میرے دوستو! اللہ کا قرآن سنو اور اس دن کو یاد کرو جس دن اللہ تعالیٰ جنت میں لے جائے گا اور اللہ تعالیٰ خود قرآن سنائے گا، اور یہ لذت اس کان کو ملے گی جو دنیا میں پاک ہونگے، جو بے حیاء لوگوں کے گانے نہیں سنتے تھے اپنے کانوں کو پاک رکھتے تھے اللہ تعالیٰ ان کو قرآن سنائیں گے، گانا شیطان کا اثر ہے، اور جہاں شیطان کا اثر جائے گا وہاں قرآن نہیں جائے گا اس لیے آج مسلمان قرآن صحیح نہیں پڑھ سکتا ہے، اگر کسی سے کہو کہ سناؤ قرآن تو کہتے ہیں مجھے تو نہیں آتا ہے، تم کیسے مسلمان ہو تمہارے دل میں کبھی یہ جذبہ نہیں آیا ہے کہ میں قرآن صحیح پڑھنا شروع کردوں، ورنہ کل تم اللہ تعالیٰ کو کیا جواب دو گے، اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو اور تمام مسلمانوں کو گانوں سے اور آج کے اس معاشرے کی تمام لغویات سے اپنی حفاظت میں رکھیں اور اللہ تعالیٰ اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین
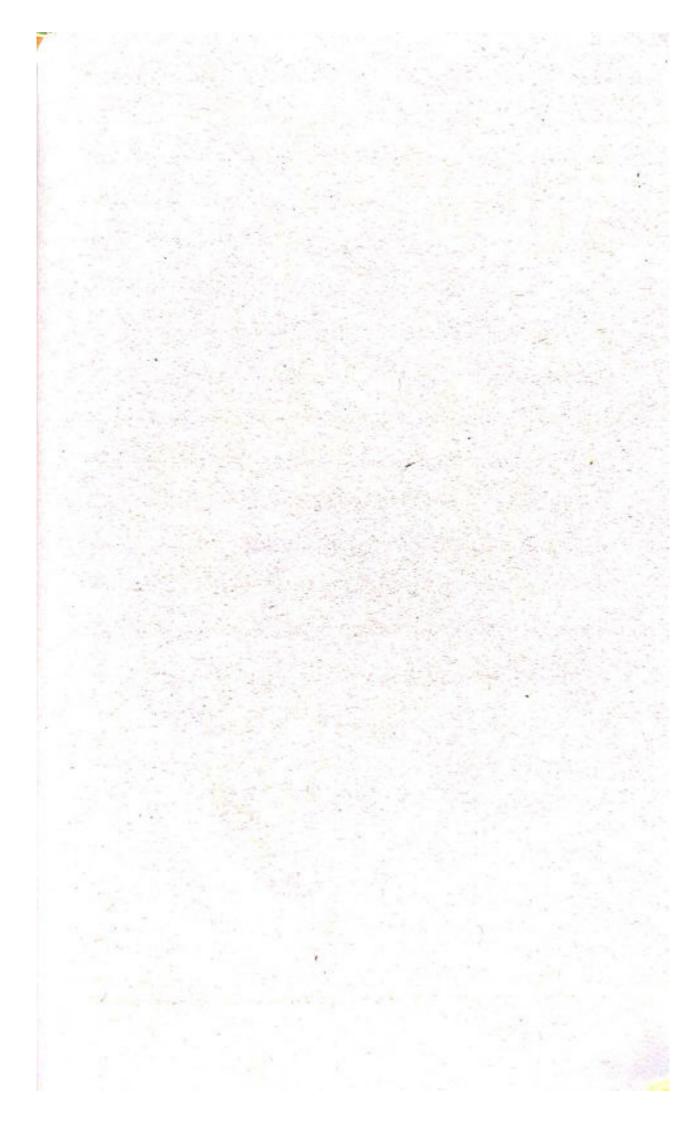
ناپ تول میں کمی کرنا حرام ہے

ناپ تول میں کمی کرنا حرام ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ
وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ
سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ
یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ
لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ
صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ
وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
وَیْلٌ لِّلْمُطَفِّفِیْنَ ○ الَّذِیْنَ اِذَا اکْتَالُوْا عَلَی النَّاسِ
یَسْتَوْفُوْنَ ○ وَاِذَا کَالُوْھُمْ اَوْ وَّزَنُوْھُمْ یُخْسِرُوْنَ ○
اَلَا یَظُنُّ اُولٰٓئِکَ اَنَّھُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ ○ لِیَوْمٍ عَظِیْمٍ ○

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لیے تباہی ہے، وہ لوگ جب اپنے لیے ناپتے ہیں لوگوں سے تو وہ اپنا حق پورا پورا لیتے ہیں، اور جب وہ لوگوں کو ناپ کر یا تول کر دیتے ہیں تو وہ اس میں کمی کرتے ہیں، کیا ان لوگوں کو اس بات کا خیال نہیں ہے کہ انہیں دوبارہ اٹھایا جائے گا ایک بہت بڑے دن کے لیے جس دن ساری مخلوق اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑی ہوگی،

ان آیات مبارکہ میں ان لوگوں کے لیے جو تجارت اور کاروبار کرتے ہیں اور اس میں لوگوں کے ساتھ دھوکہ کرتے ہیں ناپ تول میں کمی کرتے ہیں ایسے لوگوں کے

لیے عذاب کا اعلان کیا گیا ہے اور تباہی اور بربادی کا اعلان ہے یہ سورت مکی سورت ہے کیونکہ مکۃ المکرّمۃ میں مکہ والے بہت بڑے بڑے تاجر تھے اور یہ مختلف ملکوں میں تجارت کی غرض سے سفر کیا کرتے تھے، ملک شام روم فارس وغیرہ ملکوں میں ان کا سفر عام تھا اور چونکہ مکۃ المکرّمہ کو روز اول سے اللہ تعالیٰ نے اس کو مرکزیت عطا کی ہے کہ دنیا کے مختلف ملکوں سے لوگ وہاں عبادت کی نیت سے اور حرمین کی زیارت کی نیت سے سفر کرتے ہیں، اور جب وہاں جائیں گے تو لازما کوئی نہ کوئی چیز ضرور خریدیں گے، اپنی ضروریات کو حاصل کریں گے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہماری مخلوق کو اور ہمارے بندوں کو جو انسان دھوکہ دے وہ انسان کامیاب نہیں ہے وہ تو ناکام ہے وہ تباہ انسان ہے اور اس حکم کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے کہ قوم شعیب علیہ السلام کا ایک واقعہ بھی ذکر کیا ہے: وَاِلٰی مَدْیَنَ اَخَاهُمْ شُعَیْبًا قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ وَلَا تَنْقُصُوا الْمِكْیَالَ وَالْمِیْزَانَ اِنِّیْۤ اَرٰىكُمْ بِخَیْرٍ وَّ اِنِّیْۤ اَخَافُ عَلَیْكُمْ عَذَابَ یَوْمٍ مُّحِیْطٍ ۝ وَ یٰقَوْمِ اَوْفُوا الْمِكْیَالَ وَالْمِیْزَانَ بِالْقِسْطِ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْیَآءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِیْنَ ۝

حضرت شعیب علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے جس قوم کی طرف بھیجا تھا یہ مدین والے تھے یہ ان کے علاقہ کا نام تھا، حضرت شعیب علیہ السلام نے پہلے ان کے سامنے وہ بنیادی بات پیش کی کہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو تسلیم کرو اور اللہ تعالیٰ کو اس کی صفات میں اکیلا مانو یہ ہے تمہاری بنیاد اور جب تم نے اللہ تعالیٰ کو تسلیم کر لیا تو اب تم کاروباری لوگ ہو اپنے زمانے کے بڑے تاجر ہو لہٰذا فرمایا کہ تم ناپ تول پورا کرو انصاف کے ساتھ اور لوگوں کے لیے ان کی چیزوں میں کمی نہ کیا کرو اور زمین میں فسادی بن کر نہ پھرو۔

حضرت شعیب علیہ السلام کا اہل مدین کو نصیحت:

حضرت شعیب علیہ السلام نے ان کے سامنے دو باتیں رکھیں جو ان کے اندر پائی جاتی تھیں ایک تو ان کا عقیدہ خراب تھا کہ اپنا عقیدہ درست رکھو شرک کا عقیدہ مت رکھو اور دوسرے نمبر پر کہ تمہاری عملی زندگی میں جو تمہاری بڑی کوتاہی ہے وہ یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے ساتھ دھوکہ کرتے ہو یہ مت کرو حق دار کو اس کا پورا حق دیا کرو بَقِيَّتُ اللّٰهِ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ۝ وہ جو اللہ تعالیٰ تمہارے لیے باقی رکھے گا وہ تمہارے لیے بہتر ہے، یعنی وہ نفع جو تمہیں منافع کے بعد ملے گا وہ بہت بہتر ہے، اگر تمہارے دل میں ایمان ہے تو قوم نے جواب دیا، يٰشُعَيْبُ اَصَلٰوتُكَ تَاْمُرُكَ اَنْ نَّتْرُكَ مَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا اَوْ اَنْ نَّفْعَلَ فِىْٓ اَمْوَالِنَا مَا نَشٰٓؤُا . حضرت یہ آپ کیسی باتیں کرتے ہیں، یہ آپ کی عبادت آپ کی نماز یہ بتاتی ہے کہ ہم چھوڑ دیں وہ طریقہ جس پر ہمارے آباؤ اجداد عبادت کرتے تھے اور ہم چھوڑ دے اس بات کو کہ ہم اپنے مالوں میں جو کرنا چاہیں کریں یہ اختیار ہمارا ختم ہو جائے اِنَّكَ لَاَنْتَ الْحَلِيْمُ الرَّشِيْدُ ۝ آپ تو بڑے سمجھدار نظر آتے تھے، مفسّرین لکھتے ہیں کہ قوم کا مقصد یہ تھا کہ ہمیں تو آپ سے بڑی امیدیں تھیں، یعنی آپ ہمارے اس کام کو اور آگے بڑھاؤ گے، اور ہمارے کاروبار میں اور ترقی دلائیں گے آپ تو ہمارے جداد کے طریقے کو اور گھٹا رہے ہیں۔

زمین وآسمان کے ہر ذرے کا مالک اللہ ہے:

معلوم ہوا کہ جو مال اللہ تعالیٰ نے ہمیں دیا ہے ظاہراً تو اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس کا مالک بنایا ہے مگر اصل میں یہ مال اللہ تعالیٰ کا ہے ہمارا نہیں ہے، وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اللہ تعالیٰ ہی آسمان اور زمین کا وارث ہے، اس لیے ہمیں مال

سود میں لگانے کی اجازت نہیں ہے، ہمیں اس مال سے شراب خریدنے کی اجازت نہیں ہے، اور وہ تمام امور جن کو شریعت نے حرام قرار دیا۔ وہاں اپنا مال نہیں خرچ کر سکتے ہیں، لیکن افسوس کی بات ہے کہ آج ہم بھی وہی قوم شعیب والی بات کرتے ہیں، کہ ہمارا مال ہے ہماری مرضی ہے یہ کون ہوتا ہے جو ہمیں منع کرے، ہم اپنے مال سے مصلیٰ خریدیں یا ڈی وی ڈی خریدیں کوئی ہمیں منع نہیں کرسکتا۔

مال خدائی عطاء ہے اس کو خدائی قانون پر کمانا اور خرچ کرنا ضروری ہے:

اس لیے اللہ تعالیٰ ہمارے سامنے قرآن کریم میں وضاحت کے لیے بات کو دل میں اتارنے کے لیے دلیل کے طور پر اقوام کے واقعات بتاتے ہیں کہ دیکھو ہمارا یہ حکم اگر پورا نہیں کیا جائے گا تو تمہیں پھر تم مشقت میں پڑ جاؤ گے، کوئی بھی کمپنی والے کوئی مشین بنا کر دیتے ہیں تو اس کے ساتھ ایک کتابچہ بھی دیتے ہیں کہ دیکھو اس بٹن کو اس طرح چلانا ہے، اور فلاں بٹن کو اس طرح چلانا ہے، اگر ہم نے کمپنی کے اصول کو پورا نہیں کیا اور وہ مشین خراب ہوگئی تو ہم خود ذمہ دار ہیں کمپنی ذمہ دار نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے انسان کو بنایا اور اس کو صحیح طریقہ پر زندگی گزارنے کے لیے اس کے ساتھ کتاب بھی ہے جس کو قرآن کریم کہا جاتا ہے، اور اس میں احکامات بھی ہیں، اور ہر حکم کو سمجھانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے ساتھ مثالیں بھی دی ہیں، ساتھ میں واقعات اور دلائل بیان کیے تاکہ بات صرف حکم تک نہ رہے اور بات صحیح طریقہ دل میں اتر جائے۔

مگر یہ اس کے لیے ہے جو بات کو سمجھنا چاہتا ہو، اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰی لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَی السَّمْعَ وَهُوَ شَهِیْدٌ ۝ فرمایا قرآن نصیحت والی کتاب ہے، مگر کس کے لیے اس کے لیے جس کے پاس دل تو ہو یا کان لگا کر اللہ تعالیٰ کے قرآن کو سنے تو صحیح جس کے پاس دل نہیں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے قرآن کی طرف متوجہ کریں اور کان نہیں ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کا قرآن سنے تو پھر اس کو کیسے نصیحت حاصل

ہوگئی، جب قوم شعیب نے اپنے نبی کی بات نہیں مانی اوراس کے ماننے سے انکار کیا تو اللہ تعالیٰ نے قوم شعیب پر سخت گرمی بھیجی اور روایات میں آتا ہے کہ تین دن اور تین رات سخت تپش رہی اور تین دن کے بعد آسمان سے ایک بادل کا ٹکڑا آیا جس کے نیچے ٹھنڈی ہوائیں چل رہی تھیں، اب لازمی بات ہے کہ انسان جب سخت گرمی اور حبس میں ہوتا ہے تو کہیں سے ہوا آئے تو اسی طرف جاتا ہے تا کہ مجھے بھی تھوڑی سی ہوا مل جائے، ساری کی ساری قوم اس بادل کے ٹکڑے کے نیچے جمع ہوگئی تا کہ ہمیں یہ ٹھنڈک حاصل ہو، جب ساری قوم جمع ہوگئی، فَاَخَذَهُمْ عَذَابُ يَوْمِ الظُّلَّةِ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس بادل سے ہم نے آگ کے انگارے برسا کر ساری قوم کو ہلاک کردیا، اِنَّ فِي ذٰلِكَ لَاٰيَةً بے شک اس میں نشانی ہے اس میں علامت ہے اس میں دلیل ہے اس میں سچ ہے ان کے لیے جو سمجھنا چاہیں کہ قوم شعیب نے اپنی زندگی کے چند دن اپنی مرضی کے گزار لیے معاملات میں دھوکہ کرلیا مگر آخر میں ان کا انجام اور نتیجہ کیا ہوا رب نے ان کو ھلاک کردیا اور قیامت تک آنے والوں کے لیے نشان عبرت بنادیا، آج اگر یہی حکم میں اپنی طرف متوجہ کرتا ہوں تو میں کہتا ہوں کہ میں کیوں صحیح طریقہ سے تولوں، دوسرا صحیح نہیں تول رہا، مگر میں صحیح ناپتا ہوں تو میرا پڑوسی صحیح نہیں ناپ رہا، او بھائی کم از کم میں اپنے سے تو شروع کروں، جب میں شروع کروں گا تو میرے آس پاس اللہ تعالیٰ اس برکت کو رائج کریں گے، میرے بچوں پر اس کا اثر پڑے گا۔

دھوکہ دینے والا مسلمان نہیں:

میرے بھائیو!! اور کچھ نہیں تو کم از کم عند اللہ میں تو کامیاب ہوجاؤں گا، اس لیے کہ اپنی ذمہ داری تو پوری کرنی ہے، آپ ﷺ مدینہ منورہ میں بازار میں تشریف لے گئے ایک گندم والا اس کو بیچ رہا تھا اور اس کی بولی لگی ہوئی تھی، آپ ﷺ نے اس کی بوری میں ہاتھ ڈالا، اور اس کی گندم کو دیکھا تو آپ ﷺ نے اس کی بوری کے نیچے

دیکھا تو گندم گیلی تھی آپ ﷺ نے فرمایا اے فلاں یہ کیا ہے اوپر تو آپ نے صحیح گندم ڈالی ہے اور نیچے گیلی ڈالی ہے، اس نے کہا کہ اس کو بارش کا پانی لگ گیا تھا تو میں نے اس کو نیچے کر دیا تا کہ یہ ساری بک جائے۔ آپ ﷺ نے فوراً فرمایا کہ جس نے کسی کو دھوکہ دیا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ اور ابن ماجہ کی ایک روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے کوئی سودا کیا اور کوئی چیز فروخت کی اس حال میں کہ وہ چیز عیب دار تھی اور اس کے عیب کو نہیں بتایا، آپ ﷺ نے فرمایا ایسا شخص مسلسل خدا کے غضب میں ہوگا، اور فرشتوں کی لعنت اس پر ہوگی، مسلمان کو دھوکہ دیتا ہے اور دھوکہ والے کام کرتا ہے۔

حضرت امام اعظم کا تجارت میں کمال دیانت:

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ جن کی ہم تقلید کرتے ہیں جو اپنے زمانے کے سب سے بڑے عالم مجتہد فقیہ تھے وہ کپڑے کے تاجر تھے ایک دفعہ ان کے کپڑوں میں ایک تھان کپڑے کا عیب دار آیا تو امام صاحب نے اپنے ملازمین سے فرمایا کہ دیکھو بھائی اس تھان میں عیب ہے اور جب تم اس کو فروخت کرو تو خریدار کو یہ بتا دینا کہ اس میں یہ عیب ہے، اس کو مرضی ہے کہ وہ لینا چاہے یا نہ لینا چاہے، آپنے عیب ضرور بتانا ہے، چنانچہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے علمی کاموں میں مصروف ہوتے تھے کسی موقع پر آئے تو وہ تھان نہیں تھا آپ نے پوچھا کہ وہ تھان کہاں ہے تو ملازمین نے کہا کہ وہ فروخت کر دیا ہے، فرمایا کہ وہ عیب بتایا تھا ملازمین نے کہا کہ نہیں بتایا تھا اب اگر ہم ہوتے تو کہتے یہ زبردست ملازم ہے یہ ہے کام کا بندہ اس کو اور ترقی دو۔

مگر امام صاحب بڑے سخت ناراض ہوئے اور فرمایا کہ میں نے آپ کو بتایا نہیں تھا کہ اس عیب کو بتانا ہے، اس ملازم نے کہا کہ حضرت میں بھول گیا تھا تو امام صاحب نے پورے شہر میں اعلان کروایا کہ بھائی ہماری دوکان سے کوئی بندہ کپڑے کا تھان لے گیا ہے وہ جو شخص بھی ہے ہم سے رابطہ کرے، چنانچہ وہ شخص آیا تو امام صاحب نے

اس کو بتایا کہ یہ جو تھان ہم نے تمہیں دیا ہے اس میں عیب ہے اس کو کہتے ہیں تقویٰ اس کو کہتے ہیں خوف خدا، اس کو کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہونے کا احساس، آج ہمیں مالک کے سامنے حاضری کا احساس ایسے ختم ہو گیا ہے جیسے ہم نے مرنا ہی نہیں ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا اَلَا یَظُنُّ اُولٰٓئِكَ اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ ٥ کیا یہ جو ناپ تول میں کمی کرتے ہیں انہیں یہ خیال نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں دوبارہ زندہ کریں گے، لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ ٥ اس بڑے دن سے، يَوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِيْنَ ٥ جس دن ساری دنیا رب العالمین کے سامنے کھڑی ہوگی۔

معاملات میں سچائی غیر مسلموں کی کامیابی کا راز ہے:

چنانچہ آج مسلمان کا بنایا ہوا مال کوئی خریدنے کو تیار نہیں ہوتا ہے کیونکہ ہم کہتے کچھ ہیں اور کرتے کچھ ہیں، ہماری بنی ہوئی چیز اس وقت تک ہے جس وقت تک وہ ہماری دوکان میں ہے، اور جب ہماری دوکان سے نکلتی ہے اس کی ساری کیفیت بدل جاتی ہے، اھل مغرب والوں کی چیزیں آج لوگ کیوں خریدتے ہیں اس وجہ سے کہ وہ جو کہتے ہیں وہی ہوتا ہے، وہ جو لکھتے ہیں وہی ہوتا ہے، ان الباطل کان زھوقا ٥ باطل تو مٹتا ہے، ان کی تجارت اور معیشت آج آسمانوں سے باتیں کیوں کر رہی ہے اس پر غور کریں تو معلوم ہوگا کہ معاملات میں سچائی نے ان کی معیشت کو مضبوط کر دیا جب کہ ہماری معیشت آخری سسکیاں لے رہی ہے، دیانت اور امانت کی بات معاملات میں سچائی یہ ساری اسلامی ھدایات تھیں جن کو انہوں نے اپنایا تو وہ خوشحال ہو گئے ہم نے مسلمان ہونے کے باوجود اسلامی تعلیمات سے منہ موڑ دیا تو آج سسک سسک کر جی رہے ہیں۔

حضرت مفتی شفیع رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ باطل مٹتا ہے، تو یہ ترقی کیوں کر رہے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ اس باطل میں کوئی حق مل گیا ہے جو اس کو

اونچا کر رہا ہے، آج ہمارے ساتھ باطل مل گیا ہے، ہمارے وعدے سچے ہیں، مگر اندر ہمارے باطل آگیا ہے، جس کی وجہ سے ہماری چیز اور ہماری بات کی کوئی حیثیت نہیں ہے آج دیکھ لیں ہماری تجارت کا کیا حال ہے ہمارے سرکاری دفاتر کا کیا حال ہے نہ وقت پر آتے ہیں اور نہ وقت پر جاتے ہیں بس صرف حاضری لگائی اور چلے جاتے ہیں کیوں ایسا کرتے ہیں؟ اس وجہ سے کہ ہمارا ایمان کمزور ہو چکا ہے ہمارے اندر بددیانتی آگئی ہے، تنخواہ کے وقت ایسے تنخواہ مانگنے آتے ہیں جیسے پورا مہینہ ایک بھی غیر حاضری نہیں کی ہے، ایک وقت تھا کہ ملازم اپنی ڈیوٹی کے وقت میں اپنا ذاتی کام چھپ کر کرتے تھے مگر آج تو سرعام کرتے ہیں۔

اکابر علماء دیوبندؒ کا کمال دیانت:

ہمارے اکابر دیوبند جب مدرسہ دیوبند میں پڑھاتے تھے تو اگر تعلیم کے دوران کوئی مہمان آتا تو اپنی گھڑی کو دیکھ لیتے تھے، اور اس وقت کو نوٹ کر لیتے تھے کہ کتنا وقت مہمان کے ساتھ لگایا ہے اور مہینہ ختم ہونے کے بعد وہ یہ بتا دیتے تھے کہ اتنا وقت میں نے مدرسہ میں نہیں پڑھایا تھا لہٰذا اتنی تنخواہ ہماری کاٹ لیں، ان کو جواب دہی کا احساس تھا آج ہمارے اندر یہ چیز ختم ہوگئی ہے، بس کسی طرح اگلے کے جیب سے مال نکلے اور میں وہ حاصل کرلوں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ پیسے تو تمہارے پاس آئیں گے مگر ان کے ساتھ تباہی بھی ہوگی۔

تمام معاملات میں دھوکہ دھی ان آیات کا مصداق ہے:

علماء نے لکھا ہے کہ یہ معاملہ صرف تاجر کے ساتھ حاصل نہیں ہے، بلکہ دنیا کا ہر شخص جو دوسرے سے اپنا حق وصول کرنا چاہے لیکن دوسرا اس کو اس کا حق نہ دے یہ

سارے اس میں شامل ہیں، یعنی یہ بھی اس تباہی میں شامل ہیں جوان آیات کے اندر اللہ تعالیٰ نے فرمائی ہے ہر انسان دوسرے کی کمزوریوں کو تلاش کرتا ہے، مگر اپنی کمزوری کو سننا برداشت نہیں کرتا ہے، مگر دوسرے کے عیوب کی پوری فہرست لگا دیتا ہے، دوسروں سے آج ہر کوئی انصاف مانگتا ہے، لیکن خود انصاف پر قائم نہیں رہتا، عدل پر قائم نہیں رہا ہے۔ ملازمین سے کام پورا لیتا ہے، مگر جب تنخواہ کا وقت آئے اس میں ٹال مٹول کرتا ہے۔ مفسّرین فرماتے ہیں کہ یہ تمام صورتیں اس میں شامل ہیں۔ اپنے لیے عافیت اور مال مانگتا ہے مگر جب اللہ تعالیٰ کے احکام آتے ہیں تو ان سے جی چراتا ہے۔

حدیث میں آتا ہے کہ جو شخص حاکم کی عدالت میں جا کر جھوٹی قسم کھائے اور دوسرے کا مال حاصل کرے تو یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس حال میں ملے گا کہ اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ غضبناک ہونگے۔

قیامت کے روز خدا کی نگاہ رحمت سے محروم تین قسم کے لوگ:

ایک اور روایت میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نقل فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین لوگ ایسے ہیں کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان سے گفتگو نہیں کریں گے، اور اللہ تعالیٰ رحمت کی نگاہ سے ان کو نہیں دیکھے گا اور ان کے گناہ کے گند کو ان سے صاف نہیں کیا جائے گا ابوذر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے کہ یہ تو بڑے نقصان میں ہے اللہ تعالیٰ کے رسول یہ کون لوگ ہیں فرمایا پہلا شخص وہ ہے جو اپنا تہبند حد سے زیادہ نیچے لٹکانے والا ہو یعنی وہ لوگ جو اپنے پائجامہ کو ٹخنے سے زیادہ نیچے کر کے تکبرانہ انداز میں چلتے ہیں اور پھر امید بھی رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ معاف کریں گے۔ آج ہمارے نوجوانوں کا یہ فیشن ہے پینٹ ایسی پہنتے ہیں کہ ایسا لگتا ہے کہ ابھی اتر جائے گی اور پھر اس بات میں فخر محسوس کرتے ہیں تو کل قیامت کو اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو دیکھے گا بھی نہیں اور سخت

ترین عذاب اس کو ملے گا تواضع اور عاجزی انکساری سے زمین میں چلنا ہے۔

حضرت محمد عربی ﷺ مکہ میں فاتحانہ انداز میں داخل ہورہے ہیں اور وہ مکۃ المکرمۃ جہاں کے لوگوں نے آپ ﷺ کو نکلنے پر مجبور کیا، جہاں آپ کو اور آپ کے صحابہ کرام کو تکلیف دی گئی تھی، مگر جب آپ اس میں داخل ہورہے تھے تو آپ کا سر جھکا ہوا تھا اللہ تعالیٰ نے فرمایا اِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا ○ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: تم اکڑ کر چلتے ہو کیا لمبائی میں ہمارے پہاڑوں کو پہنچ جاؤ گے، اور تم ہماری زمین کو پھاڑ سکتے ہو، اللہ کی زمین پر عاجزی سے چلا کرو اور یہ عاجزی والے اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہوتے ہیں۔

دوسرا شخص جو احسان جتلانے والا ہو کسی غریب کو کپڑا دے دیا تو پھر ہر بار جب ملاقات ہوتی ہے کہتے ہیں کہ یہ وہی کپڑا ہے جو میں نے دیا تھا فرماتے ہیں کہ ایسی چیز اللہ تعالیٰ کل قیامت کے دن اس کے منہ پر مار دے گا کہ تم نے خدا کے نام پر دی تھی یا پھر لوگوں کو احسان جتلانے کے لیے دی تھی۔

تیسرا شخص وہ ہے جو اپنے سودے کو جھوٹی قسموں کے ساتھ بازاروں میں فروخت کرتا ہو ایسے تاجر کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن دیکھے گا بھی نہیں اس سے بات نہیں کرے گا اور اسے دردناک عذاب ہوگا آج معاشرے میں قسمیں کھا کھا کر اپنے سودے فروخت کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے نام کی اہانت کرنا دو پیسوں کے لیے اللہ تعالیٰ کے نام کو بیچ میں لانا اور پھر اس کی توہین کرنا ہم نے کس قدر اللہ تعالیٰ کے نام کو اپنے مفادات کے تحفظ کیلئے ڈھال بنایا ہے۔ ایسا تاجر اللہ تعالیٰ کی نگاہ سے گر جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کی تجارت میں برکت نہیں دیتے ہیں، اسکی تجارت اور اس کے مال سے خیر کے کام کہاں سے ہونگے، جب وہ مردود ہو گیا تو اس کا مال بھی مردود ہو گیا۔ پھر کبھی اولاد لڑتی ہے کبھی

باپ بیٹے لڑتے ہیں کبھی مالک اور ملازم لڑتے ہیں کبھی وہ پیسہ عدالتوں کے چکر میں خرچ ہوتے ہیں، مگر یاد رکھیں وہ تاجر جو سچ بولتا ہے اس کے بارے میں بھی نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ اس کے راوی ہیں فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: التاجر الصدوق الامین مع النبیین والصدیقین والشھداء والصالحین وہ تاجر جو سچا ہو امانت دار ہو قیامت کے دن انبیاء کرام شہداء صدیقین صالحین کے ساتھ وہ کھڑا ہوگا تو معلوم ہوا کہ اگر کوئی آدمی بازار میں بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا چاہے جیسے مسجد میں بیٹھ کر حاصل کیا جاتا ہے تو وہ قرب بازار میں بھی حاصل ہوسکتا ہے۔ مگر اس کے لیے شرط یہ ہے کہ سچ بولنا ہے اور اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ کے بتائے ہوئے طریقہ کے مطابق تجارت کرنی ہے اس کے لیے دو باتوں کو زیادہ کرنا ہے۔ (۱) سچ بولنا مگر ہمارا دعوی یہ ہے کہ سچ کے ساتھ کاروبار چل ہی نہیں سکتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو اس کا پتہ ہی نہیں تھا، (۲) امانت دار ہو اس لیے کہ تاجر ایک دوسرے کے پاس امانت رکھواتے ہیں کوئی مال رکھواتا ہے کوئی پیسے رکھواتا ہے، جب یہ معاملات آپس میں کرتے ہیں تو امانت دار ہونا ہے اگر یہ دو باتیں تاجر کے اندر ہیں اور وہ ان دونوں باتوں کا اپنے آپ کو پابند کر لیتا ہے تو وہ تاجر کامیاب ترین تاجر ہے، اللہ تعالیٰ تمام تاجروں کو احکام الٰہی اور رسول اللہ کے طریقہ کے مطابق تجارت کرنے کی توفیق عطا فرمائیں اور ہمیں اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

مساجد کی عظمت اور آداب

مساجد کی عظمت اور آداب

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰہِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰہِ اَحَدًاo

(سورۃ الجن)

وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم احب البلاد الی مساجدھا وابغض البلاد الی اسواقھا (الحدیث)

اور بے شک یہ مسجدیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں بس تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک مت ٹھہراؤ، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے، شہروں میں سب سے زیادہ محبوب اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ مسجدیں ہیں اور شہروں میں سب سے زیادہ مبغوض جگہیں وہ بازار ہیں، مساجد انہیں اللہ تعالیٰ کا گھر کہا جاتا ہے، اس امت کی دینی خدمت اور اس امت اور اسلام کی حفاظت کے مراکز وہ مساجد ہیں چنانچہ جب اس زمین کو آباد کیا

گیا اور اس زمین پر نسل انسانی کی ابتداء کا ارادہ رب العالمین نے فرمایا تو سب سے پہلے روئے زمین پر جو تعمیر ہوئی وہ اللہ تعالیٰ کا گھر ہے، اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ مُبٰرَکًا وَّھُدًی لِّلْعٰلَمِیْنَ O بے پہلا گھر جو لوگوں کے لیے بنایا گیا ہے وہ جو مکّہ میں ہے وہ جگہ برکت والی ہے ھدایت والی ہے تمام جہاں والوں کے لیے مکمل برکتوں کا مرکز اور ھدایت کا سرچشمہ اس بیت اللہ کو قرار دیا گیا، کہ اس سے آ کر اللہ تعالیٰ کے فضل کو اللہ تعالیٰ کی رحمت کو حاصل کرو، چنانچہ اسی نسبت سے دنیا کی تمام مساجد کو اللہ تعالیٰ کا گھر کہا گیا ہے، دنیا میں جہاں بھی مسجدیں بنی ہوئی ہیں چاہے وہ کچی ہوں یا پکی، ان کو اللہ تعالیٰ کا گھر کہا جاتا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ دنیا کی تمام مساجد کا رخ اس بیت اللہ کی طرف ہوتا ہے، گویا یہ بیت اللہ ان تمام مساجد کا ہیڈ آفس ہے سب سے بڑا مرکز ہے اور اس اللہ تعالیٰ کے گھر پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں ہر وقت اترتی رہتی ہیں رحمتوں کا عمومی نزول اس بیت اللہ پر ہوتا ہے، اور پھر وہاں سے وہ رحمتیں اور وہ انوارات دنیا کی مساجد میں تقسیم ہوتی ہیں اور ان مساجد سے پھر مسجد میں آنے والوں کو اس کا حصّہ ملتا ہے، اس لیے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ یہ مسجدیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں یعنی ان مساجد کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہے لہٰذا ہم کہیں بھی ہوں ہمارا قلبی تعلّق اور لگاؤ مسجد کے ساتھ ہونا چاہیے، چنانچہ وہ حدیث جس میں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن سات آدمی ایسے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے سایہ میں ہونگے اور فرمایا کہ اس دن اللہ تعالیٰ کے سایہ کے علاوہ کوئی سایہ نہیں ہوگا ان سات آدمیوں میں سے ایک آدمی وہ ہوگا جس کا لگاؤ مسجد کے ساتھ ہوگا وہ اپنی دوکان، فیکٹری اور دفتر میں بیٹھا ہوا ہوگا، مگر اس کا لگاؤ مسجد کے ساتھ لگا ہوا ہوگا۔ تو وہ معاملات تو دنیا کے کرتا ہے، گھر میں دن بھر کا کام کر کے تھکا ہوا ہے مگر لگاؤ اور دل اس کا مسجد میں لگا ہوا ہے کہ گھڑی کا الارم لگاؤ مجھے صبح مسجد میں نماز پڑھنی ہے وہ سو رہا ہے مگر اس کا دل یہ کہتا ہے کہ میں نے صبح اٹھ کر سب سے پہلا کام اللہ تعالیٰ کے گھر میں جا کر اللہ تعالیٰ کو حاضری

دینی ہے، یہ جو آیت میں نے تلاوت کی ہے اس کے اندر اللہ تعالیٰ نے دو باتیں ارشاد فرمائیں:

پہلی بات کہ مسجد کا مقام کیا ہے، اور دوسری بات مسجد کا مقصد کیا ہے،

مسجد کا مقام:

یہ مسجدیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کا گھر کہلاتا ہے، اور عربی میں مشہور کہاوت ہے مکان کی عظمت اس کے رہنے والے سے ہوتی ہے، ایک مکان ہے جس میں ایک عام آدمی رہتا ہے، مگر اسی مکان میں ایک عہدے اور مرتبہ والا آگیا تو اس کے پہرے دار ہونگے اس کے محافظ ہونگے لوگ پوچھیں گے کہ اس میں کون رہتا ہے، جگہ کی عظمت اور اس کی قیمت نسبت کے ساتھ ہوتی ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا مسجد کی عظمت یہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے گھر کہلاتے ہیں اس وجہ سے کہ ان کا تعلق اللہ تعالیٰ سے ہے، یہ کوئی معمولی نسبت ہے، چنانچہ جس آدمی کا جو گھر ہوتا ہے۔ تو اس کو اس سے محبت ہوتی ہے اگر اس کے گھر کو کوئی نقصان پہنچائے تو اس کو غصہ آتا ہے اور اگر کوئی اس سے پیار کرے تو اس مالک سے اس کو محبت ملے گی لوگ پوسٹر لگاتے ہیں اور وہ اس بات پر کتنا غصہ ہوتے ہیں اور ان کو کتنی تکلیف ہوتی ہے، حالانکہ ان کے گھر کے اندر نہیں بلکہ باہر لگاتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ ہم نے رنگ کیا ہے خرچہ ہوتا ہے ہمارا رنگ خراب کرتے ہو۔ جس طرح اس مالک مکان کو اپنے مکان کی وجہ سے دکھ ہوتا ہے، اسی طرح جو اللہ تعالیٰ کے گھر کو نقصان پہنچاتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ اس سے کتنا غصہ کریں گے اور جو ان مساجد سے محبّت کرے گا اور ان کو آباد کرے گا تو اس سے اللہ تعالیٰ کتنے خوش ہونگے۔

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ آبادیوں میں اور شہروں میں سب سے زیادہ محبوب اللہ تعالیٰ کو مساجد پسند ہیں اور زمین کا سب سے پیارا ٹکڑا اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ

بھی مساجد ہیں اور بازاروں کا شمار سب سے مبغوض ترین جگہوں پر ہوتا ہے۔

علماء فرماتے ہیں کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان کی دو کیفیتیں ہیں، (۱) ایک کیفیت روحانی اور (۲) مادی۔

خریداری ایک خاتون کریگی مگر گاڑی بھر کر لے جائیں گی کہ چلو تم بھی آجاؤ پڑوس والی سے پوچھ لو کہ تم بھی ہمارے ساتھ بازار چلوگی، اور اگر کسی سے کہیں کہ چلو مساجد نماز کا وقت ہوگیا ہے تو جواب میں کہتے ہیں بس آپ جائیں میں آرہا ہوں جو شیطان کے اڈے ہیں وہاں ہمارے دل اٹکے ہوئے ہیں اور جو اللہ تعالیٰ کے گھر ہیں وہاں سے ہمارے دل اجڑے ہوئے ہیں، مسجد کے ساتھ تعلّق کا یہ پیمانہ ہے اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلّق قائم کرے گا، چنانچہ نبی کریم ﷺ کے معجزات میں سے ایک معجزہ ایسا بھی ہے جو آپ ﷺ کے علاوہ کسی اور نبی کو نصیب نہیں ہوا ہے، اور وہ معجزہ ہے معراج کا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ساتوں آسمانوں کی سیر کروائی اور اللہ تعالیٰ سے ملاقات ہوئی اور نماز کا تحفہ لے کر آئے مگر معراج کے واقعے کو اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے:

شب معراج کی ابتداء اور اختتام مسجد پر ہوئی:

سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ لَیۡلًا مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ اِلَی الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَا معراج کا واقعہ جب شروع ہوتا ہے اس واقعہ کی ابتداء مسجد سے ہے اور اس کی انتہاء بھی مسجد میں ہے چنانچہ علماء نے لکھا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے معراج کے واقعہ کے دو حصّہ ہیں، ایک حصّہ بیت اللہ سے مسجد اقصیٰ تک اور دوسرا حصّہ مسجد اقصیٰ سے ساتوں آسمانوں تک بلکہ جہاں تک نبی اکرم ﷺ نے چاہا وہاں تک آپ ﷺ گئے صحیح مسلم شریف میں روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مسجد اقصیٰ کے اندر میں نے دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھی اور پھر وہاں سے ہم روانہ ہوئے اس لیے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب حجۃ اللہ البالغہ میں لکھا ہے لوگوں نے یہ بات مشہور کی ہے

الصلوۃ معراج المومن یہ حدیث ہے، حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ نماز ایمان والے کی معراج ہے مسجد میں آؤ تو نماز پڑھو، جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کی ابتداء میں نماز پڑھی اور انتہاء میں بھی نماز پڑھی معلوم ہوا کہ مسجد میں آؤ تو نماز پڑھو، مسجد سے آپ کا تعلّق جس درجے کا ہوگا اسی درجے کا تعلّق اللہ تعالیٰ سے آپ کا ہوگا جس کا صدر مملکت کے گھر آنا جانا زیادہ ہو تو لوگ کیا کہتے ہیں کہ اس کا تعلّق اس گھر سے ہے، نہیں! بلکہ یہ کہتے ہیں کہ اس کا تعلّق صدر سے ہے اسی طرح جو مسجد میں کثرت سے آتا جاتا ہے اہتمام سے آتا جاتا ہے اس کا تعلّق اسی اہتمام کے ساتھ اسی درجہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہوگا۔ مگر آج کا مسلمان کلب کے ساتھ اپنا تعلّق زیادہ رکھتا ہے اور کلب میں پابندی کے ساتھ جاتا ہے اور کہتا ہے کہ مجھے سیر کرنی ہوتی ہے مجھے ورزش کرنی ہوتی ہے کلب کا رکن بننے کے لیے لاکھوں روپے دیتا ہے، آؤ خانۂ خدا کے رکن بن جاؤ، جنّت کے حقدار بن جاؤ گے، اس رکنیت میں کوئی پچھتاوا نہیں ہے۔

آج ہم دوستوں میں کیا بات کرتے ہیں کہ جی آج میں کلب گیا تھا میں آج بچوں کو بھی ساتھ لے گیا تھا میں تو روزانہ صبح جاتا ہوں، جاتے ہو تو کیا ہوا یہ کوئی فخر والی بات نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کی فضیلت بیان نہیں فرمائی کہ بازار جانے کی کوئی فضیلت ہے اور باہر ممالک جانے کی کوئی فضیلت ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر عظمت اور فضیلت بیان فرمائی ہے تو وہ مساجد کی ہے، وہ اللہ تعالیٰ کے گھر کی فضیلت ہے: فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا ۝ مسجد میں آکر تعلّق اللہ تعالیٰ کے ساتھ رکھو، مسجد میں آکر ہمارا عقیدہ توحید کا کب درست ہوگا؟ جب ہم اس کے گھر میں آئیں گے اللہ تعالیٰ کے گھر کو آباد کریں گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَلَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ فَعَسٰى اُولٰٓئِكَ اَنْ

يَّكُونُوا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ ۞ اللہ تعالیٰ کے گھر کو وہ لوگ آباد رکھتے ہیں جو اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہیں آخرت پر ایمان رکھتے ہیں اور نماز کو قائم کرتے ہیں اور زکوۃ ادا کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے ہیں مساجد کو آباد کرنا اھل ایمان کا کام ہے، اس لیے حدیث میں آتا ہے، جامع ترمذی اور ابوداؤد شریف کی روایت ہے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا خوشخبری سنادو مکمل روشنی کی ان لوگوں کو جو تاریکیوں میں مسجدوں کی طرف جاتے ہیں، جن کے قدم راتوں کو مسجد کی طرف جاتے ہیں کتنے خوش نصیب ہیں ایسے لوگ جن کو خود نبی اکرم ﷺ خوشخبری سنا رہے ہیں آج ہم رات کو اس گلی اور سڑک سے چلتے ہوئے ڈرتے ہیں کہ اسی راستہ میں بجلی نہیں ہے سڑک میں بجلی نہیں ہے، اس دنیا کی تاریکی سے ڈرتے ہیں کبھی اس قبر کی تاریکی کا بھی سوچا ہے اس کی روشنی کہاں سے آئے گی، فرمایا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے گھر کو آباد کرنے سے آئے گی، آج ہم نے ہر جگہ کو آباد کرلیا کلب کو آباد کر دیا بازاروں کو آباد کر دیا پارکوں کو بھی آباد کر دیا اور دنیا کی ہر جگہ سے ہو کر ہم آگئے ہیں لیکن ہم اگر بھول گئے ہیں تو وہ مساجد ہیں جن کو آباد کرنا آج ہماری فہرست میں شامل ہی نہیں ہے اور یہ ہمارے ایمان کی کمزوری ہے مساجد میں آنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی رحمتیں نازل ہوتی ہیں اللہ تعالیٰ کی رحمتیں بازاروں میں کلب میں نہیں برستی ہیں۔

مسجد سے تعلق ایمان کی علامت ہے:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جب تم ایک آدمی کو دیکھوں کہ وہ مسجد سے تعلق رکھتا ہے تو تم اس کے ایمان کی گواہی دو اس لیے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مسجدوں کو آباد وہ لوگ کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ پر اور آخرت پر ایمان رکھتے ہیں اس حدیث مبارکہ سے ہمیں یہ بات بتادی گئی کہ مساجد سے تعلق رکھنا اور مسجد کی خدمت کرنا مسجد کی نگرانی کرنا فرمایا جو ایسا کام کریں وہ مومن

ہے اور اس کے ایمان کی گواہی دے دو، اس شخص کو ایمان کی دولت حاصل ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے یہ جزبہ عطا کیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے گھر کا خیال رکھتا ہے، جس طرح مسجد کی ظاہری تعمیر ہے، ایک ظاہری عمارت ہے اس طرح مسجد کی اصلی آبادی اور مسجد کی حقیقی تعمیر وہ اس کو اللہ تعالیٰ کی عبادت سے آباد کرنا ہے، چنانچہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فِیْ بُیُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَیُذْكَرَ فِیْهَا اسْمُهٗ یُسَبِّحُ لَهٗ فِیْهَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ۝ ایسے گھر اللہ تعالیٰ کے کہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ اس کی عظمت کی جائے اور اس گھر میں اللہ تعالیٰ کے نام کو بلند کیا جائے، اھل ایمان تو ان گھروں میں آکر صبح شام اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتے ہیں تو گویا ان مساجد کی اصل آبادی وہ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی یاد سے ہے اور اللہ تعالیٰ کی یاد کا ذکر خود فرمایا ہے وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِیْ فرمایا نماز میری یاد کے لیے پڑھو یہ سب سے بہترین ذکر ہے لہٰذا مساجد کی آبادکاری نماز کے ذریعہ کرو جو شخص نماز پڑھنے کے لیے مسجد میں آتا ہے اور مسجد میں نماز کو ادا کرتا ہے تو یہ شخص مسجد کا حق ادا کرنے والا ہے تو اب جو شخص اذان سنے اور مسجد میں نہ آئے اور اس کو کوئی عذر اور بیماری نہ ہو تو ایسا شخص اللہ تعالیٰ کے حق کو ضائع کرنے والا ہے۔ وہ مسجد کے حقوق میں کوتاہی کرنے والا ہے یہ مساجد بنائی اس لیے ہیں کہ ان میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جائے اب حال یہ ہے کہ اذان ہوگئی اور لوگ بازاروں میں پھر رہے ہیں مسجد میں جانے کی تکلیف نہیں کرتے اپنے دفاتر میں آرام دہ فوم کی کرسیوں میں بیٹھے ہوئے ہیں اپنے کمرے سے نکلنے کی تکلیف نہیں کرتے کہ مسجد میں جا کر نماز ادا کرلیں۔ یہ مسجدیں اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے بنائی گئی ہیں، یہاں قرآن کی تلاوت کریں ذکر اللہ کریں۔

مسجد میں آنے والے کی اللہ پاک مہمان نوازی کرتا ہے:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو بھی صبح کو یا شام کو مسجد کی طرف چلا اللہ تعالیٰ

اس کے لیے مہمانی تیار کرتا ہے جنّت میں جس وقت بھی وہ صبح اور شام کو چاہیے جائے مسجد میں آنے والا یہ اللہ تعالیٰ کا مہمان ہے، اور اللہ تعالیٰ اس کا میزبان ہے تو کتنا خوش نصیب ہے یہ شخص کہ جس کا میزبان خود اللہ تعالیٰ ہے اور پھر اللہ تعالیٰ کی مہمانی اور اکرام پھر اللہ اپنی شان کے مطابق کرتا ہے، چنانچہ رمضان کے مہینے میں جب ہم پابندی سے آتے ہیں اور ہماری مسجدیں بھر جاتی ہیں تو ہمارے لیے نعمتوں میں بھی فراوانی ہوجاتی ہے اندر مسجدیں نمازیوں سے بھر جاتی ہیں اور ادھر گھر کھانے پینے کی اشیاء سے بھر جاتے ہیں یہاں تک کہ غریب سے غریب آدمی بھی دو چار قسم کی چیزیں صبح شام کھالیتا ہے۔ یہ برکات مساجد کی عبادت سے ہے اگر آپ مساجد کو خانہ خدا کو آباد کریں گے تو اللہ تعالیٰ تمہارے گھروں کو آباد بھی کریں گے اور اپنے رزق اور انعامات سے بھی بھر دیں گے، مسجد کی آبادی کو اگر ترجیح دو گے تو اللہ تعالیٰ تمہارے گھر کو اسی طرح آباد کردے گا، مگر ہم مسجد میں تو آجاتے ہیں، پہلے نمبر پر اور پہلی صف میں آکر بیٹھ جاتے ہیں اور پھر باتیں شروع ہوجاتی ہیں دنیا کی، اتنی جلدی آپ آئے ہو اس سے فائدہ اٹھاؤ ذکر کرو قرآن کریم کی تلاوت کرو دین کی اگر کوئی بات ہے تو وہ کرو نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا کہ ان کی دنیا کی باتیں ان کی مساجد میں ہونگی اور پھر نبی علیہ السلام نے ہمیں کیا تعلیم دی فرمایا کہ خبردار ایسے لوگوں کے ساتھ مت بیٹھنا اللہ تعالیٰ کو ان سے کوئی سروکار نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کی کوئی حیثیت نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کے گھر میں آکر دفتر والے دفتر کی باتیں کرتے ہیں کاروبار والے کاروبار کی باتیں کرتے ہیں گھر والے گھر کی باتیں کرتے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کا گھر ہے، یہ آپ کے کاروبار کے لیے دفتر تو نہیں بنایا گیا ہے، آپ اگر کسی صاحب منصب کے گھر جاتے ہیں یا اس کے دفتر میں جاتے ہیں تو بڑے ہی باادب ہوکر بیٹھتے ہیں، اور ایک دوسرے کو کہہ رہے ہوتے ہیں کہ یہاں یہ بات اس طرح

کرنی ہے تا کہ کوئی بے ادبی نہ ہو جائے اتنا خیال دنیا کے لیے کرتے ہیں مگر وہ ذات جو رب العالمین ہے اس کا کوئی خیال نہیں ہے اس کے گھر کا کوئی ادب نہیں ہے۔اس کے گھر میں آکر اس کی مہمان نوازی کو قبول کر کے اپنے دنیا اور اپنے گھر بار کی باتیں انصاف کے خلاف ہے اس لئے بندوں کو چاہئے کہ اللہ کے ساتھ اسی طرح احسان اور اچھائی کرے جیسے وہ اپنے بندوں پر ہر آن ہر پل ہر دم کرتا ہے۔

مسجد آخرت کے سودہ گروں کی منڈی:

نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی مسجد مین آئے تو وہ یہ دعا پڑھیں اَللّٰھُمَّ افْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ اے اللہ میرے لیے اپنے رحمت کے دروازے کھول دے، اور فرمایا جب مسجد سے نکلے تو یہ دعا پڑھیں اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ اے اللہ میں آپ سے آپ کے فضل کو مانگتا ہوں، محدثین نے لکھا ہے کہ داخل ہوتے وقت رحمت کو مانگا اس لیے کہ رحمت کا تعلق آخرت کی نعمتوں سے ہے اب مسجد میں آکر ہم آخرت والے اعمال کریں گے نماز پڑھیں گے تلاوت کریں گے کسی سے دین کی بات کریں گے، اچھی بات کریں گے تو بندے نے کہا کہ اے اللہ میرے لیے آخرت کے دروازے کھول دیں اب میں آخرت کی منڈی میں آگیا ہوں آخرت کی منڈی میں آکر آخرت کے اعمال خوب خریدلوں اور اس کی میں خوب کمائی کرلوں کہیں ایسا نہ ہو کہ منڈی میں آخرت کے واسطے سازوسامان جمع کرنے کے بجائے الٹا نقصان کر بیٹھو کیونکہ منڈی میں جیب کترے بھی ہوتے ہیں جو جیب کاٹ کر سرمایہ غارت کر سکتے ہیں، اسی طرح مسجد میں آکر شیطان کے حملے سے بچو تا کہ وہ آپ کا سرمایہ خراب نہ کردے۔

اور جب انسان باہر جاتا ہے تو دنیا کی طرف جاتا ہے تو اس کو فضل سے تعبیر کیا جاتا ہے، یعنی اے اللہ اب میں آپ سے حلال اور جائز دنیا مانگتا ہوں اور نبی

اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی مسجد میں آئے سب سے پہلے وہ دو رکعت نماز پڑھے جس کو تحیۃ المسجد کہتے ہیں اس لیے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا گھر ہے اس کو بڑی فضیلت حاصل ہے علماء فرماتے ہیں کہ ان دو رکعت کی مثال ایسی ہے جیسے اس نے اللہ تعالیٰ کے دربار میں سلامی پیش کی، جب آدمی کسی کے گھر جاتا ہے تو اس کو سلام کرتا ہے اس طرح جب مسجد میں آؤ تو اگر مکروہ وقت نہ ہو تو بیٹھنے سے پہلے دو رکعات تحیۃ المسجد ادا کرو آج ہمارے ہاں ایک رواج ہے لوگ مسجد میں آتے ہیں پہلے بیٹھتے ہیں پھر نماز کے لیے کھڑے ہوتے ہیں، یہ غلط ہے اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے اور آپ ﷺ کے بارے میں آتا ہے کہ آپ ﷺ جب بھی سفر سے تشریف لاتے تو سب سے پہلے مسجد نبوی میں تشریف لے جاتے اور دو رکعت نماز ادا کرتے تھے، پہلے اللہ تعالیٰ کے گھر میں جاتے تھے پھر اپنے گھر تشریف لے جاتے تھے، جب بھی آدمی سفر سے آئے تو مسنون یہ ہے کہ پہلے محلّہ کی مسجد میں جا کر دو رکعت نماز ادا کرے، مگر چونکہ آج کل ہمارا تعلق مساجد سے نہیں رہا ہے، آج ہمارے دلوں میں مساجد کی عظمت نہیں رہی آج دنیا میں ہم اتنے مصروف ہوگئے اور دنیا کی عمارتیں ہمارے لیے اتنی محبوب ہوگئیں اتنی پیاری ہوگئیں کہ اب مسجد تو ہمیں نظر ہی نہیں آتی ہے مسجد میں جانا تو صوفی صاحب کا کام ہے مولوی صاحب کا کام ہے، اور جو بوڑھے ہوجاتے ہیں ان کا کام ہے ہم تو بڑے ترقی یافتہ بڑے ہی کاروباری اور بڑے ہی مرتبہ رکھنے والے ہیں ہم تو کبھی کبھی مسجد میں جاتے ہیں آج ہماری ذہنیت اس قدر گر چکی ہے کہ جس کا تصور ممکن نہیں۔

میرے دوستو!! مسجد اللہ کا گھر ہے اس میں جتنے اخلاص کے ساتھ آؤ گے اتنا ہی اللہ تعالیٰ سے اجر پاؤ گے کوئی تاجر اگر اخلاص کے ساتھ آتا ہے تو اس کا اجر بھی اتنا ہے جتنا ایک غریب مزدور کا ہے، اور اگر مزدور تاجر سے زیادہ اخلاص کے ساتھ آتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ مزدور اس تاجر اس مالدار سے زیادہ محبوب ہے جو صرف دکھانے

کے لیے مسجد میں آتا ہو کہ لوگ کہہ کر نماز بھی صاحب ادا کرتے ہیں اسکا کوئی فائدہ نہیں ہے۔

مسجد کا احترام ضروری ہے:

لٰہذا ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ مسجد کو آباد کریں عبادت کے ساتھ اور مسجد میں آئے پابندی کے ساتھ اور مسجد کی عظمت اور مسجد کے احترام اور حقوق کا خیال رکھیں، مسجد میں دنیاوی باتیں نہ کریں مسجد مین شور نہ کریں لوگوں کو تکلیف اور ایذاء نہ دیں۔ ہمارے ہاں بعض دفعہ یہ ہوتا ہے کہ جمعہ کی نماز میں آدمی آرہا ہے تو دوسروں کے اوپر سے گزرتے ہوئے آرہا ہوتا ہے اس سے آپ ﷺ نے منع فرمایا ہے، یہ مسلمان کے اکرام کے خلاف ہے۔ آج ہمارے ہاں کیا ہوتا ہے، اگر بچہ پہلی دفعہ میں آگیا ہے تو اس کو نماز کے دوران پیچھے کرتے رہتے ہیں یہ غلط ہے آپ پہلے آتے اگر اتنی ہی پہلی صف کی اہمیت تھی آپ کے دل میں اور جب نماز ختم ہو چکی ہوتی ہے تو بچہ سب سے آخری صف میں پہنچ چکا ہوتا ہے اس سے اس کے دل میں آپ کی کیا عظمت آئے گی اور اس کی نماز بھی آپ نے خراب کردی۔

آپ ﷺ نے فرمایا جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کریں اور بڑوں کا ادب نہ کریں وہ ہم میں سے نہیں ہے، اس لیے بچوں کا بھی خیال رکھیں ہاں علماء کرام نے بچوں کی تین قسمیں بیان کی ہیں:

وہ بچے جو ابھی سات سال سے کم ہیں نبی ﷺ نے فرمایا کہ جب بچہ کی عمر سات سال ہو جائے تو اس کو نماز کا کہا کرو، لٰہذا جو بچہ سات سال سے کم عمر میں ہے چھ سال ہے پانچ سال ہے چار سال ہے ایسے بچہ کا مسجد میں لانا شرعاً جائز نہیں ہے، اس لیے کہ یہ ناسمجھ بچہ ہے اس کو مسجد کی عظمت کا پتہ ہے نہ احترام کا پتہ ہے، اور اس سے گندگی وغیرہ کا بھی خطرہ ہے اور اگر وہ بچہ کوئی بھی کام کرے گا جس سے لوگوں کی نماز

خلل آتا ہوتو اس کا گناہ بھی اس کے والد کو ہوگا، اس بچے کو نہیں۔

دوسری قسم سات سال سے لے کر دس سال تک، سات سال سے لے کر دس سال تک یہ تین سال تعلیم کے ہیں اس کو نماز سکھائی جائے اس کو نماز کا طریقہ بتایا جائے گا، اب ایسے بچہ کو مسجد میں لانا جائز ہے، لیکن بہتر نہیں ہے اس لیے کہ یہ بھی ناسمجھ ہوتا ہے، کبھی کبھی لے آؤ مگر پابندی سے نہیں لانا چاہیے اس کو گھر میں تعلیم دو۔

تیسری قسم گیارہ سال کے بعد کی ہے اب آپ بچہ کو مسجد میں لا سکتے ہیں اور جو آپ کے گھر میں بیس سال کے ہیں ان کو کان سے پکڑ کر لانا چاہیے ان کو آپ لاتے نہیں ہیں، ان کے بارے میں کہتے ہیں کہ جی کیا کروں یہ بات مانتے نہیں ہیں وہ آٹھ سال کے پوتے کو مسجد میں کھیلنے کے لئے اٹھا کر لے آتے ہیں، اس بیس سال اور پچیس سال والے کو مار مار کر مسجد میں لاؤ کہ تم مسجد میں کیوں نہیں آتے ہو،

آپ ﷺ نے فرمایا کہ بچہ دس سال کا ہو جائے تو وہ نماز نہ پڑھے تو اس کی پٹائی کرو تو لہٰذا بچوں کو یہ تین قسمیں یاد رکھنی چاہئیں سات سال سے کم عمر والوں کو لانا جائز نہیں ہے۔ سات سال سے دس سال تک بچہ کو بہتر ہے کہ گھر میں تعلیم دو گیارہ سال سے اوپر جو بچہ بھی ہوگا اس کو مسجد میں لانا چاہیے، اسکو ترغیب ہو وہ جماعت سے نماز پڑھنے کا طریقہ سیکھے، حقوق آداب کا خیال رکھیں، لہٰذا ایسا بچہ جو گیارہ سال سے اوپر ہے وہ صف میں آکر کہیں بھی کھڑا ہو جائے اس کے ساتھ نماز ہوتی ہے، لوگ سمجھتے ہیں کہ اس کے ساتھ نماز نہیں ہوتی ہے بالکل ہوتی ہے،

اس لیے میرے دوستو مسجد کو آباد کرنے والے بن جائیں، ہم جتنا وقت مسجد کو دیں گے اتنا ہی تعلق اللہ تعالیٰ سے مضبوط ہو جائے گا، حدیث میں آتا ہے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جو آدمی گھر سے وضو کر کے مسجد کے لیے نکلے گا ہر قدم پر اس کو نیکی ملے گی ایک گناہ معاف ہوگا اور اس کا ایک درجہ بلند ہوگا اس کا اہتمام ہمیں کرنا چاہیے کہ

ہم گھر سے وضو کر کے آئیں اور مسجد میں آکر جب تک نماز شروع نہ ہو ذکر میں تلاوت میں مشغول رہیں، نماز پڑھنے کے بعد بھی ذکر تلاوت میں مشغول رہیں، دنیا کی باتیں کرنا یا مسجد میں شور کرنا یا اور ایسی کوئی حرکت کرنا، جس سے نمازیوں کی نماز میں خلل واقع ہو یہ مسجد کے آداب کے خلاف ہے اس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتے ہیں،
اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو مسجد کے آداب کا خیال رکھنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

آمین

واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمی

• • •

اسوۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

اسوہ رسول اکرم ﷺ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا اَمَّا بَعْدُ

فَأَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ لِّمَنْ کَانَ یَرْجُوا اللّٰہَ وَالْیَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَکَرَ اللّٰہَ کَثِیْرًا ○ (سورۃ الاحزاب ، پارہ ۲۱)

قال النبی ﷺ لایؤمن احدکم حتی یکون ھواہ تبعا لما جئت بہ . (الحدیث)

محترم دوستو اور بزرگو!!

آپ حضرات کے سامنے سورۃ الاحزاب کی آیت ۲۱ تلاوت ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں تمہارے لیے رسول کی ذات میں بہترین نمونہ ہے طرز زندگی ہے جو اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہو اور اللہ تعالیٰ کو خوب یاد کرتا ہو۔

ایک حدیث مبارکہ میں نے پڑھی ہے نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا تم میں سے کوئی کامل مومن نہیں ہوسکتا ہے، جب تک اس کی خواہشات میری لائی ہوئی شریعت کے مطابق نہ ہو۔

نبی کریم ﷺ کی زندگی کے چار مراحل ہیں:

ربیع الاول کا مہینہ ہے اور آپ ﷺ کی سیرت پر بیانات بھی ہورہے ہیں جلسے بھی ہورہے ہیں نعت خوانیاں بھی ہورہی ہیں، آپ ﷺ کے ساتھ لوگ مختلف انداز میں محبت کا اظہار بھی کررہے ہیں یہ محبّت کا اظہار صرف آپ ﷺ کی زندگی کے ایک حصّے کو لے کر کیا جارہا ہے اور وہ ہے ولادت رسول اکرم ﷺ کو بیان کرنا اور آپ ﷺ کی ولادت کے تذکرے کرنا یقیناً ہر مسلمان کے لیے باعث سعادت ہے، لیکن آپ ﷺ کی زندگی کا صرف یہ ایک مرحلہ ہے، آپ ﷺ کی زندگی کے کل چار مراحل اور ادوار ہیں۔

(۱) آپ ﷺ کی ولادت (۲) آپ ﷺ کی رسالت (۳) آپ ﷺ کی ہجرت (۴) آپ ﷺ کی رحلت یعنی سفر آخرت

آپ ﷺ کی زندگی کے یہ چار اہم ادوار ہیں، آپ ﷺ کی ولادت مسلمانوں کے لیے یقیناً بہت بڑا انعام ہے، بشارت ہے خوشخبری ہے آپ ﷺ نے خود بتایا تھا کہ میں حضرت ابراھیمؑ کی دعاؤں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہوں انہوں نے بشارت دی تھی کہ میرے بعد نبی آخر الزماں آئیں گے، آپ ﷺ کی ولادت سے پوری انسانیت کو بشارت اور خوشخبری ملی انسانیت کے ساتھ جو ظلم کیا جارہا تھا ان کے ساتھ جو زیادتیاں ہورہی تھیں جو غلامی کی زندگی لوگ گزار رہے تھے ان کے لیے خوش خبری تھی کہ ان کو آزادیاں ملیں گی غلاموں کے حقوق بیان ہونگے، انسانیت کو تعلیم ملے گی جہالت سے دور ہونگے۔

آپ ﷺ کی ولادت بشارت ہے اور آپ ﷺ کی رسالت شریعت ہے اور آپ کی ہجرت میں ریاست کے سارے اصول ہیں اور آپ کے سفر آخرت میں امت کو خلافت ملی سیرت تو یہ ہے کہ ہر ہر شعبہ کو واضح کیا جائے ، ولادت سے تو کسی یہودی اور عیسائی کو بھی انکار نہیں ہے۔ بلکہ جو مسجد میں نہیں آتا وہ بھی کہتا ہے کہ یہ مسجد ہے جو نماز نہیں پڑھاتا ہے وہ بھی کہتا ہے کہ یہ مسجد ہے، پھر کتنے ہی لوگ ہونگے مگر الحمراء مسجد کو ماننے میں کسی کا انکار نہیں اگر اس محلّہ میں کوئی کافر رہتا ہو وہ بھی کہے گا کہ ہاں یہ مسجد ہے جیسے ہم شہر میں کہیں جا رہے ہوں تو کوئی گرجا ہو اور کوئی پوچھے یہ کیا ہے تو جواب دیا جاتا ہے کہ یہ گرجا ہے اس پر کسی کو انکار نہیں ہے، تو معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کی ولادت سے کسی کو انکار نہیں ہے آپؐ کی ولادت پر خوشی ہر انسان کو ہے مسلمان کو خاص طور پر ہے۔

اسوۂ رسول ﷺ کو اپنانا رسول ﷺ سے محبت ہے:

آپ ﷺ کی ولادت میں آپ کا تعارف محمد ابن عبداللہ ہے اور آپ ﷺ کی رسالت میں آپ کا تعارف محمد رسول اللہ ہے، آپ ﷺ کی رسالت سے ہمیں شریعت ملی، ہمیں اللہ تعالیٰ کا سارا دین ملا ہمیں حلال اور حرام کے تمام احکامات ملے آج ہم یہ کیا کر رہے ہیں، مجھے ایک دفعہ ایک اسکول میں سیرت کے جلسہ میں بلایا گیا جس میں مرد اور خواتین دونوں موجود تھے اللہ تعالیٰ کے نام پر گناہ کیا جا رہا ہے نعت پڑھی جا رہی ہے، ضرور پڑھیے مگر وہ نعتیں جو گانوں سے لی جا رہی ہیں، گانوں کے وزن پر بنائی جا رہی ہیں جس کے ساتھ میوزک بجائی جاتی ہے، میں کسی کی تنقید یا رد نہیں کر رہا ہوں بلکہ اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ کی جو تعلیمات ہیں وہ تعلیمات آپ تک اور اپنے تک پہنچانا چاہتا ہوں افسوس تو اس بات کا ہے کہ جو کچھ بھی کیا جا رہا ہے وہ رسول پاک کے نام مبارک پر کیا جا رہا ہے راستہ بند ہیں گلیاں بند ہیں ، لوگوں کو

تکالیف کتنے بیمار ہیں کتنے ایمرجنسی میں جانے والے ہیں اور جواب کیا ملتا ہے کہ جی اور لوگ جو کرتے ہیں او بھائی نبی علیہ السلام کے نام پر تو نہیں کرتے۔

ہمارے نبی ﷺ تو رات کو تہجد کے لیے اٹھتے تھے، حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ آہستہ سے اٹھتے تھے آہستہ سے دروازہ کھولتے تھے اور اسی طرح آہستہ سے تہجد کی تیاری فرماتے تھے اور یہی حکم ہے امت کو اگر کوئی شخص رات کو تہجد کے لیے اٹھے تو یہ اس کا ذاتی عمل ہے نفلی عمل ہے نہ وہ بیوی کی نیند خراب کریں نہ وہ بچوں کی نیند کو خراب کریں نہ وہ گھر میں کسی اور کو تکلیف دیں بس اپنی خاموشی سے اٹھے تا کہ کسی کی نیند میں خلل نہ آئے۔ مشہور واقعہ ہے ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ جب ایک دن بیٹھے اور آپس میں کہنے لگے کہ مدینہ منورہ کے اندر جتنے بھی کمزور لوگ ہیں یتیم لوگ ہیں بیوائیں ہیں ایسی ترتیب بنائی جائے اور اھل مدینہ پر ان کو تقسیم کر دیا جائے کہ یہ فیملی آپ لے لو تا کہ کسی ایک پر اسکا بوجھ نہ پڑے تو یوں تقسیم کرتے کرتے ایک بیوا تھی نابینا جب اس کے گھر کی باری آئی تو حضرت ابو بکر صدیقؓ نے فرمایا کہ اس کو چھوڑ دو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اس کا ذمہ کسی کو لگا دیتے ہیں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس کا ذمہ کسی نے لیا ہوا ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کس کے ذمہ ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بس چھوڑ دو کسی نے لیا ہے، انسانی مزاج ہے اگر کسی کو کسی کام سے روکا جائے تو وہ کہتا ہے کہ یہ کیا ہے وہ زیادہ تحقیق میں جاتا ہے زیادہ جستجو بڑھ جاتی ہے، حضرت عمرؓ کی جستجو بڑھی کہ یہ کون ہے تو اگلے دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ فجر پڑھتے ہی مسجد سے سیدھے اس خاتون کے گھر گئے اور کہا کہ کوئی کام وغیرہ ہے تو بتا دو تو اس خاتون نے کہا کہ سارا کام نماز سے پہلے ایک آدمی آ کر کر دیتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کون ہے، وہ شخص اس خاتون نے کہا کہ میں نابینا ہوں مجھے کیا پتہ ہے وہ آتا ہے میرا گھر صاف کر دیتا ہے پانی رکھ دیتا

ہے میرے کام کر کے چلا جاتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی جستجو اور بڑھی آگلے فجر سے پہلے آئے تو پتہ چلا کہ اس دن بھی اس کا کام ہوگیا ہے، اگلے دن تہجّد کے وقت آئے تو دیکھا کہ اندھیرے میں ایک شخص ننگے پاؤں چل رہا ہے تو دیکھا وہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے ابو بکر جوتے کیوں نہیں پہنے ہیں، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رات کا وقت ہے میں نے کہا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میری وجہ سے کسی کی نیند خراب ہوجائے یہ تھے رسول اللہ سے محبت کرنے والے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ایک مسلم امر ہے:

میں پھر کہتا ہوں کہ میں کسی کو تنقید نہیں کر رہا ہوں اور نہ ہی کسی کی تائید۔ ہمیں سوچنا چاہیے کہ یہ ہم نبی علیہ السلام کے نام پر کیا کر رہے ہیں، اتنے بڑے بڑے ڈیگ لگاتے ہیں اور پڑوس میں لوگ رہتے ہیں ساری رات اس میں ایک شور شرابہ شروع ہوتا ہے اور اگر کوئی بے چارہ بات کردے تو جواب ملتا گستاخ رسول ہے کیا نبی علیہ السلام نے ایسا ہی کیا ہے، یا صحابہ کرام رسول اللہ سے ایسے محبت کرتے تھے کہ پورے محلے میں لوگوں کو تکلیف دینا جان بوجھ کر لوگوں کو اٹھانا اور یہ سارا کچھ کس نام سے ہورہا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت پر کسی کو انکار نہیں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے تو یہودی اور عیسائی بھی انکار نہیں کرتا ہے۔ میں نے آپ کو پہلے بھی کہا کہ ولادت سے انکار نہیں ہوسکتا ہے محمد ابن عبداللہ کی ولادت ہوئی ہے، مگر جب آپ کہتے ہیں محمد رسول اللہ تو یہودی کہتا ہے کہ میں اس کو نہیں مانتا ہوں، اسی طرح عیسائی کہتا ہے کہ میں نہیں مانتا ہوں وہ کسی بزرگ نے بڑی اچھی مثال دی ہے کہ اگر گھر میں کوئی مہمان آتا ہے تو گھر میں بڑے بھی خوش ہوتے ہیں اور بچے بھی خوش ہوتے ہیں مگر بڑوں کی خوشی کی نوعیت الگ ہوتی ہے اور چھوٹوں کی نوعیت الگ ہوتی ہے۔ بچے کیوں خوش ہوتے ہیں اس وجہ سے کہ آج گھر میں کوئی اچھا کھانا پکے گا کوئی بریانی آئے گی اس بات پر

بچوں کی خوشی ہوتی ہے، بڑے اس لیے خوش ہیں کہ ایک مقصد ہے، مثال کے طور پر اس کے والدین آرہے ہیں یا کوئی سسرال والے آرہے ہیں اس وجہ سے وہ خوش ہے کوئی مقصد ہے اسی طرح نبی علیہ السلام کی تشریف آوری آپ کی ولادت باسعادت پر دو قسم کی خوشیاں، ہیں ایک یہ کہ میں شربت تقسیم کروں اور جھنڈا لہرادوں، اور میں کہوں کہ دیکھو جناب میں نے کتنا اچھا کام کیا ہے۔

دوسرا یہ ہے کہ میں کہوں کہ جناب رسول اللہ ﷺ کی زندگی کے کتنا قریب ہوں، میری زندگی نبی علیہ السلام کی زندگی سے کتنی ملتی ہے، میں آپ ﷺ کی زندگی کو اپنے گھر میں لاتا ہوں یا اس سے کتنی تعلیم حاصل کرتا ہوں اور اپنے کاروبار میں اس کو لا رہا ہوں، کتنا عمل کرتا ہوں، یہ ہے ایک سمجھدار کی خوشی اور آج ہم جو خوشی کر رہے ہیں وہ ہے بچوں والی خوشی مٹھائی تقسیم کردو شربت تقسیم کردو بریانیاں تقسیم کردو، اور جو کوئی بھی طریقہ ہے آج کے اس زمانے میں آپ سب حضرات اچھی طرح جانتے ہیں اور اللہ تعالیٰ معاف کرے، نبی علیہ السلام کے نام پھر آج کل لوگ ناچ رہے ہیں۔ اور یہ سب کچھ کیا ہو رہا ہے میلاد رسول سے ہمارا اصل مقصد کیا ہے یہ اپنے دوست احباب کو بتائیں سمجھائیں، آپ ﷺ نے فرمایا اصحابی کالنجوم میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں جس نے ان کی اتباع اور پیروہ کی وہ کامیاب ہوگیا، آپ علیہ السلام سے پہلے جتنے انبیاء کرام آئے ان سب کا پیغام یہ تھا کہ جو میں کروں وہ امت نے کرنا ہے لیکن ہمارے نبی علیہ السلام کی شان دیکھیے ہمارے نبی علیہ السلام نے محنت کی اللہ تعالیٰ نے ان کو اتنی پیاری جماعت دی کہ آپ ﷺ نے فرمایا اصحابی کالنجوم ان میں سے جس کی بھی تم اقتداء کروگے تم ھدایت پاجاؤ گے، اور ان سارے صحابہ کرام پر حضرات خلفائے راشدین کو حضرت ابوبکر صدیق حضرت عمر حضرت عثمان حضرت علی رضوان اللہ علیہم اجمعین کو امیر بنایا۔ فرمایا

علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین المهتدین

نبی کریم کا مقصد بعثت:

میرے دوستو! رسول پاک ﷺ کی ولادت کے نتیجہ میں انسانیت کو خوشخبری ملی کہ نبی آخر الزماں آگیا اور ظلم کا دور ختم ہوگیا، اب عدل اور تعلیم کا دور ہوگا اب سمجھ دار لوگوں کا دور ہوگا لوگوں کو آزادیاں ملیں گی یہ آپ کی ولادت کے سلسلہ میں خوشخبری ملی اب چلتے چلتے چالیس سال میں آپ کو نبوت ملی۔ آپ ﷺ کی نبوت کے صدقے ہمیں اللہ رب العزت نے پاکیزہ شریعت سے نوازا آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے رسول بنایا اور ہمیں شریعت دے دی اور بتادیا کہ حلال کیا ہے حرام کیا ہے، جائز کیا ہے ناجائز کیا ہے صحیح کیا ہے غلط کیا ہے، عقیدہ کیسا ہونا چاہیے عبادت کیسی ہونی چاہیے۔ ہماری معاد کیسی ہو ہماری معاشرت کیسی ہو، تو اس شریعت کا انکار مسلمانوں کے علاوہ سب قومیں کرتی ہیں وہ کہتی ہیں کہ ہم اس کو تو مانتے ہیں کہ محمد بن عبداللہ ہے ابو طالب کا بھتیجا ہے بنو ہاشم کے خاندان سے ہے، مکّہ میں رہتے ہیں اس کو مانتے ہیں، اس لیے تو ابولہب نے آپ کی ولادت پر خوشخبری سنانے والی باندی کو آزاد کردیا تھا اس لیے کہ اس کو خوشی ہوئی کہ اس کا بھتیجا ہوا ہے، مگر جب چالیس سال بعد بات آگئی رسالت کی جب نبی علیہ السلام نے کہا قولوا لا الٰہ الا اللہ تو ابولہب نے کیا کہا تھا تبا لک الھذا جمعتنا ھلاک ہوجاؤ تم نے ہمیں اس لیے جمع کیا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ایک سورت نازل کی تبت یدا ابی لھب وتب ابولہب ھلاک ہوگیا، جشن منایا ابولہب نے مگر جب بات آئی مشن کی رسول اللہ کی تعلیم کی تو پھر وہ پیچھے ہٹ گیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ صدیق اکبر بن گئے۔ اور ابولہب زندیق اکبر بن گیا اب مرضی ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات کو لے کر صدیق اکبر کے راستے پر چلے یا پھر ابولہب کی طرح خوشی منائیں بقیہ نمازوں کا پتہ ہے نہ سنتوں کی تابعداری ہے، نہ شریعت کی تابعداری ہے نہ آپ ﷺ والے اخلاق

نہ کردار تو پھر یہ کیسی محبّت ہے آپ ﷺ کے نام پر جوس بریانی مٹھائیاں تقسیم کی جاتی ہیں، مگر جب یہ بات بتائے کہ آپ ﷺ راتوں کو جاگ کر عبادت کرتے تھے لوگوں کی خدمت کرتے تھے، نبی علیہ السلام صلح رحمی کرتے تھے رسول اللہ بے کسوں کا ساتھ دیتے تھے آپ ﷺ کی رسالت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ہمیں شریعت دی ہے، اتنا پیارا دین دیا ہے جس کو خود اللہ تعالیٰ نے پسند فرمایا ہے رضیت لکم الاسلام دینا، اے میرے بندو میں نے تمہارے لیے اسلام کو بطور دین کے پسند کیا، اس کے مقابلہ میں کوئی دوسرا دین عزت والا نہیں ہے۔ جتنا اللہ تعالیٰ نے اسلام کو بنایا ہے، اسی طرح دوسری جگہ ارشاد فرمایا، اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامِ دین اللہ تعالیٰ کے ہاں اسلام ہے، لہٰذا وہ اسلام ہماری زندگی میں ہو وہ دین ہماری زندگی میں ہو چنانچہ آپ ﷺ سے سارے مکّہ والے نبوت سے پہلے محبّت کرتے تھے کوئی بھی مخالف نہیں تھا۔ سب یک زبان ہو کر کہتے تھے کہ مکّہ کا سب سے سچّا انسان سب سے زیادہ امانت دار انسان سب سے اچھا انسان محمد ہے۔ لیکن جہاں آپ کی رسالت کا اعلان ہوا جہاں آپ نے کہا یَا اَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں تو پھر کیسی مخالفت ہوئی پھر آپ علیہ السلام کو کیسی اذیت دی گئی آپ ﷺ کو کتنا پریشان کیا گیا اس لیے میرے پیارے دوستو! ہمیں نبی علیہ السلام کی ولادت پر خوشی ہے اور ہم آپ ﷺ کی رسالت کے نتیجے میں ملنے والی شریعت پر اپنی زندگی گزارنا چاہیے، جو آپ ﷺ کے آنے کا مقصد تھا، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّهٖ ہم نے رسول اللہ کو بھیجا تا کہ اللہ تعالیٰ کا دین غالب ہو جائے اور مخلوق کا رشتہ اللہ تعالیٰ سے جڑ جائے تو اس نبی ﷺ نے آکر اس دین کی دعوت بھی دی اور پھر اسکے لیے ہر طرح کی قربانی بھی اسی دین کی وجہ سے آپ ﷺ کو مکّہ مکرمہ سے نکالا گیا تھا

آپ ﷺ کی ولادت، بعثت، ہجرت، سفر آخرت چاروں ماہ ربیع الاول میں ہوئیں:

چوتھی بات آپ ﷺ کی ہجرت بھی ربیع الاول میں ہوئی ہے آج جو ہمارے ہاں صرف اور صرف آپ ﷺ کی ولادت پر بات ہوتی ہے یہ پوری بات نہیں بتائی جاتی ہے پوری اور مکمل بات بتائے یعنی آپ ﷺ کی ولادت بھی ربیع الاول میں ہوئی، اور رسالت بھی ربیع الاول میں ملی آپ کی ہجرت بھی ہوئی اور سفر آخرت بھی ہوا ہے، اور ہر ہر واقعہ سے امت کے لیے جو سبق ہے وہ سبق امت کو بتلاؤ کہ مجھے اور آپ کو کیا کرنا ہے اگر ہم نے کہا کہ آپ ﷺ کی ولادت ہوئی اور ہم نے چند نظمیں پڑھ لیں تو کیا میرے ذمہ یہی تھا نہیں بلکہ اور بہت سارے کام ہیں آپ ﷺ نے ربیع الاول میں مکہ مکرمہ سے ہجرت فرمائی اور مدینہ منورہ تشریف لائے، ہجرت کے نتیجہ میں امت کو سبق دیا اللہ تعالیٰ کے دین کے لیے قربانی کا، سب سے پیارا اور کامیاب انسان اپنے گھر کو اور اپنے تمام معاملات کو اپنے محلّہ اور شہر کو چھوڑ کر دوسرے شہر کی طرف روانہ ہے، صرف اللہ تعالیٰ کے دین کی بقا کے لیے صرف اپنے آپ کو اور دین کو بچانے کے لیے اللہ تعالیٰ کے حکم سے جا رہے ہیں اس ہجرت کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے نبی علیہ السلام کو مکّہ بھی دے دیا اور مدینہ منورہ میں اسلامی ریاست بھی قائم ہوگئی۔

تو یہ بھی بیان ہونا چاہیے کہ نبی علیہ السلام نے ہجرت کی ہے ربیع الاول میں یہ امت کے لیے درس ہے کہ اس دین کے لیے قربانی دو گے تو مسئلہ حل ہوگا اگر قربانی کا جذبہ ہوگا تو یہ دین آگے بڑھے گا۔ یہ پھلے گا پھولے گا، ماہ ربیع الاول میں جہاں لنگر تقسیم کرنے کی بات ہو وہاں قربانیوں کا ذکر ضرور ہونا چاہئے اور آپ ﷺ کی قربانیوں کو زندگی میں رائج کرنا چاہئے۔ یاد رکھئے گا سنت صرف آسانیوں کا نام نہیں بلکہ مکمل اتباع کا نام ہے۔ اور قربانی کا جذبہ نہ ہو تو پھر میں نبی کی سیرت کیا بیان کرونگا یاد رکھیں سیرت اپنانی ہوتی ہے سیرت منائی نہیں ہوتی، ربیع الاول منانے کی چیز نہیں

ہے بلکہ ربیع الاول اپنانے کی چیز ہے نبی کی سیرت میری زندگی میں آئے تو ربیع الاول میں آپ ﷺ نے ہجرت کی اتنی بڑی قربانی دی کہ آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہیں، مکہ مکرمہ سے جارہے ہیں، اس زمین پر اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ نے اکیاون سال گزارے ہیں آسان نہیں ہوتا ایسی جگہ کو چھوڑنا تو یہ تعلیم تھی آپ ﷺ کی کہ جب تم اللہ تعالیٰ کے دین پر آؤ گے تو دنیائے کفر تم سے کبھی بھی خوش نہیں ہوسکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے آغاز میں فرمایا ہے وَدَّ كَثِيرٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَوْ يَرُدُّونَكُم مِّن بَعْدِ إِيمَانِكُمْ كُفَّارًا حَسَدًا مِّنْ عِندِ أَنفُسِهِم مِّن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ فرمایا کہ یہ جو یہودی اور عیسائی ہیں یہ چاہتے ہیں کہ تمہارے مسلمان ہونے کے بعد وہ تمہیں کافر بنا کر چھوڑے وہ تم پر محنت کر رہے ہیں بوجہ اس حسد کے جو ان کے سینوں میں ہے اس کے بعد کہ ان پر یہ بات واضح ہوگئی کہ اسلام دنیا کا سچا دین ہے جیسے آج دنیا میں ہمارے ایک دوسرے سے حسد چلتی ہے کہ اس کا کاروبار کیوں اتنا اچھا ہوگیا ہے اس کا بیٹا کیوں پڑھ گیا، اس کو یہ منصب کیوں مل گیا ہے۔ اسی طرح من حیث القوم یہودی اور عیسائی آپ ﷺ سے حسد کرتے ہیں ان کے پاس اسلام کیوں ہے اور اس حسد کی وجہ سے وہ مسلمانوں کے خلاف مختلف اوقات میں مختلف کام کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ کی شان میں وہ آئے دن گستاخی کرتے ہیں، اور آج ہمارے ہاں لوگ آکر پوچھتے ہیں، مولوی صاحب یہ جو آدمی نبی علیہ السلام کی شان میں گستاخی کرتا ہے اس کو مارنا جائز ہے۔ بڑے افسوس کی بات ہے ایسے پوچھنے والے کا منہ توڑنے کے قابل ہے اس کو آپ اپنا مہمان بنائیں اس کی دعوت کریں اگر اتنی ہی اس سے محبّت ہے اس کا مطلب ہے کہ آپ کے دل میں آپ ﷺ کی محبّت کی چنگاری ختم ہوگئی ہے کوئی آدمی آپ کے ابا کا کارٹون بنائے

آپ کے دادا کا کارٹون بنائے تو پھر کیا آپ کسی سے قانون پوچھو گے۔ قانون صرف اسلام اور دین کے لیے ہی ہے ایک دفعہ میں جہاز میں جارہا تھا جہاز اڑا نہیں تھا تو نماز کا وقت ہوا تو میرے ساتھ والوں نے کہا کہ نماز پڑھ لیتے ہیں ہم جیسے ہی نماز پڑھنے لگے تو ایک جہاز کا آدمی آگیا اور اس نے کہا کہ قانونا نماز کی اجازت نہیں ہے۔

میں نے کہا کہ کون سا قانون تو کہنے لگا کہ ائرلائن کا جو قانون ہے اس کے مطابق تو میں نے کہا کہ جو اللہ تعالیٰ کا قانون ہے اس کا کیا کریں تو کہنے لگا کہ میں کچھ بھی نہیں جانتا آپ نے نماز نہیں پڑھنی ہے اتنی دیر میں ایک اور بڑا افسر آگیا اس نے کہا کہ کیا بات ہے میں نے کہا کہ نماز پڑھنی ہے تو اس نے جواب دیا کہ پڑھو اس میں کیا مسئلہ ہے جہاز تو ابھی کھڑا ہے، ابھی دس پندرہ منٹ باقی ہیں چلنے میں آپ نماز پڑھ لیں، میں نے ساتھیوں سے کہا کہ اصل بات ہے ثواب کی یہ اس کے مقدر میں ثواب تھا ہی نہیں جس کے مقدر میں تھا اللہ تعالیٰ نے اس کو ہمارے پاس بھیج دیا ان سب کا ثواب اس کو ملے گا تو آج لوگ کس منہ سے یہ پوچھتے ہیں کہ اس کے ساتھ ایسا کرنا جائز ہے بڑی ہی حیرانگی ہوتی ہے اس بدبخت نے اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ کے ساتھ گستاخی کی ہے، اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ کی شان میں ابولہب نے گستاخی کی تو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اس کا جواب دیا کہ ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ جائیں، اس کو میں جہنم میں ڈالونگا۔ اور سورۃ الحجر میں اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا کہ اِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِيْنَ ، اے نبی ﷺ ہم ان کے لیے کافی ہیں جو آپ کا مزاق اڑا رہے ہیں، ایسے لوگ اس زمانے میں بھی موجود تھے، اس زمانے میں بھی دنیائے کفر اس بات پر اڑی ہوئی تھی کہ اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ کا مزاق اڑایا جائے یہ کیا ہے یہ ان کا وہ حسد اور وہ بغض ہے جو اندر سے نکل رہا ہے کہ مسلمان اللہ تعالیٰ کے دین پر

ہیں کیوں اسلام پر ہیں کیوں یہ اپنے رسول کی تابعداری کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کی ہجرت سے ہمیں قربانی کا درس ملا ہے کہ یہ دین قربانی مانگتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمادیا کہ یادرکھو یہ یہودی اور عیسائی آپ سے کبھی بھی خوش نہیں ہونگے وَلَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ جب تک یہودی اور عیسائی آپ کو یہودی اور عیسائی بنا کر نہ چھوڑے اس وقت تک یہ آپ سے کبھی بھی راضی نہیں ہونگے، اور نبی علیہ السلام کی رحلت ربیع الاول میں ہوئی اور آپ کی رحلت کے نتیجہ میں ہمیں اللہ تعالیٰ کی کتاب اور سنت ملی جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمادیا تھا میں تم میں دو چیزیں چھوڑ کر جارہا ہوں، ایک اللہ تعالیٰ کی کتاب اور دوسری میری سنت جب تک تم اس پر پابند رہوگے تو تم کبھی بھی گمراہ نہیں ہوگے، آپ ﷺ کی رحلت ربیع الاول میں ہوتی ہے ہر واقعہ سے اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایک سبق دیا ہے آپ ﷺ کی ولادت کائنات کے لیے رحمت ہے، اور آپ کی رسالت اللہ تعالیٰ کی شریعت ہے اور آپ کی ہجرت میں دین کی قربانی ہے، اور آپ کی رحلت کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ سے چمٹ جانا ہے، لہٰذا ہمیں اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ کی سنتوں کو اور زندہ کرنے کی کوشش کرنی چاہیے جو خاکے شائع کر رہے ہیں اگر اس کے مقابلے میں ہم اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ کی سنتوں سے اور زیادہ محبت کرنے والے بن جائیں، تو اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ کو اس سے خوشی ہوگی یا سمجھیں کہ جی بہت بڑا ہوا ہے، مگر میں تو فجر کی نماز کے لیے نہیں آسکتا ہوں وہ لوگ غلط کر رہے ہیں میں تو صحیح کر رہا ہوں، میں رات کو دیر سے سوتا ہوں، اور فجر میں اٹھنا میرے لیے بہت مشکل ہے، بات تو اصل یہ ہے کہ بڑا مجرم تو میں ہوں کہ میں اس نبی کی محبت کا بڑا دعوے دار بنتا ہوں، اس کا امتی ہونے کا دعویٰ کرتا ہوں، مگر اس نبی ﷺ کی زندگی کو

نہیں اپنا رہا ہوں، میں اپنی زندگی کو اس نبی کی زندگی کے قریب نہیں کر رہا ہوں، فائدہ تو اسی وقت ہے جب میں نبی علیہ السلام کی زندگی کے قریب ہو جاؤں، اور جو آپ ﷺ کے دنیا میں آنے کا مقصد تھا وہ میرا مقصد ہو جائے یہ ہے سنت سے محبت۔

اسوہ حسنہ بہترین تربیت رسول اللہ ﷺ کا طریقہ ہے اگر تم نے بہترین تابعداری کرنی ہے تو رسول اللہ ﷺ کے راستے میں ہے، آپ ﷺ سے بہترین انسان اس دنیا میں کوئی نہیں ہے، جو کمالات اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ کو عطا فرمائے تھے وہ کسی کو بھی نہیں عطا کیے ہیں۔

نبی کی اتباع میں اللہ کی محبت ہے:

میرے بھائیو دوستو اور بزرگو!!

نبی ﷺ کی سنتوں کو اپنے اندر لانے کی کوشش کریں اور اس کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ ہم اس کے داعی بنیں، آپ ﷺ کی زندگی کو پھیلانے والے بنیں، آج باطل باوجود باطل ہونے کے اس کا پرچار کر رہا ہے، مگر میں اپنے نبی ﷺ کی زندگی کی پرچار نہیں کر رہا ہوں، اس لیے میرے دوستو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر میرا قرب چاہتے ہو تو میرے نبی ﷺ کی تابعداری کرو، اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ کہ تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرنا چاہتے ہو تو اے نبی ان سے کہہ دو کہ میری تابعداری کرو اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا تابعداری عمل میں ہوتی ہے، یعنی اس عمل کو مکمل طور پر اپنی زندگی میں لے آؤ جو رسول اللہ ﷺ کا ہے جو کام آپ ﷺ کرتے تھے اس کو کرو ہاں اگر ایک آدمی نہیں کرنا چاہتا کہ میں رسول کی اتباع نہیں کرتا ہوں تو یہ ایک الگ بات ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی بات نہیں مانی ہے تو اس کا انجام جہنم ہے مگر مومن کے دل میں اللہ تعالیٰ اور اس کے

رسول کی محبت یہ ایک عظیم سرمایہ ہے ظالم اور بدبخت ہیں وہ لوگ جو رسول اللہ ﷺ کے نام کی اہانت کر رہے ہیں، اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ لَعَنَھُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ. اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو اللہ تعالیٰ کو اور اس کے رسول کو اذیت دینا چاہتے ہیں ان پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے ایسا شخص اللہ تعالیٰ کی کتاب کے مطابق دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی ملعون ہے، اور جو ایسے ملعون کا ساتھ دے گا وہ بھی اسی طرح ملعون بن جائے گا، اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو رسول اللہ ﷺ کی سچی محبت نصیب فرمائیں۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

مومن کی آزمائش

مومن کی آزمائش

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الٓمّٓ ۝ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ ۝ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَ لَيَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِيْنَ ۝ اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ اَنْ يَّسْبِقُوْنَا سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ۝ ٤ مَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ اللّٰهِ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ لَاٰتٍ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝ وَمَنْ جَاهَدَ فَاِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهٖ اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ۝ (سورة العنكبوت)

میرے محترم دوستو اور بزرگو!

میں نے آپ حضرات کے سامنے سورۃ العنکبوت کی ابتدائی چند آیتیں تلاوت کی ہیں، ان کا ترجمہ یہ ہے کیا لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا ہم ایمان لاتے

ہیں اوران کا کوئی امتحان نہیں ہوگا۔البتہ تحقیق پہلے کے مسلمانوں کا امتحان ہوا اللہ تعالیٰ نے ظاہر کیا سچے لوگوں کو اور ظاہر کیا جھوٹے لوگوں کو، کیا خیال کرتے ہیں وہ لوگ جو برائیاں کرتے ہیں کہ وہ ہم سے بچ جائیں گے، برا فیصلہ کرتے ہیں وہ، جو اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی امید رکھتے ہیں، وہ وقت آکے رہے گا اور وہ اللہ تعالیٰ سب کچھ سنتا اور سب کچھ جانتا ہے اور جو کوشش کرتا ہے تو وہ اپنے لیے کوشش کرتا ہے، بے شک اللہ تعالیٰ کی ذات بے نیاز ہے تمام جہاں کے لوگوں سے، ان آیات کے اندر جو مرکزی بات اور اہم مضمون ہے۔وہ مضمون یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سے اور ہم سے قبل جو مسلمان تھے ان سے اور جو ہمارے بعد آئیں گے ان سے یعنی ہر زمانے کے مسلمانوں سے اللہ تعالیٰ یہ بات ارشاد فرما رہے ہیں کہ دیکھو انسان کچھ کرے گا۔تو کچھ پائے گا، انسان یہ چاہے کہ میں کچھ کروں نہیں اور مجھے کچھ مل جائے یعنی مجھے کوئی محنت نہ کرنی پڑھے مگر مجھے اس کا نتیجہ اچھا مل جائے یہ تو دنیا کے کسی بھی اصول میں نہیں ہے کہ انسان کرے کچھ بھی نہیں اور اس کو نتیجہ اچھا ملے، اچھے احوال ملیں اچھی چیزیں ملیں ایسا نہیں ہوتا ہے، ''ایں خیال است ومحال است وجنوں'' یہ پاگل پن کی باتیں ہیں، انسان کو اپنی عملی زندگی بنانی پڑتی ہے، وہ دنیا کے اندر بھی دین کے اندر بھی وہ معاشرت کے اندر بھی، وہ اپنی عبادات کے اندر بھی غرض زندگی کے ہر شعبے کے اندر جس کے اندر وہ مشغول ہوگا، تو اس کو کچھ ملے گا۔

ہر کامیابی کے لئے محنت ضروری ہے:

مثال کے طور پر بچہ سکول میں جائے گا تو پڑے گا مزدور مزدوری کے لیے جائے گا تو مزدوری ملے گی، تاجر مارکیٹ میں جائے گا تو تجارت ہوگی، نماز کے لیے مصلیٰ اٹھائے گا تو نماز پڑھے گا، تو اللہ تعالیٰ یہی فرماتے ہیں کہ انسان عملاً کچھ کرے گا تو کچھ پائے گا، ہم اپنے ذہنوں میں بہت ساری چیزوں کو غلط سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جی

میرا اللہ تعالیٰ پر بڑا بھروسہ ہے، اور ہم اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہیں، اب توکل کا مطلب کیا ہے کیا اللہ تعالیٰ پر توکل کا مطلب یہ ہے کہ میں کوئی کام نہ کروں اور میں کہوں کہ اللہ تعالیٰ ہی کرنے والا ہے دفتر کو بند کردو اور سب سے کہو کہ دفتر آنے کی ضرورت نہیں ہے، تنخواہ آپ کے اکاؤنٹ میں آجائے گی اس مہینے توکل پر چلتے ہیں، اب ایک مہینہ ہم یہ کرنے کو تیار نہیں ہیں کیوں اس وجہ سے کہ ہمیں کام پر آنا پڑے گا اور دفتر اور فیکٹری کے بتائے ہوئے وقت پر آنا پڑے گا ایسا بھی نہیں ہے کہ اس کی ڈیوٹی صبح کی تھی اور وہ شام کو آرہا ہے کہ دن کو میرا کام تھا آج رات میں ڈیوٹی کرتا ہوں اب دفتر بند ہوگیا ہے، آپ چوکیدار تو نہیں ہیں آپ کو کام کے لیے رکھا ہے چوکیداری کے لیے نہیں رکھا ہے۔ تو اسلام اس بات کی تعلیم دیتا ہے کہ آپ جس میدان میں، جس وقت ہونگے اس میدان میں آپ کو کوئی اپنا کردار دکھانا ہوگا اس عمل اور کردار کے بعد نتیجہ اللہ تعالیٰ کے حوالہ کرنا اس کو توکل کہتے ہیں ہم نے اپنی سستی کو اپنی نااھلی کو اور اپنی کمزوریوں کو اللہ تعالیٰ پر ڈال دیتے ہیں کہ جی اللہ تعالیٰ پر توکل ہے امتحان آئے اور طلباء پڑھے نہیں اور کہے کہ صبح دیکھیں گے، کیا دیکھا جائے گا، جب نتیجہ آتا ہے تو پوچھو کیا ہوا رزلٹ کا تو جواب دیتے ہیں کہ میں نے اپنا رزلٹ دیکھا نہیں ہے، جو طالب علم یہ بات کہے کہ میں نے نہیں دیکھا تو ہم سمجھ جاتے ہیں کہ یہ فیل ہوگیا ہے، یہ کون سا آدمی تھا یہ توکل کرنے والا تھا۔ یہ درحقیقت توکل والا نہیں تھا بلکہ سست تھا نااھل تھا کاہل تھا۔

جناب نبی کریم ﷺ کی زندگی حضرات صحابہ کرام کی زندگی عمل سے بھرپور زندگی تھی اپنی پوری محنت پوری کوشش کے بعد اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ کے حوالہ کرنا اپنے ظاہری تمام اسباب اختیار کر کے دوکاندار دوکان میں بیٹھ جاتا ہے، اب اپنی محنت کرلی اب اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنا اب جو اللہ تعالیٰ نے اس کو دینا ہو دے گا۔

توکل نام ہے ان اسباب کو اختیار کرنے کا جو اللہ اور اسکے رسول ﷺ نے بتلائے ہیں ان اسباب کو اختیار کر کے انسان اپنی محنت اور کوشش کو صرف کرنے اور پھر اللہ تعالیٰ کی ذات پر اعتماد کر کے چلتا چلا چلائے۔ ہمارے نبی ﷺ کی زندگی بھی یہی بتلاتی ہے آپ ﷺ نے محنت مشقت کے ساتھ زندگی گزاری، آپ ﷺ نے آٹھ سال کی عمر میں اپنے چچا ابو طالب کے ساتھ شام کی طرف اپنا پہلا تجارتی سفر کیا تھا تو گویا آٹھ سال کی عمر میں آپ ﷺ نے محنت کی ہے، مکۃ المکرّمۃ میں رہتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے ان علاقوں میں بکریاں چرائی ہیں، ایک بھرپور عمل والی اور محنت والی زندگی تھی، پھر اس محنت والی زندگی میں آپ ﷺ نے اس مکہ کی سرزمین میں رہتے ہوئے تجارت کی اور محنت کی مزدوری کی آپ ﷺ نے معاملات کئے رشتے کئے آپ ﷺ نے نکاح کیا اور اپنی بیٹیوں کے رشتے کروائے، مگر ان تمام معاملات میں اللہ تعالیٰ کا وہ نبی کتنا پکا اور کتنا سچا تھا کہ پورے مکہ والوں کو کہنا پڑا کہ اگر اس مکہ میں کوئی سچا انسان ہے تو وہ محمد ابن عبداللہ ہے آپ ﷺ کو مکہ والوں نے صادق اور امین کا لقب دیا اور اصل میں آپ ﷺ وعدے کے سچے تھے اور صادق الوعد تھے جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِسْمٰعِيْلَ اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا اور مسجد نبوی کے محراب میں لکھا ہوا ہے، صادق الوعد یہ لفظ کثرت استعمال کی وجہ سے مختصر ہو کر صرف صادق رہ گیا تو ہمارے نبی ﷺ وعدے کے بڑے پکے اور سچے تھے اور دیانت میں امانت میں مالیات میں ایک کھرے انسان تھے نبوت سے پہلے جو چالیس سالہ زندگی تھی آپ ﷺ کی نبوت سے پہلے اس میں مکہ والوں نے آپ کو صادق الوعد کا لقب دیا تھا تو آپ ﷺ نے چند وعدے توڑے ہوں گے، کسی کو کوئی معلوم ہے؟ تو معلوم ہوا کہ چالیس سال میں ایک وعدہ بھی نہیں توڑا، ہم اس نبی ﷺ کے امتی ہیں جس کا کردار

اتنا عالی شان تھا کہ کوئی وعدہ نہیں توڑا تھا اور ہم روزانہ کتنے ہی وعدے توڑ دیتے ہیں اور پھر کہتے ہیں برکت نہیں ہے۔ پتہ نہیں کیا ہو گیا ہے ایک اللہ والے فرماتے تھے کہ جس دن گناہ ہو جاتا ہے مجھے پتہ چل جاتا ہے، کہتے ہیں کہ اس دن میری سواری بھی بدکی ہوئی ہوتی ہے، بیگم صاحبہ اور سارے ہی منہ بنا کر بیٹھے ہوتے ہیں، میں سمجھ جاتا ہوں کہ مجھ ہی سے کوئی گڑبڑ ہو گئی ہے، یہ سواری بھی ٹھیک چل رہی تھی یہ بیگم بھی ٹھیک تھی، بچے بھی ٹھیک تھے آج سب عجیب سے لگ رہے ہیں کہتے ہیں کہ جی میں نے تو نماز پڑھی ہے بڑی دعائیں کر کے آرہا ہوں، مگر اس کے ساتھ ساتھ جھوٹ بھی بول کر آرہا ہوں وعدے بھی توڑ کر آرہا ہوں کسی خردار پارٹی نے فون پر پوچھا کہ مال آرہا ہے، تو میں نے جواب دیا ابھی لوڈ ہو رہا ہے، جب کہ مال ابھی تک گودام میں ہوتا ہے اور یا کبھی حالات کی خرابی کا رونا دھونا سنا کر جھوٹ بولدیتے ہیں کہ فلاں جگہ سے آرہا تھا، وہاں کے حالات ٹھیک نہیں ہیں، یہ جھوٹ اور وعدہ خلافیاں کرتے ہیں، عملی زندگی بنانے کو ہم تیار نہیں ہیں اور اللہ تعالیٰ یہ فرمانا چاہتے ہیں کہ دیکھو انسان جو انسان کہلاتا ہے وہ اپنی عملی زندگی سے کہلاتا ہے کہ وہ اپنے عمل کو درست کرے اور اپنی زندگی کے رخ کو درست کرے اور مومن کا تو یہ کمال ہے کہ اس کی دنیا بھی دین ہے۔ جب وہ اپنے دنیا کے معاملات کرے تو وہ اس میں بھی مخلص ہو آج کوئی شخص اپنے کام میں مخلص نہیں ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہ اپنے دنیا کے معاملات کرتے تھے تجارت کرتے تھے ذمہ داریاں اور باغبانیاں کرتے تھے اور اس کے ساتھ ساتھ وہ آپ ﷺ کے پاس آکر اللہ تعالیٰ کا دین بھی سمجھتے تھے، اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ ○ کیا گمان کرتے ہیں لوگ کہ ایمان لانے کے بعد ان کو پرکھا نہیں جائے گا۔ ہر ہر قدم پر مومن کو پرکھا جاتا ہے آزمایا جاتا ہے نماز کے وقت میں اس کا امتحان ہے کہ یہ نماز کے لیے آتا ہے یا نہیں جب یہ دفتر جاتا ہے تو

سودے کے وقت اس کا امتحان ہے کہ کیا یہ سچ بولتا ہے کہ نہیں وعدہ پورا کرتا ہے یا توڑتا ہے، حلال طریقہ سے کرتا ہے یا حرام طریقہ اپناتا ہے، اور آج یہ جملہ مشہور ہو گیا ہے کہ جھوٹ کے بغیر کاروبار چل ہی نہیں سکتا ہے، جب کہ اس کے مقابلے میں جملہ ہے سچ سے کاروبار میں برکت ہوتی ہے، اور پھر اس سچ والے سودے سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتے ہیں تو جس سودے اور تجارت سے اللہ تعالیٰ خوش ہو تو پھر اس میں کتنی برکت ہوگی۔

اللہ تعالیٰ دنیاوی مصائب سے بندوں کو آزماتا ہے:

آپ ﷺ نے فرمایا وہ تاجر جو سچ کے ساتھ صداقت اور امانت کے ساتھ تجارت کرتا ہے، یہ تجارت کر کے انبیاء کرام کی صف میں کھڑا ہوگا، آپ اندازہ کریں کتنی اعزاز کی بات ہے یہ کبھی بھی اپنے دو پیسوں کی خاطر اللہ تعالیٰ کو ناراض نہیں کرتا ہے اس لئے کہ اس کو پتہ ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ کے پاس جانا ہے، اور سوال جواب دینا ہے، اب جب کہ نماز سے اس کی آخرت بن رہی ہے اسی طرح تجارت سے بھی اس کی آخرت بن رہی ہے۔ جب نماز صحیح طریقہ سے ادا کرتا ہے رکوع سجدہ وغیرہ صحیح طریقے سے ادا کرتا ہے، اسی طرح نماز سے پہلے وضو اچھے طریقہ سے کرتا ہے اب جا کر اس کو اس نماز کا اعلیٰ درجہ ملے گا اور اگر وہ نماز کے اندر رکوع سجدے ٹھیک طریقہ سے نہیں کرتا ہے تو حدیث میں آتا ہے کہ اس کی نماز اس کے منہ پر ماردی جاتی ہے، اسی طرح جو آدمی اچھے طریقے سے تجارت کرتا ہے سچ بولتا ہے وعدہ خلافی نہیں کرتا جو بات کرتا ہے اس کا پابند رہتا ہے، تو پھر اللہ تعالیٰ اس کو اس پر اجر دیتے ہیں، اور مزدور کو سچائی کی بنیاد پر اس کی مزدوری فائدہ دے گی اسی وجہ سے فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ ایمان کے بعد تمہیں جانچا جائے گا کہ تم نماز میں کیا کرتے ہو تم دنیا کے معاملات میں کیا کرتے ہو، اپنی معاشرت میں اپنے گھر میں اپنے رشتہ داروں میں کیسے معاملات کرتے ہو، یہ تمام اس کے امتحانی مراکز ہیں کہ ان میں وہ بندے کیسے

کامیاب ہوتے ہیں، اور پھر فرمایا اللہ تعالیٰ نے یَعْمَلُوْنَ السَّیِّاٰتِ اَنْ یَّسْبِقُوْنَا کہ میں ڈنڈی ماروں گا اور اللہ تعالیٰ سے بچ نکلونگا اللہ نے فرمایا ساء ما یحکمون بہت برا فیصلہ ہے اس کا انسان یہ سمجھتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو دھوکہ دے گا۔

اللہ تعالیٰ کو کون دھوکہ دے سکتا ہے، اللہ تعالیٰ تو علیم بذات الصدور ہے، وَمَنْ جَاهَدَ فَاِنَّمَا یُجَاهِدُ لِنَفْسِهٖ اور جو آدمی کوشش کرتا ہے جو بھاگ دوڑ کرتا ہے جو آدمی اپنی عملی زندگی بناتا ہے وہ اپنی ذات کے لیے کرتا ہے اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ ٥ بے شک میں تو بے نیاز ہوں میں تو کسی کا محتاج نہیں ہوں بیٹے سے والدین کہتے ہیں کہ دیکھو بیٹا پڑھو محنت کرو تو مستقبل میں فائدہ کس کو ہوگا اسی بچہ کو ہوگا استاذ شاگرد سے کہتا ہے پڑھو باتیں نہ کرو، وقت ضائع نہ کرو، تو فائدہ کس کو ہوگا اس طالب علم کو ہوگا اسی طرح اللہ تعالیٰ جو ہمیں فرماتے ہیں تو اس کا فائدہ ہمیں ہوگا، نماز ہم پڑھتے ہیں حج کرتے ہیں زکوٰۃ دیتے ہیں ہر نیکی کا کام کرتے ہیں، اس کا فائدہ ہمیں ہوگا۔ اسی طرح رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کریں گے تو فائدہ ہمیں ہوگا پڑوسیوں کا خیال رکھیں گے تو فائدہ ہمیں ہوگا۔

آپ ﷺ کی اتباع نے گدا کو شاہ بنا دیا:

اللہ تعالیٰ نے واضح فرمادیا ہے کہ جو کوئی بھی محنت کرتا ہے مشقت برداشت کرتا ہے تو وہ اپنے لئے کرتا ہے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنی پوری زندگی آپ ﷺ کے ساتھ لگادی اپنی جان مال ہر چیز کو لگا دیا تو اب فائدہ کس کو ہوا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ملا حضرات صحابہ کرام میں بزرگ شخصیت ہونگے اور کتنے ہی فضائل ہیں ان کے بارے میں جیسے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جنت کے مختلف دروازے ہیں کسی سے نماز والوں کو بلایا جائے گا کسی سے صدقہ والوں کو کسی سے حج والوں کو بلایا جائے گا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کوئی ایسا شخص بھی ہوگا جس کو

جنّت کا ہر دروازہ بلائے گا کہ آؤ مجھ سے داخل ہو جاؤ۔

آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں اے ابو بکر رضی اللہ عنہ تو ان ہی میں سے ہے کہ جنّت کا ہر دروازہ کہے گا کہ ابو بکر (رضی اللہ عنہ) ادھر سے آؤ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا اتنا بڑا مرتبہ کیسے بنا نبی علیہ السلام کے اعتبار سے بنا اس بات سے نہیں بنا کہ وہ عرب تھے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا اتنا مرتبہ کیسے بنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ خود فرماتے ہیں کہ میرے والد فرماتے تھے عمر تیرا کیا ہوگا تجھے تو بکریاں چرانی بھی نہیں آتی ہیں تو دنیا میں کیسے زندگی گزارے گا، اور کہتے ہیں کہ آج میں مسلمانوں کا امیر المؤمنین ہوں یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی برکت ہے۔ ہر صحابی کے حالات اٹھا کر پڑھیں تو آپ کو پتہ چلے گا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کتنی محنت مشقت برداشت کی ہے۔ آج اللہ تعالیٰ ہمیں معاف کریں ہم کوئی کام کرنے کو تیار نہیں دنیا کے کام میں ہم ڈھیلے دین کے کام میں ہم ڈھیلے دفتر دیر سے پہنچنا ہمارا کام نمازوں میں پیچھے صفوں میں آنا، ہمارا کام دیر سے سونا، ہمارا کام دیر سے اٹھنا، ہماری پہچان سستی اور کاہلی بن چکی ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے: المؤمن القوی خیر من المومن الضعیف کہ طاقت ور مضبوط چست مومن ست اور کاہل مومن سے بہتر ہے۔ ست انسان اللہ تعالیٰ کو سخت ناپسند ہے، ست آدمی کوئی بھی کام نہیں کرسکتا ہے۔ ڈھیلا اور ست انسان فیل ہے، اللہ تعالیٰ نے منافقین کے بارے میں کہا وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَی الصَّلٰوۃِ قَامُوْا کُسَالٰی جب نماز کے لیے آئے گا تو ایسے سستی سے آئے گا جیسے کہ کوئی نماز کیلئے زبردستی لایا ہو اور پھر نماز کا وقت ہو گیا بس صرف اور صرف یراؤون الناس صرف لوگوں کو دکھانے کے لیے اٹھ کھڑے ہونگے لَا یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ اِلَّا قَلِیْلًا مُّذَبْذَبِیْنَ ذٰلِکَ میں ہیں کہ کیا کریں ہم ان کو سمجھ ہی نہیں آرہا کہ ہم کیا کریں نہ ادھر کے ہیں نہ ادھر کے ہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جہنّم کے سب سے نچلے حصّے میں یہ منافق ہوگا کافر

سے بھی نیچے اور اس کی سب سے بری عادت اس کی سستی اور کاہلی ہے، آج ہمیں کس چیز نے مارا سستی نے قوم سو رہی ہے صبح جاؤ تو سو رہی ہے شام کو جاؤ تو سو رہی ہے، گیارہ بجے تک صاحب سوتے ہیں ایسی قوم کیا کام کرے گی۔

محنت کامیابی کی ضمانت ہے:

اللہ تعالیٰ ہمیں یہ بات بتانا چاہتے ہیں کہ انسان وہ ہے جو اپنی عملی زندگی بنائیں وَمَنْ جَاهَدَ فَإِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهٖ جو کوشش کرے گا کامیابی اسی کو ملے گی، ہم انتظار میں ہوتے ہیں کہ صبح اٹھیں گے اور جنگ اخبار دیکھیں گے، وہ جو پرائس بونڈ خریدا تھا اس کی کیا پوزیشن ہے اور پھر لوگوں سے کہتا ہے پانچ کروڑ کا میرا انعام نکلنے والا ہے یہ نہ ہوا تو پانچ لاکھ والا تو نکل ہی جائے گا، ہم اس امید پر شب و روز گزارتے ہیں کہ یہ خوش قسمت انسان ہوتا ہے اس کی قسمت جاگ گئی ہے اب تو یہ ارب پتی بننے والا ہے۔ جب کہ خوش قسمتی اور سعادت مندی کا تعلق انسان کے اعمال سے ہے، جب انسان محنت اور کوشش کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے کامیابیاں عطا فرماتے ہیں حضرات انبیاء علیہم السلام والتسلیمات کی زندگیاں جہد مسلسل ایک لگاتار محنت ہے جناب رسول کریم ﷺ کی زندگی مبارک ایک مسلسل جہد ہے لہٰذا سعادت مندی اس کا نام ہے کہ آپ اپنی زندگی کو اعمال سے آراستہ رکھیں، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَالْعَصْرِ ○ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ○ کہ سارے انسان خسارے میں ہیں اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ○ مگر ایمان اور عمل صالح والے نقصان سے بچے ہوئے ہیں تو انسان کی زندگی با عمل ہونی چاہیے بے عمل کی کوئی حیثیت نہیں انسان کی قیمت اس کے عمل سے بنتی ہے اپنے آپ کو باعمل باکردار بنانے کی کوشش کریں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو باعمل اور باکردار زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین

وما توفیقی الا باللہ

نفس کا بندہ نہ بنیں

نفسانی خواہشات سے بچیں

نفس کا بندہ نہ بنیں

نفسانی خواہشات سے بچیں

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا اَمَّا بَعْدُ

فَأَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ حُجِبَتِ النَّارُ بِالشَّھَوَاتِ وَحُجِبَتِ الْجَنَّۃُ بِالْمَکَارِہِ

میرے محترم دوستو اور بزرگو!!

آپ حضرات کے سامنے جناب نبی کریم ﷺ کی ایک حدیث مبارکہ پڑھی ہے، حدیث مبارکہ میں نبی اکرم ﷺ نے امت کو یہ پیغام دیا ہے خواہشات پر چلنے والا راستہ انسان کو جہنم کی طرف لے کر جاتا ہے، اور نیکیوں اور مشقت والا راستہ انسان کو جنت میں لے کر جاتا ہے خواہشات والا راستہ وہ ہے جس میں انسان حلال اور

حرام کی تمیز نہ کریں جائز اور نا جائز کو نہ دیکھے اچھے اور برے کو نہ دیکھے جو جی میں آئے بس اسی کو کرتا چلا جائے اس کو کہتے ہیں خواہش اور اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ جہنّم کو خواہشات سے ڈھانپ دیا گیا ہے یعنی جب انسان خواہشات والا راستہ اختیار کرتا ہے اپنی من مانی پر چلتا ہے تو یہ من مانی اس کو جہنّم کے گڑھے تک پہنچا دیتی ہے، چنانچہ آج انسان اپنی خواہشات پر اپنا مال خرچ کر کے اپنے لئے اور اپنے اھل وعیال کے لیے جہنّم کے آگ کے انگارے خرید کر لاتا ہے، اس لئے کہ اس سے اس کا دل خوش ہوتا ہے، اس کو مزا آتا ہے، اب انسان کی خواہش ہے کہ مجھے ٹی وی چاہیے جس میں ڈرامہ دیکھے اور مختلف چیزیں دیکھے جس سے مجھے اور میرے دل کو خوشی حاصل ہو، تو پھر جہنّم کے انگارے بازار سے خرید کر اپنے گھر میں لاتا ہے ایک وقت تھا جب لوگوں کو ٹی وی دیکھنے کے لئے باہر جانا پڑتا تھا لیکن باطل کی محنت اور کفر کی محنت نے اس کو اتنا عام کر دیا کہ اب آپ کو باہر جانے کی ضرورت نہیں ہے، ایک زمانہ تھا کہ ٹی وی کے اوقات ہوا کرتے تھے۔ کہ جی شام ۵ بجے سے رات گیارہ بجے تک ٹی وی میں پروگرام چلے گا، مگر مجھے اچھی طرح یاد ہے ایک نیک صالح آدمی نے مجھے کہا تھا کہا بھی تو یہ دو چار گھنٹے چل رہا ہے، یاد رکھنا ایک وقت آئے گا ٹی وی چوبیس گھنٹے چلے گا ابھی تو اس کی ابتداء ہے آپ کو باطل کا یہ حسین یہ دل فریب نعرہ سنایا جارہا ہے کہ حالات حاضرہ سے باخبر رہنے کے لئے چوبیس گھنٹے ٹی وی کے سامنے رہیں۔ آپ کو دنیا کے حالات بتائے جارہے ہیں، اور ایک زمانہ تھا کہ یہ جہنّم کا انگارا ہزاروں میں ملتا تھا آج یہ جہنّم کا انگارا لاکھوں میں ملتا ہے ایسے گھر بھی موجود ہیں ان میں پچاس ہزار سے لاکھ روپے تک کی ایل سی ڈی لگی ہوئی ہے۔ اور اگر کوئی غریب ہے تو اس کی حیثیت کے مطابق اور سستا مل جاتا ہے، آج گھر تو گھر لوگوں نے دفتر میں اور فیکٹریوں میں لگایا ہوا ہے، اور اگر زیادہ شوق ہے تو پھر گاڑی میں بھی لگا دیا ہے، ایک

زمانہ تھا فضاء گناہوں سے پاک تھی آج فضاؤں میں بھی انسان گناہ کر رہا ہے اوراسی کا نتیجہ ہے۔اللہ تعالیٰ آسمان سے اپنی رحمتیں نازل نہیں کرتا۔زمین دار پریشان ہوتے ہیں اور جانور بھوکے مر رہے ہوتے ہیں اس کی وجہ یہی ہے کہ انسان نے جہنم کے انگاروں کوخرید کراپنے گھروں کی زینت بنادیا ہے،اوراللہ تعالیٰ کویاد کرنا چھوڑ دیا ہے اوران خواہشات کے لیے انسان مشقت برداشت کرتا ہےاور پھریادرکھیں انسان کی یہ خواہش اور آرزو ایک لامتناہی سلسلے کا نام ہے جس کی تکمیل کے لئے انسان خوبصورت پیکنگ میں چھپا زہرآگ کا انگارہ جہنم کی آگ کو بڑھکانے والا پیٹرول خریدنے کی غلطی کرتا چلا جاتا ہے۔یہ خواہش ایک ایسی چیز ہے جس کی کوئی حدنہیں ہے یہ نہیں ہے کہ انسان ایک مقام پر پہنچ کر کہے کہ بس اب میری خواہش ختم ہوگئی ہے مثال کے طور پر مغرب والوں نے یہ اصول بنایا ہے کہ کسی انسان کی ذاتی زندگی میں مداخلت نہیں کرنی ہے،اپنی ذاتی زندگی میں ہرانسان آزاد ہے،

چنانچہ ان لوگوں نے ہر اعتبار سے اپنے ملک میں آزادی رکھی ہے بالغ ہونے کے بعد چاہے وہ لڑکا ہو یالڑکی وہ ماں باپ کے پابند نہیں ہیں،اور نہ ہی حکومت نے ان کے لیے کوئی پابندی لگائی ہے اور نہ ہی کوئی اخلاقی پابندی ہے جوان کے جی میں آتا ہے وہ اس کو کرتے ہیں آخرکیوں کرتے ہین اس لیے کہ وہ اس سے لذت حاصل کرتے ہیں،لیکن کوئی ان سے سوال کریں کہ آپ کے جی میں جوآیا وہ آپ نے کیا ہے کیا ہے آپ لذت کے آخری حدتک پہنچ گئے ہیں دنیا کے سارے مزے آپ کومل گئے ہیں۔کبھی کبھی وہ اس سے خوش نہیں ہیں اور نہ ہی ان کواس مین اطمینان ہے بلکہ ان کا دل اندر سے پریشان ہے،اور ضمیر اس کو پریشانی کے جوتے مار رہا ہے اس لئے کہ اگرانسان یہ چاہتا ہے کہ میں خواہشات کے ذریعہ کسی مقام تک پہنچ جاؤں تو وہ یہ کبھی بھی حاصل نہیں کرسکتا ہے۔خواہشات تو انسان کو ہلاک کردیتی ہے اور دوسری

بات رسول اللہ ﷺ نے حدیث میں بیان فرمائی حجبت الجنة بالمکارہ جنّت کو ڈھانپا گیا ہے، مشقت والے اور ناپسندیدہ کاموں کے ذریعہ، رات کو آپ سوئے صبح نماز کا وقت ہے اب نفس کہتا ہے کہ سو جاؤ کون ابھی اٹھے گا وضو کرے گا اور پھر مسجد میں جائے گا نماز پڑھے گا خاص کر سردی کی ٹھٹھرتی راتوں میں اٹھ کر وضو کرنا پھر مسجد جانا بہت ہی مشکل ہو جاتا ہے۔ آرام سے اپنے بستر میں سو جاؤ، فرمایا کہ جنّت اسی میں ہے اسی مشقت کو اختیار کرنے میں اللہ تعالیٰ نے جنّت رکھی ہے۔ میرے رب کی جنّت اتنی سستی نہیں کہ بغیر عمل اور مشقت کے مل جائے جب دنیا کی فانی نعمتوں کیلئے رات دن ایک کر دیتے ہیں تو جنّت کی دائمی نعمتوں کیلئے کچھ تو محنت درکار ہوگی۔ اور یہ بھی یاد رکھیں کہ ہر انسان دنیا میں مشقت ضرور برداشت کرتا ہے، دنیا میں کوئی انسان ایسا نہیں ہے کہ سو فیصد اس کے مسائل حل ہوں ہر انسان کسی نہ کسی مسئلہ میں اٹکا ہوا ہے، اب صورتیں دو ہیں ایک یہ کہ انسان وہ مشقت برداشت کرے، جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کا حکم پورا ہوتا ہے اس مشقت کو برداشت کرنے پر اللہ تعالیٰ اس کو اجر عطا فرمائیں گے۔

اور دوسرے نمبر پر وہ مشقت جو بغیر نیت کے اس کو آرہی ہے، اس پر کوئی اجر و ثواب اس کو نہیں مل رہا ہے یہ ایک گناہ میں مبتلاء ہے، اور مشقت برداشت کر رہا ہے اس لیے کہ نفس سیر نہیں ہوتا ہے آج اگر اس کو آپ نے اچھا کھلا دیا تو اس سے زیادہ اچھے کی طلب کرے گا، اس طرح اگر آپ نے نفس کو اچھا پہنا دیا تو وہ اور اچھے کی طلب کرے گا، اور اگر نہیں ملا تو وہ اس بات پر پریشان ہے لیکن اگر یہی انسان یہ کہتا ہے کہ جو میرے اللہ نے میرے لیے مقرر کیا ہے میں اس پر راضی ہوں، اب بھی مشقت ہے مگر اس پر اس کو ثواب ملے گا، تو فرمایا کہ جنّت کو ناپسندیدہ چیزوں سے ڈھانپ دیا گیا ہے، اور بغیر مشقت کے جنّت حاصل نہیں ہوگی۔

ترکِ گناہ سے ایمان کی حلاوت نصیب ہوگی:

حضرت ڈاکٹر عبدالحیؒ صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ اصل بات یہ ہے کہ انسان کا نفس لذت کو چاہتا ہے، اس کو جس کام میں مزا آئے وہ کرتا ہے، لیکن اس لذت کا حصول کوئی حاصل مشکل نہیں ہے کہتے ہیں کہ ہم نے اس کو گناہوں کی لذت میں پھنسا دیا ہے، اس کو نیکیوں کی لذت کا پتہ ہی نہیں ہے، کہ نماز پڑھنے میں کتنا مزا ہے، قرآن کریم کی تلاوت میں کتنا مزا ہے اور ذکر کرنے میں کتنا لطف ہے، اللہ تعالیٰ سے مانگنے میں کتنا مزا آتا ہے۔

نفس اس سے بے خبر ہے تم نے اس کو گناہوں کا عادی بنا دیا گناہوں کا اپنا رخ پلٹ دو، اور اس کو نیکیوں کا عادی بنا دو اور جب نیکیوں کی لذت کا اس کو عادی بناؤ گے اور اس کے لیے مشقت برداشت کرو گے پھر تمہیں ایمان کی حلاوت نصیب ہو جائے گی۔ حدیث میں آتا ہے رسول ﷺ نے فرمایا کہ اگر کسی آدمی کی نظر کسی ناجائز جگہ پر پڑ جائے اور وہ اپنی نظریں اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے جھکا دیں رسول اللہ نے فرمایا کہ اس کو ایمان کا مزا مل جائے گا یہ ایمان کی مٹھاس کو پالے گا اور اس کو معلوم ہو جائے گا کہ ایمان کتنی بڑی نعمت ہے، آج ہمیں مٹھائی اور شکر کی مٹھاس کا پتہ ہے مگر ایمان میں کتنی مٹھاس ہے، یہ اس وقت پتہ چلے گا جب ہم مشقت برداشت کریں گے، اور اپنے آپ کو گناہوں سے بچائیں گے۔

نفس کو کچلنے سے دل میں جذبۂ اطاعت آئے گی:

حضرت مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ یہ نفس تو ہے ہی اس لیے کہ اس کو کچلا جائے کہا کہ حکیم پرانے زمانے میں نسخہ بنایا کرتے تھے تو وہ اس میں سونا ڈالتے تھے کہتے ہیں کہ جتنا سونا جل جائے اور اس کو جلایا جائے اتنا اس کا اثر زیادہ اچھا ہوتا

ہے، اس طرح انسان جتنا اپنے نفس کو روندے گا اطاعت کے راستہ میں جتنی مشقت برداشت کرے گا یہاں تک کہ اس کا دل منہ کو آنے لگے، تو پھر جا کر اس کو صحابہ کرام کی نسبت حاصل ہوگی۔

غزوہ احزاب میں جب صحابہ کرام کفار سے لڑ رہے تھے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ ان کے کلیجے منہ کو آنے لگے، وَزُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًا اور ان کو ہلا کر رکھ دیا تھا لیکن اس کے باوجود وہ جمے رہے، زلزلہ کے معنی کیا ہیں کہ پوری عمارت کو ہلا دیا جائے آج اگر مومن اس مشقت کو برداشت کریں اور نافرمانیوں کو اور گناہوں کو چھوڑ دیں تو پھر زلزلہ پیدا ہوجاتا ہے اگر ماں باپ کو پتہ چل جائے کہ بیٹے نے داڑھی رکھنے کا فیصلہ کیا ہے اپنی بیوی کو باپردہ کرنے کا ارادہ کیا ہے، گھر سے ٹی وی نکالنے کا عزم کیا ہے تو پھر پورے گھر میں زلزلہ آجاتا ہے۔ کہ پتہ نہیں اس بیٹے کو کیا ہوگیا ہے کچھ بھی نہیں ہوا ہے صرف اللہ تعالیٰ کے قریب ہوگیا ہے، شیطان سے دور ہوگیا ہے۔ اور کہتے ہیں کہ یہ آخرت کی طرف اتنا متوجہ کیوں ہوگیا ہے اور پھر اس کو سمجھاتے ہیں کہ ابھی تو تمہاری عمر نہیں ہے، ابھی تو تم جوان ہو اسکو شیطان پٹی پڑھاتے ہیں، مگر جو اس حالت میں بھی جم جائے اس کو صحابہ کرام کی نسبت حاصل ہوگئی۔

ترک گناہ پر چار انعامات:

اللہ تعالیٰ نے اس شخص کے لیے چار انعام ذکر فرمائے ہیں جو گناہوں سے بچے گا چاہے کسی بھی حالت میں کیوں نہ آجائے ان فتنوں سے اور ان فساد سے اپنے آپ کو اور اپنے گھروں کو بچاتا ہے ان کو شیطان کا اڈا نہیں بناتا ہے،

ایک زمانہ تھا ٹی وی تھا پھر کیبل آیا اور اب انٹرنیٹ آگیا ہے، پہلے تو بے حیائی دیکھی جاتی تھی گناہ دیکھے جاتے تھے اب تو گناہ کے رابطے کئے جاتے ہیں، اور اللہ

تعالیٰ معاف فرمائیں پتہ نہیں اس سے آگے جا کر انسان کیا کریں گے۔اس لیے کہ خواہش کی کوئی حد نہیں ہے بس انسان چلتا جاتا ہے۔اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا جب انسان نافرمان ہوتا ہے تو یہ پھر جانور سے بھی بدتر ہو جاتا ہے، یہ جانور سے بھی آگے نکل جاتا ہے یہ وہ کام کرتا ہے جو جانور بھی نہیں کرتا ہے آج وہ سارے خرافات ہر انسان کے گھر میں موجود ہیں اور پھر کہتے ہیں کہ جی بڑے پریشان ہیں کیا کریں کرنا کیا ہے ان شیطانی خرافات کو گھر سے نکالیں یہاں فرشتے آتے ہی نہیں ہیں یہ تو شیطان کے اڈے بن چکے ہیں ۔بھول کر بھی کوئی اس گھر میں تلاوت نہیں کرتا ہے نمازیں اس گھر میں کوئی نہیں پڑھتا ذکر اللہ کا اہتمام نہیں ہے، صبح سے لے کر شام تک اور شام سے لے کر صبح تک وہ شیطانی چرخے چل رہے ہیں، مگر جوان کو توڑے گا ان سب سے اپنے آپ کو بچائے گا یہ شیطانی اڈے ختم کرے گا، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ، پہلا انعام وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ يُسْرًا ہم اس کے کام کو آسان کر دیں گے، حالات آئیں گے لوگ مخالفت کریں گے مگر جوڈٹ جائے گا اور اس مشقت کو برداشت کرے گا تو پھر اس کے معاملات آسان ہو جائیں گے، ہر معاملہ میں اس کو سہولت ملے گی۔

اور دوسرا انعام وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ہر پریشانی سے بڑی ہی آسانی سے نکال دیں گے پریشانی آئے گی مگر اللہ تعالیٰ اس کو بڑی آسانی سے نمٹا دیں گے۔

اور تیسرا انعام وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَايَحْتَسِبُ ہم اس کو بے حساب رزق دیں گے، جہاں سے اس کو گمان بھی نہیں ہوگا۔

اور چوتھا انعام فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ہم اس کو پاک اور سکون والی زندگی دیں گے اس کو جو زندگی ملے گی وہ سکون والی ہوگی اس میں راحت اور چین ہوگا۔

حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو ہمیں سکون دیا ہے اگر دنیا والوں کو پتہ چل جائے وہ اپنے لشکروں سمیت ہمارے اوپر دوڑ پڑیں، یہ جو نافرمانیاں کرنے والے ہیں ان کے دل کی کیا حالت ہے، یہ اللہ تعالیٰ جانتے ہیں ان کے دلوں کو اللہ تعالیٰ نے باوجود وسعت کے باوجود فراخی کے پریشان کیا ہے۔ نافرمان کو کبھی بھی سکون نہیں مل سکتا، اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْب قرآن کا اعلان ہے کہ سکون اللہ تعالیٰ کی یاد سے ملتا ہے، اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق قائم کرنے سے سکون ملتا ہے، جس کا تعلق اللہ تعالیٰ سے کٹا ہوا ہے تو پھر اس کو کیسے سکون ملے گا تو اللہ تعالیٰ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادیا ہے کہ جو خواہشات کے راستے پر چلتا ہے تو یہ گویا جہنم کے راستے پر چل رہا ہے، اور اسی طرح مشقت اور پریشانی والا اور اسلام کے راستہ پر چلنے والا ایسے افراد کے لیے جنّت کو گھر بنادیا ہے اس لیے میرے دوستو ہمیں جنّت میں جانے والے اعمال کرنے چاہئیں، اور جہنّم میں لے جانے والے اعمال سے خود بھی بچیں اور اپنے گھر والوں کو بھی بچائیں، اللہ تعالیٰ عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

آمین

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

قبر کی زندگی

قبر کی زندگی

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قال اللہ تعالیٰ : یُدْرِکْکُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ کُنْتُمْ فِیْ بُرُوْجٍ مُّشَیَّدَۃٍ .

کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَۃُ الْمَوْتِ.

انہ سمع ھانئا مولیٰ عثمان قال کان عثمان رضی اللہ عنہ اذا وقف علی قبر بکی حتی یبل لحیتہ فقیل لہ تذکر الجنۃ والنار فلا تبکی وتبکی من ھذہ فقال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ان القبر اول منزل من منازل الأخرۃ فان نجا منہ فما بعدہ ایسر منہ وان لم ینج منہ فما بعدہ اشد منہ قال وقال رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم مارأیت منظرا قط الا القبر اقطع منه

(ترمذی شریف ج۲ ص ۵۷ . ابواب الزهد . باب ماجاء في ذكر الموت)

محترم دوستو اور بزرگو!!

اللہ تعالیٰ نے ہمیں جو زندگی عطا کی ہے یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے امانت ہے امانت کے اندر آدمی کو اپنا اختیار حاصل نہیں ہوتا ہے اختیار اصل مالک کا ہوتا ہے اسی طرح جو زندگی اللہ تعالیٰ نے ہمیں عطا کی ہے یہ امانت ہے تو ہم اپنی زندگی گزارنے میں بااختیار نہیں ہیں، ویسے تو اللہ تعالیٰ نے انسان کو اختیار دیا ہے لیکن اسکا معنی یہ نہیں ہے کہ جو ہمارے جی میں آئے ہم کر گزریں ایسا ہم نہیں کر سکتے ہیں چنانچہ یہ ہماری زندگی جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں عطا کی ہے، ہم اس کے مالک نہیں ہیں، چنانچہ اس بات سے بھی اس کو سمجھا جا سکتا ہے، کہ ہم پیدا ہوئے اللہ تعالیٰ کی مرضی اور حکم سے، ہمارے پیدا ہونے میں ہمارا کوئی عمل دخل نہیں ہے، اور اسی طرح جب ہم اس دنیا سے جائیں گے تو ہمارا کوئی عمل دخل نہیں ہوگا نہ ہی دنیا مین آنا مرضی سے اور نہ ہی دنیا سے جانا اپنی مرضی سے ہے، آنا بھی اللہ تعالیٰ کے حکم سے اور جانا بھی اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس لئے فرمایا کہ انسانی زندگی کی مثال اور انسانی زندگی کی حقیقت ایک چراغ کے مانند ہے جسے کھلی فضا میں رکھا گیا ہے، اور جب ان کھلی فضاؤں میں ہوائیں چلتی ہیں تو ہوا کا کوئی بھی جھونکا اس چراغ کو گل کردے گا اسی طرح انسانی زندگی انسان گزارتا ہے، صبح وشام گزارتا ہے نہ جانے نہ معلوم کس وقت اس چراغ کو ہوا کا جھونکا گل کردے اور ایک لمحہ میں انسان ایک عالم سے دوسرے عالم کی طرف منتقل ہو جاتا ہے، انسان ہزار کوشش کرلے ہزار کاوشیں کرلین اطباء اور ڈاکٹروں کو بلالیں لیکن اب سب عاجز اور بے بس ہیں کہ ہم کچھ بھی نہیں کر سکتے، ایک لمحہ کے لیے بھی ایک منٹ کے لیے بھی

انسان کی زندگی کولٹایانہیں جاسکتا ہے سورۃ کا واقعہ میں اس بات کواللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے فَلَوْ لَا اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمO وَاَنْتُمْ حِيْنَئِذٍ تَنْظُرُوْنَ O وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُبْصِرُوْنَ فَلَوْلَا اِنْ كُنْتُمْ غَيْرَ مَدِيْنِيْنَ O جب روح اس حلقوم پر پہنچتی ہے اورتم اس وقت اس کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہوتے ہو کہ ہمارا عزیز ہمارا رشتہ دار ہمارا دوست ہمارے بزرگ ہمارے والدین جارہے ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔تم کیوں اس روح کو واپس نہیں کرتے، ذرالوٹا کرتو دیکھواگرتم سچے ہو یہ انسانی زندگی ہے کہ ہوا کا ایک جھونکا لگا اور ختم ہوگئی اور اگر انسان اس اپنی حقیقت کو بھول بھی جائے لیکن کائنات کی ہر چیز انسان کو اس کی موت یاد دلاتی ہے، انسان کا اس دنیا سے جانے کو یاد دلایا جاتا ہے،آپ دیکھتے ہیں روزانہ سوج طلوع ہوتا ہے پھر غروب ہوتا ہے پھر طلوع ہوتا ہے اور پھر غروب ہوتا ہے فرمایا یہ جو روزانہ کا سورج طلوع ہوتا ہے، اور پھر غروب ہوتا ہے یہ ہر انسان کو یہ سبق دیتا ہے کہ اے انسان ایک دن تیری بھی زندگی غروب ہوجائے گی یہ جو تیرا سورج طلوع ہے یہ جو تیری جوانی ہے، تیری قوت ہے، تیری دولت ہے، تیری شوکت ہے یہ بھی ایک دن غروب ہونے والی ہے،انسان زمین میں بیج بوتا ہے معمولی سی کونپل نکل آتی ہے، بچہ بھی اگر اس پر پاؤں رکھے تو ریزہ ریزہ ہوجائے پھر یہ بڑھتی ہے پھر یہ درخت بنتا ہے، پھر یہ تناور درخت بنتا ہے، ایک وقت تک یہ درخت رہتا ہے، پھر اس کو کاٹ دیا جاتا ہے، ختم کردیا جاتا ہے یہ انسان کے لیے اس دنیا میں مثالیں ہیں یہ سب عبرت کی چیزیں ہیں یہ بھی اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے یہ سورج یہ چاند یہ دن اور رات یہ ستارے یہ سارے کے سارے اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں، ہر ایک آرہا ہے پھر جارہا ہے، اسی طرح اے انسان تو بھی اس دنیا میں آیا ہے پھر تجھے بھی اس دنیا سے جانا ہے دنیا میں کسی کو بھی ہمیشہ نہیں رہنا ہے، قرآن پاک کہتا ہے، وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ اے نبی آپ سے

پہلے بھی کوئی ہمیشہ نہیں رہا ہے اور آپ کے بعد بھی کوئی ہمیشہ نہیں رہے گا، جو بھی اس دنیا میں آیا وہ اس دنیا سے گیا وہ کہتے ہیں کہ افلاطون سے کسی نے پوچھا کہ اس فلاں آدمی کے مرنے کا سبب کیا تھا، افلاطون نے کہا کہ اس کے مرنے کا سبب اس کی زندگی ہے، جو انسان پیدا ہوا اس کو یقیناً موت آنی ہے، اور پھر اس کو قبر کے گھڑے میں جانا ہے، اس لیے سورۃ الملک میں اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے، اَلَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے جس نے موت کو بھی پیدا کیا اور حیات کو بھی پیدا کیا یہاں پر اللہ تعالیٰ نے موت کو حیات سے پہلے ذکر کیا ہے کہ اے زندہ انسانو! اے زندگی گزارنے والو زندگی سے زیادہ موت کو یاد کرو دنیا سے زیادہ آخرت کی فکر کرو اب رخ آخرت کی طرف ہے دنیا کی چیزوں کی طرف نہیں ہے، اس لیے اھل اللہ اور اللہ تعالیٰ نیک لوگ فرماتے ہیں اے بہترین لباس کا شوق رکھنے والے انسان کفن کو بھی یاد رکھنا ہم جو آج کہتے ہیں کہ جی عید پر یہ جوڑا پہنیں گے شادی میں یہ جوڑا پہنیں گے فلاں دعوت میں یہ والا جوڑا پہننا ہے، یہ فلاں چیز دعوت کا جوڑا ہے کہا کہ دنیا سے جانے کا بھی ایک لباس ہے اس کو بھی یاد رکھو اور عمدہ مکان کی خواہش رکھنے والو بڑی بڑی کوٹھیوں کو پسند کرنے والو، قبر کے اس گھڑے کو بھی یاد رکھو ایک دن اس میں بھی آنا ہے کسی عربی شاعر نے کیا خوب کہا: کہ تیرے دنیا کے گھر تو بڑے کشادہ کشادہ ہیں، کاش کہ تیری قبر بھی تیری موت کے بعد تیرے لیے کشادہ ہو، دنیا میں تو بڑے بڑے کمرے بناتے ہیں، بڑے بڑے پلاٹ خریدتے ہیں، لیکن جو موت کے بعد کا پلاٹ ہے جو موت کے بعد کا کمرہ ہے جس میں کوئی جانے کو تیار نہیں ہے۔ اس کی فکر کسی کو نہیں ذرا اس کی بھی فکر کریں کیونکہ اس گھر میں جمانا یقینی ہے چاہت ہو یا نہ ہو۔

قبر سفر آخرت کی پہلی سیڑھی ہے:

چنانچہ شروع میں جو میں نے حدیث پڑھی ہے، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی

روایت ہے ان کے بارے میں آتا ہے کہ جب قبر پر کھڑے ہوتے اور اتنا روتے کہ آپ کی داڑھی مبارک تر ہو جاتی تھی، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے فرمایا کہ جہنّم اور جنّت کے تذکرے ہوتے ہیں ان سے اتنا نہیں روتے ہیں جتنا آپ قبر کے تذکروں سے روتے ہیں، آخر کیا وجہ ہے، تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اس کی وجہ بتاتے ہیں کہ میں نے اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ قبر آخرت کی منزلوں میں سے پہلی منزل ہے آخرت کا پہلا مرحلہ پہلی سیڑھی ہے اور جو اس میں کامیاب ہو گیا اس کے لئے بعد والے مراحل طے کرنا آسان ہوگا، اور اگر یہاں پکڑا گیا تو پھر آگے آنے والے منازل میں سختی ہوگی اور ہر چیک پوسٹ میں روکا جائے گا۔ پہلی ہی منزل قبر ہے، اس میں کامیابی ضروری ہے، اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کی قسم جو میں جانتا ہوں اگر تم جان جاؤ تو تمہارا ہنسنا کم ہو جائے اور رونا زیادہ ہو جائے فرمایا اگر قبر کی سختی جانوروں کو پتہ چلے تو کوئی جانور تمہیں موٹا نہ ملے آخرت کی پہلی منزل قبر ہے، آج ہمیں اپنی دوکان کا پتہ ہے اپنے کاروبار کا پتہ ہے، ہر چیز کو ہم جانتے ہیں ہر معاملہ کو ہم جانتے ہیں ہر کام میں ہم محنت کرتے ہیں، اگر ہم بھول چکے ہیں تو وہ قبر ہے، آخرت کو بھول گئے ہیں۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز کا قبر سے مکالمہ:

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے ایک رشتہ دار کا جنازہ تھا حضرت قبرستان تشریف لے گئے اور پھر وہاں ایک کونے میں جا کر بیٹھ گئے، ساتھیوں نے کہا کہ حضرت جنازہ آپ کے رشتہ دار کا ہے اور آپ ایک کونے میں بیٹھ گئے ہیں۔ فرمایا ارے لوگوں مجھے ایک قبر نے آواز دی اے عمر جب بندہ ہمارے پاس آتا ہے تو ہم اس کے ساتھ کیا کرتے ہیں تمہیں اس کا پتہ ہے میں نے کہا کہ نہیں تو قبر نے کہا کہ جب بندہ ہمارے اندر رکھ دیا جاتا ہے تو ہم اس کو پھاڑ دیتے ہیں اور اس کے خون کو چوس

لیتے ہیں اور اس کے گوشت کو کھا لیتے ہیں اور پھر آپ کو پتہ ہے ہم اس کے جوڑوں کا کیا کرتے ہیں اس کے کندھوں کو اس کے بازؤں سے جدا کر دیتے ہیں، اور اس کی سرین کو اس کی رانوں سے جدا کر دیتے ہیں، حتی کہ ہر ہر جوڑ کو ایک دوسرے سے جدا کر دیتے ہیں، اور پھر حضرت روئے اور فرمایا کہ دنیا کی زندگی بہت ہی مختصر ہے، اور اس کا دھوکہ بہت زیادہ ہے قرآن کہتا ہے، وَإِذَا الْقُبُورُ بُعْثِرَتْ ○ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ وَأَخَّرَتْ ○ جب قبریں پھٹ جائیں گی، انسان کو پتہ چل جائے گا کہ اس نے پیچھے کیا چھوڑا اور آگے کیا بھیجا يَا أَيُّهَا الْإِنسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيمِ ○ اے انسان تجھے کس چیز نے اپنے رب کریم سے دھوکے میں ڈالا ہے، آج بھی ہر قبر سے یہی آواز آرہی ہے، مگر کاش کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز جیسا تقویٰ کس کے پاس ہوگا، حضرت عمر بن عبدالعزیز جیسی سوچ کس کے پاس ہوگی ہم بھی تو قبرستان جاتے ہیں، مگر پھر بھی ہمیں موت یاد نہیں آتی ہے، آج قبرستان میں مردوں کو اتارنے کے بعد بھی ہمیں قبر کی زندگی یاد نہیں آتی ہے۔

عذاب سے پناہ مانگو:

اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ قبر کے عذاب سے پناہ مانگو ایک حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا میں نے قبر سے زیادہ کوئی منظر اتنا سخت نہیں دیکھا، قبر کا منظر بہت سخت ہے جہاں انسان کو اکیلا رکھ دیا جائے گا، جہاں ہمارے محبت کرنے والے بھی یہی کہیں گے، چلو جی مٹی ڈال دو، اور بہت سارے عزیز و اقارب تو نماز جنازہ پڑھنے کے لیے بھی نہیں آئیں گے، ان کو جب پتہ چلے گا صرف اتنا ہی کہیں گے مر گیا جی چلو مرنے ہی کے لئے آئے ہیں، اور اگر کسی کا دل اٹکا ہوا ہوگا تو وہ جنازے میں آئے گا، آدھے لوگ تو جنازے کے بعد چلے جاتے ہیں بہت ہی کم لوگ ایسے ہونگے جو یہ کہیں گے چلو جی ہمارا رشتہ دار ہے، ہمارا دوست ہے اس کو دفنا کر جاتے ہیں اب

بندہ قبر کے اندر پہنچ چکا ہے اب اس کی آگے کی زندگی شروع ہوچکی ہے اب یہاں سوال اور جواب شروع ہونگے۔

عذاب کی وجوہات:

قبر کے عذاب کی دو وجوہات ہیں:

صحیح بخاری شریف کی روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر دو قبروں سے ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان دو قبر والوں کو عذاب ہو رہا ہے، اور ان کو عذاب کسی بڑے گناہ کی وجہ سے نہیں ہو رہا، ان میں سے ایک دنیا میں چغلی کرتا تھا ایک کی باتیں دوسرے کو پہنچاتا تھا، اور دوسرا اپنے آپ کو پیشاب کی چھینٹوں سے نہیں بچاتا تھا،

پہلا والا کون تھا، فرمایا جو چغلی کرتا تھا آج ہماری عادت بھی لگائی بجھائی کی ہے ایک کی بات دوسرے کو دوسرے کی تیسرے کو پہنچانا ایک دوسرے کو لڑانا، جس کی کسی سے لڑائی شروع ہو جاتی ہے تو بدگمانی کا ایک طویل نہ ختم ہونے والا تسلسل قائم ہو جاتا ہے، آج عام طور پر ملازم اپنے صاحب کے سامنے دوسرے ملازمین کی چغلی کرتے ہیں، تاکہ مالک کے سامنے اس کی حیثیت بنے اور قرب حاصل ہو۔ اسی طرح رشتہ داریوں میں ہم چغلی کرتے ہیں، اور یہ مرض خواتین میں بہت زیادہ ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چغلی کھانے والا قبر میں عذاب کا مستحق ہوگا، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں آتا ہے کہ جب مجھ سے کوئی سوال کرتا ہے تو میں جواب دیتے وقت جہنّم اور جنّت کو سامنے کر لیتا ہوں اور اپنے کو مخاطب ہو کر کہتا ہوں کہ اگر تو نے صحیح مسئلہ بتایا تو جنّت میں چلا جائے گا اور اگر مسئلہ غلط بتایا تو تیرا ٹھکانہ جہنّم ہوگا۔

شرعی مسئلہ بتاتے ہوئے بھی وہ اتنا ڈرتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں تنبیہ فرمائی کہ دنیا میں زندگی گزرتے ہوئے اس بات کا خیال رکھو کہ کہیں بولتے ہوئے میری

آخرت تو خراب نہیں ہو رہی ہے، جیسے ہم دنیا کی باتیں سوچ سمجھ کر کرتے ہیں اپنے کاروباری باتیں کوئی بھی کسی کو نہیں بتاتا ہے اپنے گھر کی باتیں کوئی بھی نہیں بتاتا ہے اس وجہ سے کہ کہیں مجھے نقصان نہ ہو جائے ہم نہیں بتاتے ہیں جہاں ہم اپنے دنیا کے نقصان کو برداشت نہیں کرتے دنیا کی بے عزتی کو برداشت نہیں کرتے تو آخرت کی ذلت آخرت کی ناکامی سے بھی گریز کرنا چاہئے وہ تو بہت ہی خطرناک ہے، آخرت کی رسوائی تو سارے انسانوں کے سامنے ہوگی کہ یہ ہے چغلی کرنے والا اور یہ ہے پیشاب کے چھینٹوں سے نہ بچنے والا، اور آج بھی بہت سارے لوگ استنجاء نہیں کرتے ہیں جب ان سے کہا جائے کہ نماز پڑھو تو کہتے ہیں کہ جی میرے کپڑے پاک نہیں ہیں باتھ روم جاتے ہیں اور استنجا نہیں کرتے، مغرب نے طریقہ ہی ایسا ایجاد کیا ہے کہ کھڑے ہو کر جانوروں کی طرح انسان بھی پیشاب کرتا ہے۔

قبر جنّت کے باغ میں سے ایک باغ یا جہنّم کے گڑھوں میں سے ایک گھڑا ہے:

ہمارے ایک بزرگ فرماتے تھے کہ انسان نے دیکھا کہ جانور کھڑے ہو کر کھاتا ہے تو اس نے بھی شروع کر دیا کہ یہ ترقی کا راستہ ہے پھر اس نے دیکھا کہ جانور کھڑے ہو کر پیشاب کرتا ہے تو اس نے بھی شروع کر دیا کہ ہم تم سے کوئی پیچھے ہیں ہم آپ کے ساتھ چلیں گے اور دیکھا کہ جانور کے سر پر ٹوپی نہیں ہے تو اس انسان نے بھی ٹوپی کو اتار دیا ورنہ تو مسلمان عمامہ پہنتا تھا آج تو لوگ نماز میں بھی ٹوپیاں نہیں پہنتے ہیں کہتے ہیں کہ کیا ضرورت ہے، اس کے بغیر بھی نماز ہو جاتی ہے، جانوروں کے طرز پر ہم چل رہے ہیں، اسی لیے حدیث میں فرمایا کہ یہ اپنے آپ کو پیشاب سے نہیں بچاتا تھا، اب یہ گندہ ہے جب یہ گندہ ہے تو قبر مین اس کو پاک کیا جائے گا، کپڑا جب گندہ ہوتا ہے تو اس کو مشین میں ڈال کر رگڑا لگاتے ہیں، اسی طرح جب ہم نے اپنے ظاہر اور باطن کو پاک نہیں کیا ہوگا تو پھر قبر میں ہماری رگڑائی کی جائے گی۔ اس لیے

اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ موت کو یاد کرو۔

چنانچہ ایک طویل حدیث ہے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ اس کے راوی ہیں فرمایا کہ ایک دفعہ ایک انصاری صحابی کا جنازہ قبرستان میں گیا اور آپ ﷺ قبرستان میں تشریف فرما تھے مگر بڑے فکر کے ساتھ جیسے کہ آپ کو بہت بڑا غم ہے اور پھر آپ نے صحابہ کرام کو نصیحت فرمائی، فرمایا کہ جب انسان کی موت واقع ہو جاتی ہے اور اس کو قبر میں لاکر رکھا جاتا ہے دو فرشتے اس کے پاس پہنچ جاتے ہین اور وہ اس سے سوال کرتے ہیں من ربك تیرا رب کون ہے مومن کہتا ہے، ربی اللہ میرا رب اللہ ہے، پھر اس سے سوال ہوتا ہے ما دینك تیرا دین کیا ہے مومن کہتا ہے میرا دین اسلام ہے، پھر اس سے سوال ہوتا ہے تم اس شخص کے بارے میں کیا جانتے ہو جو تمہارے درمیان بھیجے گئے تھے یعنی محمد (ﷺ) مومن کہتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں ہمارا ان پر ایمان ہے، تو آسمان سے اعلان ہوتا ہے کہ میرے بندے نے سچ کہا ہے اس کو جنت کا بچھونا دے دو اس کو جنت کا لباس پہنا دو اور جنت کی طرف سے اس کا دروازہ کھول دو اور جب کافر ہوتا ہے منافق ہوتا ہے تو جب اس سے فرشتہ پوچھتا ہے کہ تیرا رب کون ہے تو جواب دیتا ہے ھاھا لاادری مجھے تو کچھ پتہ نہیں تیرا دین کیا ہے وہ کہتا ہے مجھے تو کچھ پتہ نہیں اسی طرح پھر رسول اللہ کے بارے میں سوال ہوتا ہے وہ کہتا ہے مجھے تو کچھ پتہ نہیں جو اللہ کی رضا والی زندگی گزارے گا وہ کہے گا میرا رب اللہ تعالیٰ ہے جو خواہشات والی زندگی گزارے گا اس کو رب کا کیا پتہ ہے۔ جس نے رسول اللہ کے طریقوں کے مطابق زندگی گزاری ہوگی تو اس کو رسول اللہ ﷺ کا بھی پتہ ہوگا، مگر اس کو جب پتہ ہی نہیں ہے تو یہ جواب کیا دے گا کہتے ہیں کہ پھر آسمان سے اعلان ہوگا یہ جھوٹا بندہ ہے اس کیلئے آج آگ کا بچھونا بچھاؤ آگ کا لباس پہناؤ اور جہنم کی طرف سے اس کا دوازہ کھول دو تا کہ اس کو

پتہ چلے اور فرمایا کہ وہ قبر اس کے لیے تنگ ہو جائے گی ، اور اس کی پسلیاں ایک دوسرے میں گھس جائیں گے، اور ایک ایسا فرشتہ جو نہ دیکھتا ہوگا اور نہ سنتا ہوگا اس کو اس پر مسلّط کر دیا جائے گا وہ ایسا گرز اس کو مارے گا اگر وہ پہاڑ پر مارا جائے تو وہ پہاڑ بھی ریزہ ریزہ ہو جائے یہ نافرمان کا حال ہوگا، اس لئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قبر کو مٹی کا ڈھیر مت سمجھو یہ جنّت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے، یا جہنّم کے گھڑوں میں سے ایک گڑھا ہے۔

مردے کو دفنانے میں جلدی کرو:

اس لیے فرماتے ہیں کہ جب انتقال ہو جائے تو جلدی کرنی چاہیے اس لئے کہ اگر یہ فرمانبردار ہے تو آگے اس کے مزے ہی مزے ہیں خوشیاں ہی خوشیاں ہیں اس نے اس دنیا میں کیا کرنا ہے جلدی جنازہ پڑھاؤ تا کہ اپنی جنّت میں جلدی پہنچ جائے اور اگر یہ نافرمان ہے بدکردار ہے اس گندے کو اپنے پاس رکھنے کا کیا فائدہ پھر اس کو اس کے گڑھے میں ڈال دو تا کہ اپنی سزا پائے، اس لئے فرماتے ہیں کہ یہ قبر آخرت کی پہلی سیڑھی ہے آخرت کی پہلی منزل ہے اور اس پہلی منزل میں جس نے اپنے آپ کو کامیاب کر لیا دنیا میں اللہ تعالٰی کے حکموں کے مطابق اپنی زندگی گزار لی۔ رسول اللہ ﷺ کے طریقوں کے مطابق گزار لی تو یہ کامیاب ہوگا اور قبر کا مراقبہ کریں انسان اپنے نفس کو قابو کرے یہ نفس بڑا ہی خطرناک ہے یہ قابو میں نہیں آتا ہے ہر چیز کو انسان قابو کر لیتا ہے، مگر قابو کرنا بہت مشکل ہے انسان سوچتا رہتا ہے کہ میں ایسا ہوں میں نے یہ کام کیا یہ ''میں'' انسان کو ختم کرنی چاہیے، اس سے نفس کے اندر بگاڑ آتا ہے، خودسری آتی ہے، اس کو قابو کرنے کے لیے موت کا مراقبہ ہے، اس نفس سے کہو کہ تو نے چلے جانا ہے تیرے یہ کپڑے بھی اتار لیے جائیں گے، سب چیزیں اتار دی جائیں گی دوسروں کے ہاتھوں میں ہم ہونگے ، میں بھی ہونگا آپ بھی ہونگے یہ مرحلہ

آنے والا ہے، مگر خوش قسمت ہے وہ انسان جو اعمال صالحہ کے ساتھ اپنی زندگی گزارے وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے کامیاب ہو جائے گا۔

مومن کے جنازے میں فرشتے آتے ہیں:

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا جنازہ تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پاؤں کی انگلیوں کے پنجے پر چل رہے تھے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے فرمایا اے اللہ کے رسول آپ پنجوں پر کیوں چل رہے ہیں فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اتنے فرشتے ہیں کہ پاؤں رکھنے کی جگہ ہی نہیں، جب مومن ایمان والا ہو تو اس کا استقبال ایسا ہوتا ہے فرشتے پھر ان کے جنازوں میں آتے ہیں اور حدیث میں آتا ہے کہ جب کسی نیک مومن کا انتقال ہوتا ہے تو آسمان کا وہ دروازہ روتا ہے جس پر اس کی نیکیاں جاتی تھیں وہ جگہ روتی ہے جس جگہ پر یہ مومن اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ گھر کو قبرستان مت بناؤ اس گھر میں بھی عبادت کیا کرو، اس لیے لوگ فرض نماز پڑھنے کے بعد جگہ کو تبدیل کر دیتے ہیں تا کہ کل قیامت کے دن یہ جگہیں گواہی دیں کہ اے اللہ اس بندہ نے مجھ پر نماز پڑھی تھی تلاوت ذکر اذکار کے لئے تھے۔ اور جب مومن کی روح قبض کرنے کے لیے ملکوت آتے ہیں تو فرشتوں کی ایک جماعت لے کر آتے ہیں اس کا شاندار استقبال کرتے ہیں لیکن اگر وہ نافرمان ہے گناہوں کی زندگی گزار رہا ہے تو پھر اس کا انجام بہت ہی خطرناک ہے اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

چار اعمال

شکر، صبر، استغفار، استعاذہ

چار اعمال

شکر، صبر، استغفار، استعاذہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوْا رَبَّکُمْ لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا فِیْ ھٰذِہِ الدُّنْیَا حَسَنَۃٌ وَّاَرْضُ اللّٰہِ وَاسِعَۃٌ اِنَّمَا یُوَفَّی الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَھُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ ○

محترم دوستو اور بزرگو!!

میں نے آپ حضرات کے سامنے سورۃ زمر کی ایک آیت مبارکہ تلاوت کی ہے، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہہ دیجیے اے پیغمبر میرے ایمان والے بندو ڈرو اپنے رب سے، ان لوگوں کے لئے بھلائی ہے جنہوں نے دنیا میں بھلائی کی اور اللہ تعالیٰ کی زمین بڑی کشادہ ہے پکی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کو بے حساب اجر عطا

فرمائیں گے، اللہ تعالیٰ کا حکم اھل ایمان کو یہ ہے کہ وہ تقویٰ کی زندگی کو اختیار کریں اور قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ مختلف مقامات پر مومن کو تقویٰ اختیار کرنے کا حکم دیا ہے تقویٰ کا معنی ہے کہ انسان اپنی زندگی کو گناہوں سے پاک کر کے گزارے، اپنی زندگی کو نیک اعمال کے ساتھ گزارے گناہوں اور نافرمانیوں سے اپنے آپ کو بچائے۔ بظاہر کہنا آسان ہے مگر عملی زندگی اس کے مطابق گزارنا دشوار ہے حضرت ڈاکٹر عبدالحیٔ عارفی صاحبؒ نے فرمایا ہے کہ پہلے زمانے میں مشائخ بڑے بڑے مجاھدے کرواتے تھے تا کہ نفس انسانی کی اصلاح ہوجائے یہ انسان کا نفس بڑا ہی خطرناک ہے لیکن فرمایا کہ فی زمانہ وہ مجاہدے انسان نہیں کر سکتا ہے اس لیے حضرت نے فرمایا کہ چار ایسے اعمال ہیں اگر انسان ان چار اعمال کو اختیار کرلے تو اس کی زندگی گناہوں سے پاک ہوجائے گی بلکہ اس کو گناہوں سے نفرت ہوجائے گی اور اس کو گناہ اور اللہ کی نافرمانی سے خوف آنے لگے گا اور نیکیوں کی رغبت اور نیکیوں کا شوق اس کو پیدا ہوگا اور وہ چار اعمال یہ ہیں (۱) شکر (۲) صبر (۳) استغفار (۴) استعاذہ

رب کا شکر گزار رہئے:

سب سے پہلی بات کہ انسان اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر شکر ادا کرنے والا ہو، انسان اپنے اندر شکر کی صفت پیدا کریں اور قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، ان تشکروا یرضہ لکم اگر تم شکر کروگے تو تمہارے اس شکر کے عمل کو اللہ تعالیٰ پسند کرتے ہیں اور دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ اللہ تعالیٰ تمہیں عذاب دے کر کیا کرے گا جب کہ تم صاحب ایمان ہو اور شکر ادا کرنے والے ہو یعنی گویا اللہ تعالیٰ کا شکر ایسی چیز ہے کہ انسان کو عذاب سے بچادیتی ہے، اب شکر کیا ہے، جب ہم صبح کرتے ہیں تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جب بندہ صبح اٹھے تو آنکھ کھلتے ہی کونسی دعا پڑھے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَحْيَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَاِلَيْهِ النُّشُوْرِ

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کی ہیں کہ دیکھو میں صحیح اور تندرست ہوں پھر اپنے اھل وعیال پر نظر پھیرتا ہے تو اس وقت شکر ادا کرے پھر یہ مسجد میں نماز پڑھنے جاتا ہے اس کو جماعت سے نماز مل جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے کہ، الحمدللہ پھر یہ گھر آتا ہے ناشتہ وغیرہ کرتا ہے تو خدا کا شکر کرے الحمدللہ پھر یہ حلال کام کے لیے جاتا ہے الحمدللہ صبح سے شام تک بے شمار کام ہیں جو ہماری مرضی کے مطابق ہوتے ہیں ہماری خواہش کے مطابق ہوتے ہیں ہمیں ان میں خوشی اور لذت محسوس ہوتی ہے، لہٰذا ہر وہ کام ہر وہ عمل جس سے ہمیں سکون مل گیا ہمیں اس سے لذت محسوس ہوگئی تو فوراً ہماری زبان پر آنا چاہیے الحمدلله اللهم لك الحمد ولك الشكر اس سے انسان اللہ تعالیٰ کے شکر گزار بندوں میں شامل ہو جاتا ہے، حضرت سلیمان علیہ السلام نے جب ملکہ سباء کا وہ تخت منگوایا حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس موجود طاقت ور جنات میں سے ایک جن ملکہ سبا کے تخت کو پلک جھپکنے کی مقدار میں لے آیا جب یہ تخت آیا تو حضرت سلیمانؑ نے فوراً کہا هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّیْ لِیَبْلُوَنِیْ ءَ اَشْکُرُ اَمْ اَکْفُرُ یہ میرے رب کا فضل ہے اور وہ مجھے آزمانا چاہتا ہے کہ میں شکر گزار بنتا ہوں یا ناشکری کرتا ہوں اور جو شکر ادا کرنے والا ہے وہ اپنی ذات کے لئے شکر کرتا ہے چنانچہ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں عطا کی ہے اور اس قرآن کریم کا سارا خلاصہ سورۃ الفاتحہ میں ہے اور سورۃ الفاتحہ کی ابتداء اَلْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ سے ہے اور چنانچہ سورۃ الفاتحہ ہر نماز میں پڑھی جاتی ہے، اس لیے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء ہے کہ اس میں بندہ اپنے رب کی حمد وثناء کو بیان کرتا ہے تو فرمایا جب سے پہلا عمل جس کو انسان اپنی زندگی کا معمول بنائیں وہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا اور شکر ایسی نعمت ہے کہ اس کی وجہ سے انسان بہت سارے گناہوں سے بچ جاتا ہے، جب انسان اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہے تو وہ حرص کے مرض میں مبتلاء نہیں ہوتا ہے وہ حسد کے مرض میں بغض کے مرض میں مبتلاء نہیں ہوتا ہے، اگر اس کے پاس دوسو

روپیہ کا جوڑا ہے وہ اس پر بھی شکر ادا کرے گا وہ چار سو والے سے حسد نہیں کرتا ہے بلکہ وہ کہتا ہے کہ میں اس دوسو روپیہ والے کا بھی مستحق نہیں ہوں۔جس کے پاس چھوٹی گاڑی ہے وہ بڑی گاڑی والے سے حسد نہیں کرتا ہے وہ کہتا ہے ھٰذا من فضل ربی یہ تو میرے رب کا فضل ہے اوراسی طرح شکر گزار بندے میں جس طرح حسد بغض نہیں پیدا ہوتا اسی طرح اس میں تکبّر بھی نہیں پیدا ہوتا ہے وہ متوازن رہتا ہے اس لیے کہ تکبّر تو وہاں پیدا ہوتا ہے جہاں انسان اس کو اپنا کمال سمجھے کہ دیکھو میرا کتنا بڑا کاروبار ہے میرا، کتنی بڑی دکان ہے میری کتنی بڑا دفتر ہے میرا،

لیکن یہاں تو وہ بات ہے نہیں یہاں تو ہر قدم پر الحمدللہ ہے، طالب علم اگر امتحان میں پاس ہو گیا تو کہتا ہے الحمدللہ اچھے نمبروں میں پاس ہوا وہ اس کی نسبت اپنی طرف نہیں کرتا ہے نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: تکبر کے بارے میں کہ اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو جنّت میں داخل نہیں فرماتے جس کے دل میں ذرہ برابر بھی تکبّر ہو اس لئے اپنی اصلاح کے لئے اور اپنے نفس کو درست کرنے کے لیے ایک عمل یہ ہے کہ انسان اپنی نعمتوں پر شکر ادا کرے، ہر ہر نعمت پر صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے۔

شکر تیرا خدایا میں تو اس قابل نہ تھا، لئن شکرتم لازیدنکم اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنا برکت اور اضافے کا سبب بنتا ہے جب کہ ناشکری انسان کے اندر تکبّر ،عجب، خودسری جیسی مہلک بیماریوں کو پیدا کرتا ہے۔جن کے لئے اللہ رب العزت کی طرف سے سخت عذاب کی وارننگ ہے ولئن کفرتم ان عذابی لشدید .

شکر گزاری عظمت خداوندی کو پیدا کرتا ہے:

اس لیے میرے دوستو اپنی زبان کو اس بات کا عادی بناؤ کہ جو بھی خوشی ہو اس وقت اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں، اور جب انسان اس کا عادی بن جائے تو پھر وہ تکلیف میں بھی اللہ تعالیٰ کو نہیں بھولتا وہ پریشانی میں بھی اللہ تعالیٰ کو نہیں بھولتا اگر وہ بیمار بھی

ہو جائے تو وہ کہتا ہے کہ میرے پاس علاج کے لئے پیسے تو موجود ہیں اللہ تعالیٰ کا شکر ہے، دیو بند کے علماء میں سے ایک بزرگ ہیں ان کے بارے میں آتا ہے کہ ان سے اگر کوئی پوچھے کہ حضرت طبیعت کیسی ہے تو وہ فرماتے تھے کہ بھائی میرے ہاتھ بالکل ٹھیک ہیں الحمدللہ میری ناک ٹھیک ہے الحمدللہ یعنی ایک ایک چیز گنواتے اور پھر آخر میں کہتے کہ بس میرے سر میں درد ہو گیا ہے پہلے نعمتوں کو گنواتے تھے پھر آخر میں آ کر اس بیماری کا بتاتے تھے جب انسان کا مزاج شکر والا بنتا ہے پھر اس کی نظر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر ہوتی ہے تو اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی عظمت آتی ہے اللہ تعالیٰ کی محبت آتی ہے اور وہ اپنے اللہ سے قریب تر ہوتا جاتا ہے اور وہ اس کوشش میں ہوتا ہے کہ میں قریب ہوتا جاؤں جیسے دنیا میں ہمیں نظر آتا ہے کہ فلاں رشتہ دار میرا بڑا خیال رکھتا ہے تو انسانی فطرت ہے کہ آدمی اس کے قریب ہوتا جاتا ہے۔

میرے دوستو میں سے فلاں میرا بڑا خیال رکھتا ہے تو ہم اس کے قریب ہوتے ہیں، مگر جب انسان خالق حقیقی مالک حقیقی کی نعمتوں پر نظر رکھے گا، اللہ تعالیٰ کی طرف دیکھے گا تو پھر یہ اللہ تعالیٰ کے قریب ہوتا جائے گا۔ ہر نعمت پر جب یہ الحمدللہ کہے گا تو دن میں سیکڑوں دفعہ یہ اللہ تعالیٰ کی تعریف اور شکر ادا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کتنے خوش ہوتے ہیں، اور اس کو کتنی ترقی دیتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ اگر تم ہمارا شکر کرو گے تو ہم تمہاری نعمتوں کو اور بڑھا دیں گے۔ مگر آج ہوتے ہوئے بھی ہم کہتے ہیں کچھ بھی نہیں ہے۔

پہلا عمل کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے والے بن جائیں، جب شکر ہو گا تو گناہوں سے بچ جائیں گے، اور نیکیوں کا جزبہ اس کے دل میں ہو گا۔

ہر حال میں صبر کرنے والا بنئے:

دوسرا عمل: صبر شکر کے ساتھ صبر ہے اس زندگی میں جس طرح انسان کے موافق

حالات آتے ہیں لیکن مزاج کے مخالف حالات آتی ہے ایسے حالات میں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ تم اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن کہو عام طور پر ذہن میں یہ بات ہے کہ یہ لفظ میت کے ساتھ خاص ہے، مگر ایسی بات نہیں ہے چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ ایک دفعہ چراغ بجھ گیا تو آپ ﷺ نے پڑھا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرمانے لگیں اللہ کے رسول یہ بھی کوئی مصیبت آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہر وہ چیز جو مومن کو دکھ پہنچائے وہ مصیبت ہے لہٰذا اس زندگی میں کوئی بھی مزاج کے خلاف کام آئے جائے تو اس پر فوراً ہمیں اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن پڑھنا چاہیے اور اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے سمجھ کر صبر کریں اس پر روئیں نہ اس پر شور شرابہ نہ کریں اس پر جھگڑا نہ کریں اس پر اللہ تعالیٰ کی شکایت نہ کریں۔

بس ایک ہم ہی مصیبت میں ہیں باقی سارے لوگ مزے کر رہے ہیں، باقی سارے خوش ہیں ایسا نہ کریں بلکہ صبر کے راستہ کو پکڑیں اس لئے کہ یہ بات مسلم ہے کہ ہر ماں باپ اپنی اولاد کے ساتھ کچھ سختیاں کرتے ہیں پیار بھی کرتے ہیں، سختیاں ہوتی ہیں یہ ہر جگہ ہے مگر یاد رکھیں ماں باپ کی سختی جو اولاد کے ساتھ ہے یہ ان کے فائدے کے لئے ان کی تربیت کے لیے ان کے مستقبل کو بنانے کے لئے والدین کرتے ہیں اور اس چیز پر والدین کو محبت مجبور کرتی ہے والدین کے دل میں جو اولاد کی محبت ہے وہ والدین کو کہتی ہے کہ تم اپنی اولاد کو ڈانٹو۔ گلی میں اگر دو بچے ہوں اور وہ کوئی شرارت کرتے ہیں تو آپ اپنے بچے کو ڈانٹیں گے دوسرے کے بچے کو آپ کچھ بھی نہیں کہیں گے اس لئے کہ آپ اپنی اولاد کی تربیت کر رہے ہیں۔ اس طرح اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسان کے اوپر کوئی حالات آتے ہیں تو وہ انسان کو تباہ کرنے کے لئے نہیں ہیں۔ یہ اس بات کی علامت نہیں ہے کہ یہ بندہ اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ اس کے درجات کو بلند کر رہے ہیں

حضرات انبیاء کا صبر:

آپ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کا واقعہ بارہا علماء سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی کیا عمر دس یا بارہ سال تھی تو اس عمر میں کتنا بڑا امتحان آیا ہے یٰبُنَیَّ اِنِّیۡۤ اَرٰی فِی الۡمَنَامِ اَنِّیۡۤ اَذۡبَحُکَ فَانۡظُرۡ مَاذَا تَرٰی اے بیٹے میں تمہیں ذبح کرر ہا ہوں۔ تمہارا کیا خیال ہے، کتنا بڑا امتحان تھا ہم بیان کرتے ہیں اور آپ سنتے ہیں یہ الفاظ ہیں جو ایک دوسرے کی طرف منتقل ہورہے ہیں۔ مگر عملاً اس پر سوچا جائے تو بہت مشکل کام بھاری ہے، آج اگر ہمارے بچے کو ایک سو ایک سے اوپر بخار ہو جائے تو ہم گم سم ہو جاتے ہیں کہ ابھی پتہ نہیں کیا ہوگا، لیکن وہاں کتنا بڑا امتحان ہے، چھری لو اور ذبح کرو، یا اللہ آج تک دنیا میں ایسا نہیں ہوا مگر امتحان تھا حضرت اسماعیل علیہ السلام نے کیا کہا سَتَجِدُنِیۡۤ اِنۡ شَآءَ اللّٰہُ مِنَ الصّٰبِرِیۡنَ اللہ تعالیٰ کے حکم کو پورا کریں ان شاء اللہ آپ مجھے صبر کرنے والوں میں پاؤ گے۔

یَاۤ اَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اسۡتَعِیۡنُوۡا بِالصَّبۡرِ وَالصَّلٰوۃِ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیۡنَ اے ایمان والو صبر اور نماز کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی مدد کو حاصل کرو بے شک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے پریشانی کا عالم ہو یا کسی اور عالم میں ہو اللہ تعالیٰ کی طرف ہمیں متوجہ ہونا چاہیے اللہ تعالیٰ سے مانگئے ہمارا تعلق اللہ تعالیٰ سے جوڑا ہوا ہونا چاہیے اور فرمایا کہ اُولٰٓئِکَ عَلَیۡہِمۡ صَلَوٰتٌ مِّنۡ رَّبِّہِمۡ وَرَحۡمَۃٌ جو صبر کرنے والے ہیں ان پر اللہ تعالیٰ خصوصی رحمتیں بھی ہیں اور عمومی رحمتیں بھی ہیں اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے اِنَّمَا یُوَفَّی الصّٰبِرُوۡنَ اَجۡرَہُمۡ بِغَیۡرِ حِسَابٍ اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کو بے حساب اجر عطا فرمائیں گے، تو اگر مزاج کے خلاف کوئی بات ہو جائے تو سب سے پہلے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ کو پڑھا جائے ہم اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے وہ خالق ہے اور ہم مملوک ہیں وہ جو کرنا چاہیں کر سکتا ہے صحت میں رکھے بیماری میں رکھے خوشحالی میں

رکھے، تنگدستی میں رکھے جس حال میں بھی رکھے اس کی مرضی ہے حضرت یعقوب علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے بیٹا دیا حضرت یوسف علیہ السلام مگر کیا حضرت یوسف علیہ السلام گم ہوگئے کتنا بڑا امتحان ہوا اب ہم کیا (العیاذ باللہ) یہ گمان کریں کہ حضرت یعقوب علیہ السلام اللہ تعالیٰ کو ناپسند تھے، وہ تو اللہ تعالیٰ کے نبی تھے، مگر امتحان تھا اور وہ کامیاب ہوئے۔ خود آپ ﷺ پر کتنے امتحان آئے مگر اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ کی طرف رکھنا مخلوق کی طرف نظر نہ جائے، اِنَّمَا اَشْکُوْا بَثِّیْ وَحُزْنِیْ اِلَی اللّٰہِ اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ کی عدالت میں رکھتا اللہ تعالیٰ سے مانگنا مخلوق پر نظر نہ جائے اس لیے کہ مخلوق تو خود محتاج ہے تو فرمایا کہ اپنے نفس کو قابو کرنے کے لیے چار اعمال پر عمل کرو شکر ادا کرو جو مصیبت آئے اس پر صبر کرنا۔

اللہ کی نعمتوں کا شمار کرنا ممکن نہیں:

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں ایک شخص نے کہا حضرت اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو اللہ تعالیٰ تمہیں دے گا، کہنے لگا میرے پاس ہے کیا کہ میں شکر ادا کروں وہ ننگا زمین میں لپٹا ہوا تھا ہوا چلی اور وہ مٹی بھی اڑ گئی اور وہ ننگا زمین میں رہ گیا، ہم سوچتے ہیں کہ ہمارے پاس ہے ہی کیا اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰہِ لَاتُحْصُوْھَا.

کثرت استغفار کی عادت ڈالیں:

تیسری چیز: استغفار ہے انسان جب زندگی گزارتا ہے تو اس زندگی میں بسا اوقات جانے انجانے میں ایسے کام کر بیٹھتا ہے جن سے اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہے پس انسان اللہ کی نافرمانی کا مرتکب ہوا، تو فرمایا کہ استغفار کثرت سے پڑھا کرو استغفروا اللہ میں اللہ سے مغفرت یعنی معافی کا طلب گار ہوں اور پھر بندہ جتنا کثرت کے ساتھ استغفار پڑھے گا اس کو اللہ تعالیٰ کی رحمانیت سمجھ میں آئے گی کہ دیکھو میں کتنا گناہ گار بندہ ہوں دن میں کئی گناہ ہم کرتے ہیں اور جب ہر گناہ پر ہم استغفار پڑھتے رہیں گے تو پھر سمجھ میں آئے گا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت بڑی ہی وسیع ہے،

اور پھر نظر اپنی نیکیوں پر نہیں جائے گی جس کی وجہ سے غرور نہیں پیدا ہوگا۔ اس لیے کہ جب بندہ ہر وقت استغفار کرے گا تو بندہ اپنے آپ کو گناہ گار ہی سمجھے گا۔ اور یہی اس انسان کا کمال ہے، اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ثُمَّ یَسْتَغْفِرِ اللّٰہَ یَجِدِ اللّٰہَ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا o جب تم استغفار کرو گے تو تم اللہ تعالیٰ کو بخشش کرنے والا پاؤ گے اور مہربان پاؤ گے یہاں اللہ تعالیٰ نے اپنی دو صفتیں بیان فرمائی ہیں۔ ایک بخش کی صفت اور دوسری رحمت کی صفت مفسّرین نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ بخش کرنے والا ہے مگر جب ساتھ میں اس نے رحیم ذکر کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے بتا دیا کہ یہ بخشنا یہ ہماری مہربانی ہے کوئی زبردستی نہیں ہے تم توبہ کرتے رہو ہم معاف نہ کریں تو تم کیا کر سکتے ہو۔

بعض روایات کے مطابق پانچ سو سال تک اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا رہا اور آخر میں نتیجہ یہ نکلا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں مردود ہو گیا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے بددعا کرنے لگا فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ او تتركه يلهث جب اس نے زبان باہر نکالی تو زبان باہر رہے گی اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کتے کی مثال ہوتی ہے۔ کہ کتا ہانپتا رہتا ہے اور اس کی زبان باہر ہوتی ہے فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ یہ واقعہ بیان کر دو تاکہ لوگ نصیحت حاصل کریں لہٰذا اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم معافی مانگو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں معاف کرے گا مگر یہ معافی نہ تمہارا زور ہے اور نہ کوئی زبردستی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہے ہمیں اپنی نافرمانیوں پر نظر رکھنی چاہیے یہ دو آنکھیں اللہ تعالیٰ نے عطا ہی اس لئے کی ہیں کہ ایک آنکھ سے دوسرے کی نیکی دیکھو اور دوسری آنکھ سے اپنی بدی دیکھو اور ہم دوسرے کی بدی دیکھتے ہیں اور اپنی نیکی دیکھتے ہیں کہ میں کتنا پارسا آدمی ہوں میں کتنا نیک ہوں میں کتنا ہمدرد ہوں دوسرا بڑا ہی ظالم ہے بڑا ہی بے ایمان ہے اپنے گناہوں پر نظر رکھو اپنی غلطیوں اور اپنی خطاؤں پر نظر رکھو، اور ہر قدم پر اللہ تعالیٰ سے استغفار اور

معافی مانگتے رہو، ایک ہے استغفار اور ایک ہے توبہ۔

استغفار تو انسان چلتے پھرتے کوئی بھی کوتاہی غلطی ہوگئی فوراً کہہ دیا استغفر اللہ تعالیٰ مثلاً میں راستہ میں جا رہا ہوں میرے ساتھ ایک بزرگ جا رہے ہیں تو شریعت کہتی ہے کہ ان کے آگے مت چلو اگر میں آگے ہوگیا تو فوراً استغفر اللہ کہا میں راستہ میں جا رہا ہوں میری نظر ایسی جگہ پر پڑھ گئی جہاں مجھے شریعت نے کہا کہ نظر مت ڈالو میں نے نظر ہٹالی مگر میں فوراً کہوں کہ استغفر اللہ تعالیٰ جب انسان ہر ہر قدم پر استغفار کرے گا تو اس کو اپنے گناہوں پر نظر رکھنے کا موقع بھی ملے گا اس کو پتہ چلے گا کہ میں زندگی میں کتنے گناہ کرتا ہوں فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا اس رب سے معافی مانگا کرو وہ تو غفار ہے بخشنے والا ہے ستار ہے پردہ ڈالنے والا ہے، اس رب نے اپنی رحمت سے ہم پر اور ہمارے گناہوں پر پردہ ڈالا ہے۔

اللہ سے پناہ طلب کریں:

چوتھا عمل استعاذہ ہے: استعاذہ کا معنی ہے اللہ تعالیٰ سے پناہ چاہنا فاذا قَرَأْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ فرمایا جب قرآن کریم کی تلاوت کرو تو اس سے پہلے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آجاؤ شیطان مردود سے دنیا کی اس زندگی میں بسا اوقات ہمیں خطرات لائق ہوتے ہیں ہمیں پریشانیاں آجاتی ہیں ہمیں کسی دوست سے یا رشتہ دار سے خطرہ ہے پڑوسی سے خطرہ ہے کاروبار میں خطرہ ہے تو اب اس صورت میں فرمایا کہ فوراً اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آجاؤ اور اعوذ باللہ پڑھو اے اللہ میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں اَللّٰهُمَّ لَامَلْجَاءَ وَلَا مَنْجَاءَ اِلَّا اِلَيْكَ اے اللہ میرے لیے کوئی جائے پناہ آپ کے در کے سوا نہیں ہے۔

پریشانیوں کا حل رجوع الی اللہ ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی پریشانی میں

ہوتے تھے یا آپ تکلیف میں ہوتے تھے تو آپ یہ کلمہ پڑھا کرتے تھے یا حی یا قیوم برحمتك استغیث اے وہ ذات جو حقیقی زندگی والی ہے اے وہ ذات جو قائم رہنے والی ہے میں ہمیشہ ہمیشہ تو آپ کی رحمت سے اپنی فریاد کرتا ہوں مدد طلب کرتا ہوں، اب ہمیں کبھی بھی زندگی میں کوئی مشکل پیش آئے تو یہ کلمات پڑھے بچہ کھیلتا ہے کودتا ہے، مگر جب اس کو کوئی تکلیف دیتا ہے یا کوئی ڈراتا ہے تو وہ فوراً اپنے والد اور والدہ کی طرف دوڑتا ہے اور جا کر ان کے دامن سے چمٹ جاتا ہے۔اس کو پتہ ہے کہ میری جائے پناہ یہ ہے اسی طرح مومن کے لیے جائے پناہ وہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اسے ہر قسم کی تکلیف اور غم سے بچانے والی ذات اللہ تعالیٰ کی ہے

حدیث میں آتا ہے حضرت عبداللہ ابن خبیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سخت بارش ہورہی تھی آندھی والی رات تھی۔آپ ﷺ کی تلاش میں ہم نکلے اور ہمیں ایک جگہ میں آپ ﷺ مل گئے آپ ﷺ نے فرمایا کہ کہو ہم نے کہا اللہ کے رسول ہم کیا کہیں آپ ﷺ نے فرمایا کہ قل ھو اللہ احد، قل اعوذ برب الناس، قل اعوذ برب الفلق صبح اور شام تین تین مرتبہ پڑھا کرو یہ تمہارے لیے ہر چیز سے کفایت کر جائے گی حضرات محدثین لکھتے ہیں کہ ہر چیز سے مراد ہر دکھ ہر تکلیف اور ہر پریشانی ہے آج آدھے سے زیادہ لوگ اس مرض میں مبتلا ہیں کہ ہم پر کسی نے جادو کردیا ہم پر کسی نے تعویذ کردیئے ہیں ہمارا کاروبار نہیں چل رہا ہے ہمارے گھر کے معاملات ٹھیک نہیں ہیں، یہ ساری چیزیں اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے سے دور ہوتی ہیں اور اللہ تعالیٰ کو تو ہم یاد کرتے نہیں، شیطان نے کہا تھا ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَائِلِهِمْ وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ ٥ اللہ میں تیرے بندوں پر دائیں سے بائیں سے آگے سے پیچھے سے ہر طرف سے حملہ کرونگا، اور آپ شکر گزار بہت کم پائیں گے آج یہی حال ہے اگر کسی سے پوچھے کہ کیا حال ہے کہتے ہیں بس جی

کیا بتائیں آپ کو! کوئی حال نہیں ہے۔

او بھائی اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو ہر وقت منہ سے الحمدللہ کہا کرو کم از کم شیطان کی اس بات کو تو جھٹلاؤ جو اس نے کہی ہے تو یہ جو مشکلات اور توہمات ہیں ان کو دور کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے ہمیں استعاذہ سکھایا ہے صبح اور شام پر پڑھیں اور اللہ تعالیٰ کی پناہ حاصل کریں جو بھی آپ کو مشکل ہو یا کوئی شک ہو، اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگیں اس کے سامنے اپنی حاجت رکھیں تا کہ وہ تمہاری حاجت کو سنے اور تمہاری مدد کریں ہر روز صبح اٹھ کر اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنی ان باتوں کو رکھو صبح کا مطلب ہے نماز کے لیے آج یہاں تو آٹھ بجے اٹھتے ہیں سب سے پہلے داڑھی کو مونڈھتے ہیں پر دعا کرتے ہیں پہلے نماز پڑھو نماز کے لیے جلدی اٹھو تا کہ اللہ تعالیٰ تم سے راضی ہو جب اللہ تعالیٰ کو ناراض کیا ہوتا ہے تو یہ ساری پریشانیوں کی جڑ ہے جو آج ہم کر رہے ہیں ہم فجر کی نماز کے لیے آج نہیں اٹھتے ہیں۔

اگر کوئی دوست ہمیں کہہ کر اتوار والے دن آپ سے ملاقات کرنی ہے تو صبح ہم کیسے اٹھ جاتے ہیں آج ہماری حالت یہ ہوگئی ہے کہ ہم دوست کے لیے تو اٹھتے ہیں مگر نہیں اٹھتے تو وہ صرف اور صرف اللہ کی ذات کے لیے ہم نہیں اٹھتے، ہم آٹھ بجے اس لیے اٹھتے ہیں کہ دفتر میں جانا ہے، اگر دفتر میں صبح پانچ بجے جانا ہوتا تو یہ شخص صبح پانچ بجے بھی اٹھ جاتا مگر وہاں تو اٹھنا ہے اس لیے کہ پیسے آتے ہیں، آج ہمارا عقیدہ پیسوں پر ہے اللہ تعالیٰ کی ذات پر نہیں ہے ملازم ہمارا اگر تاخیر سے آئے تو ہم اس کو فارغ کر دیتے ہیں وہ بے چارہ اپنا عذر بھی بتاتا ہے۔ اس کے باوجود ہم اس کو نکال دیتے ہیں، اس لیے کہ وقت پر دفتر نہیں آتا ہے یہ نماز کے اوقات بھی اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے رکھے ہیں ان کو بھی وقت پر ادا کریں کل اللہ تعالیٰ بھی ہم سے پوچھیں گے کہ وقت پر نہ آنے سے ملازم کو فارغ کرتے تھے اور وقت پر نماز نہیں پڑھتے تھے یہ

فرض نظر نہیں آیا، اپنے کام پورے ہوں اور خدا کے کام میں اس قدر سستی۔

کامیاب زندگی گزارنے کیلئے چاروں نسخوں کو اپنالیں:

میرے دوستو یہ چار اعمال ایسے ہیں کہ اگر انسان ان پر زندگی گزارنے والا بن جائے تو اس کی ایک کامیاب زندگی بن جائے گی، اس لیے ڈاکٹر عبدالحیؒ صاحبؒ نے فرمایا کہ یہ نسخہ مجھے میرے پیر حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے دیا ہے کہ ان پر اگر عمل کرو گے تو تم کامیاب ہو جاؤ گے۔ انسان کی زندگی کے تین حصّے ہوتے ہیں ماضی ،حال، مستقبل، ایک گزشتہ زندگی اس میں اگر انسان سے کوئی گناہ ہوئے تو اس پر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگی ہے اس پر روئے تو اب اس کی پچھلی زندگی پاک ہوگئی موجودہ زندگی جو گزار رہا ہے اس میں اللہ تعالیٰ کی نعمتیں آرہی ہیں، ان کو استعمال کر رہا ہے، اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کر رہا ہے، اگر کوئی تھوڑی بہت تکلیف آتی ہے تو اس پر صبر کر رہا ہے تو بھی اجر کمار ہا ہے۔ مستقبل کی زندگی میں اگر کوئی خطرات ہیں تو اس کے لیے اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگ رہا ہے۔ **یا حی یا قیوم برحمتك استغیث** پڑھ رہا ہے۔ سورۃ الاخلاص سورۃ الفلق سورۃ الناس پڑھ رہا ہے، اس کا ماضی بھی محفوظ، اس کا حال بھی محفوظ، اس کا مستقبل بھی محفوظ ہے۔ اس سے زیادہ کامیابی کیا ہوسکتی ہے۔ اس سے بڑا کامیاب ترین انسان کون ہوسکتا ہے۔ جن کی تینوں زندگیاں محفوظ ہوں، اور یہ ساری باتیں اللہ تعالیٰ کے دین میں ہیں، یہ اللہ تعالیٰ کے قرآن کریم میں ملے گی یہ اھل اللہ کی مجالس سے ملے گی، اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کے پاس آجانے سے ملے گی، اگر ہم اسی طرح اللہ تعالیٰ سے اور اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں سے دور رہے تو پھر ہمارے پاس یہ پریشانیاں آتی رہیں گی ہمارا رشتہ اللہ تعالیٰ سے پکا ہونا چاہیے اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ (آمین)

وآخر دعوانا ان الحمدلله رب العالمين

حقوق النکاح

حقوق النکاح

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَۃٍ وَّخَلَقَ مِنْھَا زَوْجَھَا وَبَثَّ مِنْھُمَا رِجَالًا کَثِیْرًا وَّنِسَآءً وَاتَّقُوا اللّٰہَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِہٖ وَالْاَرْحَامَ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلَیْکُمْ رَقِیْبًا ؎

محترم دوستو اور بزرگو!!

آپ حضرات کے سامنے میں نے سورۃ النساء کی پہلی آیت تلاوت کی ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد مبارک ہے اے انسانوں ڈرو اپنے رب کی نافرمانی سے جس رب نے تمہیں پیدا کیا ہے ایک جان سے اور پھر انہی سے ان کا جوڑا پیدا کیا ہے اور پھر ان دونوں سے اللہ تعالیٰ نے بہت سارے مردوں اور عورتوں کو پیدا کیا اور اللہ تعالیٰ سے

ڈرو جس کے واسطے سے تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اور رشتہ داریوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو بے شک اللہ تعالیٰ تم پر نگہبان ہے۔

نسل انسانی کا پھیلاؤ:

اس آیت کے اندر اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کے زمین میں پھیلنے کا ذریعہ بتایا ہے کہ بنی نوع انسان جو زمین میں پھیلے ہیں یہ ایک حضرت آدم اور حضرت حوا کی اولاد ہیں ان دونوں سے یہ سلسلہ چلا ہے، اور پھر اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے جو دوسرا مسئلہ بیان کیا ہے وہ رشتہ داریوں کا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں رشتہ داریوں کے بارے میں حکم دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے ان رشتہ داریوں کے بارے میں ڈرو یعنی رشتہ داروں کے حقوق ادا کیا کرو یہ آیت آپ نے کئی بار خطبہ نکاح میں سنی ہوگی خطبہ نکاح میں جو آیتیں پڑھی جاتی ہیں وہ تین مختلف جگہ ہیں ایک سورت نساء کی پہلی آیت ہے اور دوسری سورۃ آل عمران کی آیت ہے یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ حَقَّ تُقَاتِہٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝ اے ایمان والو اللہ تعالیٰ سے ڈرو جیسے کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے اور تمہیں موت نہ آئے مگر اسلام کی حالت پر اور تیسری آیت سورۃ احزاب سے پڑھی جاتی ہے یَاۤ اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا ۝ اے ایمان والو اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور بات درست کیا کرو، یہ جو آیات مختلف جگہوں سے پڑھی جاتی ہیں اسکی وجہ کیا ہے۔

وجہ نمبر ۱: ان آیات کا انتخاب آپ ﷺ نے خود فرمایا ہے یہ کسی مفتی صاحب یا مولوی صاحب کا انتخاب نہیں ہے کہ انہوں نے ان کا انتخاب کر لیا ہو اور ان آیات کو مولوی صاحب نکاح میں پڑھ دیتے ہیں، بلکہ آپ ﷺ نے خود ان آیات کا انتخاب کیا ہے، اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ نکاح ایک عبادت ہے۔ نکاح اہل دنیا کا نکالا ہوا کوئی رسم ورواج نہیں ہے کہ برادری کے ملک کے علاقے کے کوئی طریقے

ہوتے ہیں لہٰذا یہ بھی مسلمانوں کا ایک رسم و رواج ہے ایک طریقہ ہے۔نہیں بلکہ یہ اسلام کا ایک فریضہ ہے اور مسلمانوں کی عبادت ہے چنانچہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ارشادفرمایا کہ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلاً مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّذُرِّيَةً البتہ ہم نے آپ سے پہلے رسول بھیجے اور ہم نے ان کو بیویاں بھی دی تھیں اور ان کو اولاد بھی دی تھی

انبیاء علیہم السلام کی چار سنتیں:

حدیث میں آتا ہے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا چار چیزیں تمام انبیاء کرام کی سنت ہیں (۱) حیاء کرنا تمام انبیاء کرام صفت حیاء کے ساتھ متصف تھے اور بے حیائی سے اپنے آپ کو بچانے والے تھے (۲) تمام انبیاء کرام خوشبو استعمال کرتے تھے (۳) تمام انبیاء کرام مسواک استعمال کرتے تھے (۴) تمام انبیاء کرام نکاح کیا کرتے تھے سوائے حضرت یحییٰ علیہ السلام کے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ان دو انبیاء کرام کے سوا باقی جتنے بھی انبیاء کرام آئے تھے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ سب بیویوں والے تھے اور پھر آپ خطبہ نکاح میں یہ بھی سنتے ہیں، النکاح من سنتی آپ ﷺ نے فرمایا کہ نکاح میری سنت ہے۔یعنی نکاح میرا طریقہ ہے جو طریقہ پیغمبر کا ہو اور پھر جناب نبی اکرم ﷺ جیسے عظیم پیغمبر کا جو طریقہ ہوگا تو وہ صرف عبادت نہیں ہے بلکہ عین عبادت ہے اس لیے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ نکاح میرا طریقہ ہے اور پھر آپ نے وہ واقعہ سنا ہوگا کہ ایک موقعہ پر کچھ صحابہ کرام آپس میں جمع ہوئے اور انہوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ آپ ﷺ کے مرتبہ کو ہم کہاں پہنچ سکتے ہیں آپ ﷺ نے اگر چہ گیارہ شادیاں کی ہوئی ہیں، مگر آپ کی عبادت میں توجہ اخلاص جس درجہ کا پایا جاتا ہے وہ ہم نہیں کر سکتے ہیں لہٰذا ایک نے کہا کہ میں شادی نہیں کرونگا تا کہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا رہوں، دوسرے نے کہا کہ میں

ساری رات عبادت کرونگا اور نیند نہیں کرونگا تیسرے نے کہا میں ہمیشہ روزہ رکھوں گا افطار نہیں کرونگا اور پھر اپنی یہ بات نبی اکرم ﷺ کے سامنے پیش کی، آپ ﷺ نے ان کو اس عمل سے منع فرمایا۔ اور فرمایا کہ میں رات کو عبادت بھی کرتا ہوں اور سوتا بھی ہوں میں روزہ بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں، اور میں نے شادیاں بھی کی ہیں لہٰذا وہ شخص جو نکاح نہیں کرتا اس شخص کے مقابلے میں جو نکاح کرتا ہے وہ شریعت میں زیادہ پسندیدہ ہے۔

اس لیے آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب ایک آدمی نکاح کر لیتا ہے تو اس کا آدھا ایمان مکمل ہو جاتا ہے، اور آدھے ایمان کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے یعنی گویا نکاح تکمیل ایمان کا ذریعہ ہے نکاح تمام انبیاء کرام کی سنت ہے اور نکاح جناب نبی کریم ﷺ کا طریقہ ہے لہٰذا نکاح عبادت ہے اور جب نکاح کا عبادت ہونا ثابت ہو گیا تو یاد رکھئے کہ عبادت اس وقت قبول ہوتی ہے، جب عبادت کو شریعت کے طریقہ کے مطابق ادا کیا جائے، مثلاً جمعہ المبارک کی دو رکعت فرض ہیں اور ہم اعلان کر دیں کہ آج ہم بہت خوش ہیں لہٰذا آج ہم چار رکعت جمعہ کی پڑھیں گے تو ہم نے کوئی گناہ تو نہیں کیا ہے، بلکہ ہم نے عبادت کے شرعی مقدار میں اضافہ کیا ہے، اللہ تعالیٰ کا حکم ہے دو پڑھنے کا ہم نے کہا ہم چار پڑھ لیتے ہیں، اب بتائیے کیا ہماری نماز ہو جائے گی؟ نہیں ہوگی۔ اس لیے کہ مسئلہ دو کا یا چار کا نہیں ہے اصل مسئلہ ہے اللہ تعالیٰ کے حکم کا اور آپ ﷺ کے طریقے کا کہ بندہ اللہ تعالیٰ کے حکم کو پورا کریں یہ ہے منشاء خداوندی چنانچہ نماز ایک عبادت ہے لیکن دن میں تین اوقات ایسے رکھے ہیں جس میں اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے کہ ان میں نماز نہیں پڑھنی ہے، روزہ رکھنا عبادت ہے مگر سال میں پانچ دن اللہ تعالیٰ نے ایسے بنائے ہیں جن میں روزہ رکھنا گناہ ہے۔ تو اصل چیز ہے اللہ تعالیٰ کا حکم اس کو کس طرح کرنا ہے لہٰذا نکاح یہ مسلمانوں کی

عبادات کا ایک حصّہ ہے، مسلمانوں کے دین کا ایک حصّہ ہے یہ ایک دینی معاملہ ہے تو جب یہ دینی معاملہ ہے اور ہماری عبادت کا حصّہ ہے تمام انبیاء کرام کا طریقہ ہے تو اس عبادت کو شرعی تقاضوں کے مطابق ادا کرنا چاہئے جو قیل وقال رسم ورواج سے پاک ہو تکلفات سے عاری ہو بوجھ سمجھ کر نہ کیا جائے۔

آپ ﷺ نے فرمایا کہ نکاح مساجد میں منعقد کیا کرو اور آج ہم منعقد کرتے ہیں بڑے بڑے ہوٹلوں میں تاکہ کسی کو پتہ چلے کہ ہم کتنے بڑے لوگ ہیں، اللہ تعالیٰ کے گھر سے بڑی کوئی جگہ نہیں ہے اور پھر نکاح کے موقعہ پر سرکشی کی تمام حدود بھی پار کر جاتے ہیں، کھلم کھلا اللہ رب العزت کی نافرمانی کرتے ہیں اور بڑی دیدہ دلیری کا مظاہرہ کرتے ہیں، اور مزاج ایسا بنا ہوا ہے کہ الامان والحفیظ میں ایک نکاح میں گیا ایک چھوٹا سا بچہ تھا میں نے اس کو کہا کہ دیکھو بیٹا لوگ نکاح میں ڈھول بجاتے ہیں تم ایسا نہ کرنا اس نے کہا کیوں مولوی صاحب ایسا نہیں ہوسکتا ہے میں تو تین ڈھول بجاؤنگا یعنی اس کے دل و دماغ میں ابھی سے یہ بٹھادی گئی ہے۔ اور وہ ابھی سے اپنی برادری کو اپنے رشتہ داروں کو دیکھ رہا ہے کہ نکاح کا مقصد کیا ہے اس میں ڈھول ہونگے اس میں باجے ہونگے اس میں رنگ برنگے سپرہٹ گانے بجیں گے، اس میں ناچا جائے گا اس میں مرد اور عورت کا اختلاط ہوگا اس میں موویاں بنیں گی یہ ہے نکاح، یہ ہے انبیاء علیہم السلام کی سنت کی پیروی، یہ ہے شادی انا للہ وانا الیہ راجعون، اللہ تعالیٰ جب کسی کو بیٹا دیتے ہیں تو وہ کتنا خوش ہوتا ہے اور اس کو کتنی مبارک بادیں ملتی ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو بیٹا دیا اور پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کے سامنے آپ کے بیٹے کو اس جوانی تک پہنچادیا کہ آپ اس کا نکاح کریں اور بیٹوں کا سامنے ہونا یہ اور بڑی نعمت ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَبَنِيْنَ شُهُوْدًا اور بیٹے حاضر

ہیں، جب انسان ان کو دیکھتا ہے تو انسان کو بڑی خوشی ہوتی ہے یہ خوشی والد کو اللہ تعالیٰ نے دی ہے کہ سب سے پہلے آپ کو بیٹا دیا اور پھر وہ آپ کے سامنے بڑا ہوا آپ اس کو دیکھتے ہیں ہر روز اس کو دیکھتے ہیں اور خوش ہوتے رہتے ہیں اور پھر ایک موقعہ آیا کہ آج آپ اس کا نکاح کر رہے ہیں آپ اس کی شادی کی خوشی اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں اللہ تعالیٰ آپ کو یہ ایک اور خوشی دے رہا ہے۔

جب اللہ تعالیٰ نے اتنی نعمتیں دی ہیں تو اس کا جواب نافرمانیوں کے ساتھ دینا ہے؟ پہلے ہم خود اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا جواب سرکشی سے دیتے ہیں پھر کہتے ہیں کہ بیٹا بات نہیں مانتا، کوئی کہتا ہے بہو بات نہیں مانتی، کوئی کہتا ہے میری بیٹی بہت پریشان ہے،

بیٹی والوں کو اللہ تعالیٰ نے بیٹی دی یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت بڑا انعام ہے، حدیث میں آتا ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس کے پاس دو بیٹیاں ہوں وہ ان کے اچھے نام رکھے اور ان کی اچھی تربیت کرے اور ان کا اچھی جگہ نکاح کرے، فرمایا کہ یہ میرے ساتھ جنت میں ایسا قریب ہوگا جیسے یہ دو انگلیاں قریب ہیں، یعنی شہادت والی اور دوسری اس کے ساتھ والی، اللہ تعالیٰ نے آپ کو بیٹی دی آپ نے اس کی تربیت کی نام اچھا رکھا مگر اس انعام کا جواب گناہوں سے نافرمانی سے بغاوت سے دیتے ہیں پھر اس میں اللہ تعالیٰ کی مدد کہاں سے آئے گی، آپ کھانا کھلاؤ اپنے رشتہ داروں کو دوستوں کو اللہ تعالیٰ نے آپ کو حیثیت دی ہے دس کھانے نہیں بیس کھلاؤ مگر شریعت کے دائرے میں رہ کر۔

ہم ایک کافر ملک میں گئے ایک دوست کے بیٹے کی شادی تھی اور وہاں پر ان خرافات کا تصور تک نہیں تھا جو ہم اپنے اس اسلامی ملک میں دیکھتے ہیں، یہ ایک

لادین کافر ملک کی بات کرر ہا ہوں۔ وہاں ایک صاحب نے مجھے کہا کہ مولوی صاحب میری ڈیوٹی آج یہ لگائی ہوئی ہے کہ میں مہمانوں کی رہبری کروں کہ مردوں کا حصّہ کونسا ہے اور عورتوں کا کونسا ہے۔ یاد رکھئے! اگر خوف خدا دل میں ہوتو دارالکفر میں بھی خدائی قانون کا لحاظ رکھنا آسان ہوتا ہے۔

نکاح کو خرافات سے پاک رکھیں:

آج مسلم ملکوں کی حالت زار پر افسوس ہوتا ہے جدی پشتی مسلمان چلے آرہے ہیں لیکن طور طریقے اور رسم ورواج کو دیکھ کر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ماضی قریب میں مسلمان ہوئے ہیں اپنی سابقہ تہذیب کے آثار بھلا نہ پائے اس لئے مرد اور عورتوں کا اختلاط کیا ہوا ہے، اور جب ان کو سمجھائیں تو کہتے ہیں مولوی صاحب آپ ان کو نہ دیکھیں آپ کو کیا کرنا ہے وہ جانے اور ان کا کام جانے تو میرے دوستو اسی سے پھر برے نتائج نکلتے ہیں، پریشانیاں آتی ہیں، جب ہم اللہ تعالیٰ کو ناراض کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں کرتے ہیں تو پھر ہم اور ہماری اولادیں کیسے خوش رہیں گی لہٰذا ان خوشیوں کے موقع پر اللہ تعالیٰ کو نہ بھولا جائے، اس خوشی کے موقعے پر جب کوئی رشتہ دار ناراض ہے تو اس کو بھی راضی کرتے ہیں تاکہ وہ بھی ہماری اس خوشی میں ہمارے ساتھ شریک ہوجائے تو معلوم ہوا کہ خوشی کے موقعہ پر دوستوں اور رشتہ داروں کو منایا جاتا ہے وہ اللہ تعالیٰ جو آپ کے ایک آنسو پر آپ سے راضی ہوجاتا ہے اس کی پروا نہیں ہے رشتہ داروں کو برادری کو دوستوں کو خوش کرتے ہیں مگر اے انسان اللہ تعالیٰ کو خوش کرنا کیا تجھ پر لازم نہیں ہے، سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کو خوش کرو، زندگی کے ہر لمحہ میں اس کو سوچو کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے ناراض نہ ہوجائے، اگر آج ہم اس بات کو سوچیں گے تو بات کبھی بھی گناہ کی طرف نہیں جائے گی، صرف ہمت کی ضرورت ہے، بات کرنے والا ہونا چاہیے، ہر شخص بات سننے

کے لئے تیار ہوتا ہے، مگر ہمارے بات کرنے میں کمی ہوتی ہے۔ اگر حکمت و مصلحت کے ساتھ سنت نبوی کے مطابق اُدۡعُ اِلٰی سَبِیۡلِ رَبِّکَ بِالۡحِکۡمَۃِ وَ الۡمَوۡعِظَۃِ الۡحَسَنَۃِ کے اصولی طریقے کو اپنایا جائے تو بات ضرور اثر کرے گی۔

میرے دوستو!! نکاح پہلے ہمارا دین ہے ہماری عبادت ہے تو اس کا حکم اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں مختلف جگہوں پر ذکر فرمایا ہے جیسے کہ نسل انسانی کو حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا علیہ السلام سے آگے کس طرح چلا ہے اس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَمِنۡ اٰیٰتِہٖۤ اَنۡ خَلَقَ لَکُمۡ مِّنۡ اَنۡفُسِکُمۡ اَزۡوَاجًا لِّتَسۡکُنُوۡۤا اِلَیۡہَا وَ جَعَلَ بَیۡنَکُمۡ مَّوَدَّۃً وَّ رَحۡمَۃً اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوۡمٍ یَّتَفَکَّرُوۡنَ ۝ اور اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا تمہارے لیے تمہارے نفوس میں سے جوڑا تاکہ تم اس کی طرف سکون حاصل کرو اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے درمیان محبت اور مہربانی کو پیدا کیا ہے، بے شک اس میں نشانیاں ہیں اس قوم کے لیے جو اس میں غور وفکر کریں

بہترین عورت (ہمسفر) کے اوصاف:

عن ابی هريرة رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ تنكح المرأة لاربع لمالها ولحسبها ولجمالها ولدينها فاظفر بذات الدين تربت يداك (مشکوٰۃ: ج۲ص ۲۶۷)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں وہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا عورت سے نکاح کیا جاتا ہے چار باتوں کی بنا پر

(۱) مال کی وجہ سے (۲) اس کے خاندانی وجاہت کی وجہ سے (۳) اور اس کے ذاتی حسن کی وجہ سے (۴) اور اس کے دین کی وجہ سے

پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم ترجیح دین کو دیا کرو، تمہارے ہاتھ خاک آلود ہو جائیں اسی طرح ایک اور روایت ہے عن عبداللہ بن عمرو قال قال رسول اللہ ﷺ الدنیا کلھا متاع وخیر متاع الدنیا المرأۃ الصالحۃ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ دنیا ساری کی ساری فائدہ اٹھانے کی چیز ہے اور اس دنیا میں سب سے زیادہ نفع کی چیز انسان کے لیے وہ نیک اور صالح بیوی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا نظام ہے کہ جب سے دنیا آباد ہے نسل انسانی کو آگے بڑھانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے نکاح کا سلسلہ جاری فرمایا ہے نکاح تمام انبیاء کرام کی سنت ہے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا النکاح من سنتی ، فمن رغب عن سنتی فلیس منی کہ جو میری سنت سے اعراض کرے گا وہ مجھ میں سے نہیں ہے البتہ اس کے لیے شریعت نے احکام بیان فرمائے ہیں۔ مثلاً عورت کو حکم ہے کہ وہ اپنے شوہر کی تعظیم کرے اس کا ادب اور احترام کرے اس کو اپنا ملازم نہ سمجھے اسی وجہ سے حدیث میں آتا ہے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نقل کرتی ہیں جناب نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا اگر میں کسی کو اس بات کا حکم دیتا کہ وہ کسی انسان کو سجدہ کرے تو میں بیویوں کو یہ حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہروں کو سجدہ کریں۔ لیکن آپ ﷺ کی شریعت میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے سامنے سر جھکانے کی اجازت نہیں ہے سر صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکایا جائے گا، مگر آپ ﷺ نے مردوں کے اس مقام اور عظمت کو بتانے کے لیے یہ بات ارشاد فرمائی تھی کہ شوہر کا اتنا حق ہے اور پھر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَة اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مردوں کا درجہ عورتوں سے اوپر ہے دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَا اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ

مرد عورتوں سے دو وجہوں سے برتری رکھتے ہیں:

دو وجوہات ذکر فرمائی ایک وجہ تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مرد میں ایسی خداداد صلاحیت رکھی ہے ایسی قابلیت رکھی ہے کہ وہ صلاحیت وہ قابلیت وہ حوصلہ وہ طاقت عورت میں نہیں ہوتی ہے اس لئے اعصاب شکن مشکل کام سارے مرد کے ذمے ہوتے ہیں، اور دوسری وجہ یہ ہے کہ شوہر اپنا مال خرچ کرتا ہے اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ خرچ کرنا یہ شوہر کی ذمہ داری ہے چنانچہ ایک روایت میں آتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ سے پوچھا گیا کہ عورت کا کیا حق ہے اپنے شوہر پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ مرد اپنی عورت کو کھلائے جب وہ خود کھائے اور اس کو پہنائے جب وہ خود پہنے، یہ شوہر کی ذمہ داری ہے، مگر اس کے ساتھ ساتھ شریعت یہ بات بتاتی ہے کہ نکاح کے ذریعے جو عورت مرد کو عطا کی جاتی ہے یہ اس کی بیوی کہلاتی ہے یہ اس کی لونڈی نہیں کہلاتی ہے یہ اس کی ملازمہ نہیں کہلاتی ہے کہ یہ اس کو ملازمہ اور لونڈی کی نظر سے دیکھے اس لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں عورتوں سے متعلق مردوں کو حکم فرمایا ہے۔ **وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ** کہ ان کے ساتھ بہترین رہن سہن اختیار کرو ایسا نہ کرو کہ گھر میں آؤ تو آنکھیں نکالی ہوئی ہوں اور جنگلی درندوں کی طرح غرارہے ہوں یا کوئی بہت ہی بڑا افسر ہو اور آپ اس بات پر بہت خوش ہوتے ہیں کہ میرے سامنے گھر والے بول بھی نہیں سکتے ہیں میرا تو اس قدر بھرم ہے، اس لیے ایک بزرگ نے فرمایا کہ یہ حکم اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے جو اس حکم کو رد کرے تو وہ بہت ہی بڑا بد بخت انسان ہے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم میں بہترین انسان وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے ساتھ اچھا ہو اور میں تم میں سب سے زیادہ اپنے گھر والوں کے ساتھ اچھا ہو۔ یہ نہیں فرمایا کہ جو دوستوں کے ساتھ اچھا ہو اور ان کے ساتھ گپ شپ خوب لگاتا

ہو، بلکہ گھر والوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے والے کو بہترین فرمایا، اور آپ حیران ہونگے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات اٹھے اور بہت ہی آہستہ سے اٹھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آہستہ سے دروازہ کھولا ور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت ہی آہستہ سے دروازے سے باہر نکلے ایسا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیوں کیا ہے اس لیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو بتانا تھا کہ بیوی کے آرام کا خیال رکھنا چاہیے ایسا نہیں ہے کہ آپ رات کو اٹھے اور دروازے کو ادھر ادھر مار رہے ہیں برتن کو زور زور سے ہلا رہے ہیں کہ جی میں تہجد پڑھ رہا ہوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی تہجد کے لیے اٹھتے ہیں تو کسی طریقہ سے اٹھتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے دو عجیب واقعات سن کر آپ حیران ہونگے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ازواج مطہرات کے ساتھ حسن معاشرت:

پہلا واقعہ:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر پہلی وحی نازل ہوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کا ثقل اور اس کی گھبراہٹ طاری تھی اور آپ کو سردی لگ رہی اس پہلی وحی اور اس گھبراہٹ کے موقعہ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور فرمایا کہ مجھے چادر اوڑھاؤ مجھے کمبل اوڑھاؤ اس موقعہ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کسی دوست کے یا اپنے کسی رشتہ دار کے پاس نہیں گئے بلکہ اس عظیم موقعہ پر اپنی زوجہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے ہیں اور وہ بھی ام المؤمنین تھیں اور بڑی بہترین صفات والی تھیں ایسی تسلی آپ کو دی کہ سیرت کی کتابوں میں آج ام المؤمنین کے الفاظ موجود ہیں فرمایا کہ اللہ کی قسم میرے محبوب اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی بھی رسوا نہیں کریں گے آپ تو رشتہ داروں کے ساتھ اچھا سلوک کرتے ہیں بے کسوں کا خیال رکھتے ہیں آپ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں تکلیف اٹھاتے ہیں آپ حق کے لئے مشقتیں اٹھاتے ہیں آپ گھبرائیں مت۔

دوسرا عظیم واقعہ:

آپ ﷺ کی زندگی کا جب آپ ﷺ دنیا سے تشریف لے جا رہے تھے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کے لئے اس وقت نبی اکرم ﷺ کا سر مبارک کہاں تھا ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی گود میں تھا یہ امت کو بتانا تھا کہ یہ بیوی کا حق ہے، بیوی مرد کے مال میں حقدار ہوتی ہے شوہر کے گھر میں حقدار ہوتی ہے شوہر کے گھر میں بیوی جو کھاتی ہے وہ اپنا حق کھاتی ہے خیرات نہیں کھاتی ہے آپ نے اگر کوئی چیز دے دی تو اس کو سب کے سامنے گنوانا شروع کر دیتے ہیں کہ جی میں نے اسکو کپڑے دیئے ہیں میں نے اس کو جوتے دیئے ہیں۔ یہ فلاں چیز میں نے اس کو دی ہے یہ آپ کا حق ہے آپ کو شریعت کہتی ہے آپ کوئی احسان نہیں کر رہے ہیں اس لئے قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ جس طرح تمہارا حق ہے اے مرد اسی طرح ان کا بھی حق ہے اے مرد اگر تو عزت کا طلبگار ہے تو عورت بھی بے عزتی کے لیے نہیں پیدا کی گئی ہے اگر تجھے راحت میں خوشی ہوتی ہے تو عورت بھی تھک جاتی ہے اگر تو جاہ کا طالب ہے تو وہ بھی جاہ کی طالب ہے۔

زوجین کے درمیان الفت:

اللہ تعالیٰ نے اس عورت کو تمہارے نفوس سے پیدا کیا ہے اور فرمایا کہ اس سے سکون حاصل کرو اور اللہ تعالیٰ نے زوجین میں محبت اور مہربانی کو رکھا ہے مفسرین لکھتے ہیں اگر میاں بیوی جوان ہیں تو یہ ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں اور ابن ماجہ کی روایت ہے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ نکاح کرنے والوں کی آپس کی محبت جیسی محبت کہیں بھی نہیں دیکھی گئی ہے یہ نکاح کی برکت ہوتی ہے جوانی میں محبت ہے اور

جب بڑھاپا آجاتا ہے تو اس وقت رحمت ہے پھر بوڑھی والدہ بیٹوں سے کہتی ہے ابا کا خیال رکھو ابا اب بوڑھے ہو گئے ہیں، اور جب عورت بوڑھی ہو جائے تو شوہر بچوں سے کہتا ہے اپنی اماں کا خیال رکھنا اب اماں تمہاری بوڑھی ہو گئی ہے لہٰذا جہاں عورت کو اتنی عظمت اور مرتبہ دیا جائے گا وہاں کیا عورت کا دماغ خراب ہے کہ وہ لڑائی کرے گی اس گھر کو اجاڑے گی جب شوہر اس کے حقوق کو ادا کرے گا اس کے ساتھ اچھا سلوک کرے گا تو پھر وہ اس گھر سے کبھی بھی نہیں جائے گی آج مرد کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مرد کو مرتبہ دیا ہے عورتوں پر اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ آپ کوئی بہت بڑے افسر بن گئے ہیں یہ سارے آپ کے ملازم ہیں، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس سے پہلے آپ خود سے اپنا انتظام کر کے کھاتے تھے، اب آپ کو کھلانا پڑے گا، اس سے پہلے آپ تنہا رہتے تھے اب آپ کا کسی کو خیال رکھنا پڑیگا، ایک زندگی چلے گی ایک نظام چلے گا اس نظام کو چلانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ مرد تمہارا امیر ہوگا جیسے آپ کبھی تبلیغی جماعت میں گئے ہوں تو اس میں ایک امیر صاحب ہوتے ہیں۔ جو ساری جماعت کو جوڑ کر چلاتے ہیں اب امیر صاحب کا کام یہ نہیں ہوتا ہے کہ وہ ڈنڈا اٹھائے اور مارنا شروع کر دے بلکہ نظام کو اور گھر کو ایک ترتیب سے چلانا ہے یہ کام امیر صاحب کا ہے اب اس امیر اور شوہر پر ہے کہ وہ کس انداز سے اس نظام کو چلاتا ہے، اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ تم میں سب سے بہترین وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے ساتھ اچھا اخلاق رکھنے والا ہو اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

باعمل زندگی گزارنے کیلئے عمدہ اعمال

باعمل زندگی گزارنے کیلئے عمدہ اعمال

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا وَاِنَّ اللّٰہَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ ○ (الایۃ)

میرے محترم دوستو اور بزرگو!!

میں نے آپ حضرات کے سامنے سورۃ العنکبوت کی آخری آیت تلاوت کی اللہ تعالیٰ کا ارشاد مبارک ہے وہ لوگ جو ہمارے راستہ میں کوشش کریں گے تو ہم ان پر ھدایت کے راستے کھولتے جاتے ہیں اور بے شک اللہ نیکوکاروں کے ساتھ ہیں، ایک ہے کسی چیز کو چاہنا اور دوسرا ہے اس چاہت کے لیے کچھ کرنا مثلاً میں چاہتا ہوں کہ میں عمرے کے لیے چلا جاؤں مگر اسباب کے درجہ میں کچھ بھی نہیں کرتا نہ میں پاسپورٹ بناتا ہوں اور نہ ہی میں پیسے جمع کرتا ہوں نہ عمرہ دفتر والوں سے رابطہ کرتا ہوں بس صرف

ایک چاہت ہے، دنیا کے دھندوں میں لگا رہوں شاید کے کسی وقت بٹن دبا کر عمرے کے لیے چلا جاؤں، اور دوسرا میں اس کے لیے کوشش کرر ہا ہوں پیسے جمع کرتا ہوں پاسپورٹ بناتا ہوں ہر قسم کا وہ کام کرتا ہوں جس کی اس سفر میں ضرورت ہے اسی طرح مجھے ایک اچھی نوکری کی ضرورت ہے مگر گھر میں بیٹھا ہوا ہوں شاید کہ کوئی کمپنی کا مالک آجائے کہ جی آپ ہماری کمپنی میں آجائیں آپ کے لئے جگہ خالی ہے ایسا کبھی بھی نہیں ہوتا اس چاہت کے ساتھ کچھ کرنا پڑتا ہے اسباب کے درجے میں اپنے دائرہ کار میں اس کو اختیار کرتا ہے پھر اللہ تعالیٰ کی مدد آتی ہے اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰہَ یَنْصُرْکُمْ قدم اٹھاؤ گے تو کچھ ملے گا کوشش کرو گے تو منزل کو پاؤ گے، ورنہ کیا ضرورت تھی حضرات انبیاء کرام کو اتنا جہد مسلسل اور اتنی قربانیاں دینے کی اتنے مجاہدے اور اتنی کوششیں کرنے کی۔ بھائی جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دینی ہے وہ دے دے گا میری کوشش کرنے کا کیا فائدہ ہے اور عام طور پر آج یہی کہا جاتا ہے مگر کمال یہ ہے کہ لوگوں کا یہ اصول صرف اللہ تعالیٰ کے دین کے لئے ہے اپنی دنیا کے لئے اپنے کاروبار کے لئے اپنی سیاست اور وزارت کے لئے اپنی نوکری کے لئے نہیں ہے۔ خالص دنیا دار گھر گھر جاتا ہے دنیا حاصل کرنے کے لئے اور ایک دیندار شخص گھر گھر جارہا ہے نبی علیہ السلام کی محنت کو زندہ کرنے کے لیے وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا اور وہ جو کوشش کرے گا تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ کوشش کے بعد ہماری مدد آئے گی جب تم قدم اٹھاؤ گے اللہ تعالیٰ پر مکمل یقین کر کے تو پھر دیکھو اللہ تعالیٰ کیسے رحمت کے دروازے کھولتا ہے، جب ہمارا یقین پختہ ہو اور عمل درست ہو تو انسان کو اللہ تعالیٰ کی مدد حاصل ہوتی ہے چار چیزیں ہم نے اپنے بزرگوں سے سنی ہیں کہ جو بھی انسان ان چار چیزوں پر عمل کرے گا تو وہ باعمل انسان کہلائے گا یعنی یہ اس روٹ پر آجائے گا جس پر چل کر انسان باعمل بنتا ہے

باکردار بنتا ہے عمل اور کردار کے بغیر انسان کی کوئی حیثیت نہیں ہے جب اس کی کوئی کارکردگی نہ ہوتو وہ ترقی نہیں کرسکتا ترقی تب ہی ہوتی ہے جب انسان اپنے مالک کو یا اپنے ادارے کوکوئی کارکردگی دیکھاتا ہے، اگر انسان بہت ہی خوبصورہو بڑاہی جوان ہو تو کام کاج نہ ہوتو ادارے اور دفتر والے کہتے ہیں کہ اگر کام کانہیں ہے تواس کی جوانی اوراس کی خوبصورتی کس کام آئے گی اور کوئی فائدہ بھی نہیں ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کے ہاں ایمان اور عمل کی کارکردگی چاہیے۔

باعمل بننے کے چاراہم نسخے:

اسی وجہ سے آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ تمہاری شکلوں کواور تمہارے مالوں کونہیں دیکھتا ہے بلکہ وہ تمہارے دلوں کواور تمہارے اعمال کو دیکھتا ہے تمہاری نیت کیسی ہے اور تمہارے بدن سے نکلنے والے اعمال کیسے ہیں توبات میں کرر ہاتھا کہ بزرگوں نے ایک نصاب بنایا ہے کہ چارکام ایسے ہیں کہ اگر بندہ ان کواپنا۔ لےتو وہ باعمل بننے کی طرف چل پڑے گا(۱) پہلا کام یہ ہے کہ کسی کوسلام کرنا یعنی سلام پھیلانا (۲) ہراچھےکام سے پہلے بسم اللہ کو پڑھنا (۳) سیدھے ہاتھ سے ہراچھا کام کرنا (۴) باوضورہنا۔ یہ ایک نسخہ ہے۔

پہلانسخہ کثرت سلام:

پہلا کام آپ ﷺ نے فرمایا کہ جنت میں نہیں جاسکتے ہو جب تک تم مومن نہ بن جاؤ اور تم مومن نہیں بن سکتے جب تک تم آپس میں پیار نہ کرواور آپس میں پیار کو پیدا کرنے کانسخہ کیا ہے وہ ہے آپس میں ایک دوسرے کوسلام کرنا السلام علیکم ورحمة الله وبركاته یہ محبّت کانسخہ اکسیر ہے ہم مسجد سے یاباہر کسی بھی جگہ سے واپس گھر جائیں تو سلام کرتے ہیں بیگم صاحبہ ہو یا والدین ہوں دیکھو وہ کیسے خوش ہوتے ہیں اور جو بھی آپ کے سامنے آئے اس کوسلام کرو اس سے محبّت بڑھے گی

انسان لالچی ہے کہتا ہے محبت تو بڑھے گی لیکن میرے اکاؤنٹ میں کیا آئے گا تو فرمایا کہ السلام علیکم سے دس نیکیاں ملیں گی اور اگر کہا جاتا کہ دس روپے ملیں گے تو پھر سارے صبح سے شام تک سلام ہی سلام کرتے رہتے شام تک کم از کم ایک ہزار روپے تو آ ہی جائیں گے اسی طرح اگر و رحمة الله کہا تو بیس نیکیاں ملیں گی اور و برکاته کہا تو اس پر تیس نیکیاں ملیں گی ایک ساتھی کو میں نے بتایا کہ السلام علیکم و رحمة الله و برکاته پر تیس نیکیاں ملتی ہیں تو وہ کہنے لگا کہ میں شادی پر گیا ایک رشتہ دار کی شادی تھی میں استقبالیہ میں کھڑا ہو گیا جو بھی آتا ہے اس کو کہتا تھا السلام علیکم ورحمة اللہ اس نے کہا کہ پندرہ بیس آدمیوں کو سلام کر کے میں جا کر اندھیرے میں بیٹھ گیا کہ چلو میں نے دو چار سو نیکیاں کمالی ہیں عمل اسی کا نام ہے سنتے ہی عمل شروع ہو جائے ،اصل بات ہے کہ یہ آپ ﷺ کی سنت ہے کہ اس پر میرا اللہ تعالیٰ مجھ سے خوش ہوگا کہ یہ میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو زندہ کر رہا ہے یہ عادت مجھے باعمل بنائے گی یعنی ہر وقت میرے ذہن اور دل میں یہ بات ہے کہ میں نے آپ ﷺ کی سنت کو زندہ کرنا ہے میں نے مخلوق خدا کے ساتھ محبت کا ماحول بنانا ہے گھر میں بھی دفتر میں بھی جاننے والوں میں بھی اور اجنبی لوگوں میں بھی پڑوس میں بھی غرض ہر جگہ میں اپنے نبی ﷺ کو زندہ کرنا ہے۔

دوسرا نسخہ عمل میں اللہ کا نام لینا:

یہ ہے کہ ہر اچھے کام کے آغاز میں اللہ کے مبارک نام سے شروع کرتا ہوں یہ بسم اللہ کتنا طاقت وار جملہ ہے کتنا بابرکت جملہ ہے اللہ تعالیٰ کو کتنا پسند ہے اس کا اندازہ ہم اس سے لگا سکتے ہیں قرآن پاک کی ایک سو چودہ سورتیں ہیں سوائے سورۃ التوبہ کے باقی تمام سورتوں کی ابتداء میں بسم اللہ موجود ہے تو گویا کل ایک سو چودہ بسم اللہ ہیں اس وجہ

سے کہ سورۃ النمل میں دو دفعہ آیا ہے، یہ گزشتہ انبیاء کرام کو اور گزشتہ قوموں کو بھی دیا گیا اسی لئے حضرت نوح علیہ السلام جب اپنے کشتی میں بیٹھ رہے تھے تو اس وقت کیا پڑھا ہے وَقَالَ ارْكَبُوا فِيهَا بِسْمِ اللهِ مَجْرٖهَا وَمُرْسٰهَا میرے اللہ کے نام سے ہی اس کا چلنا ہے اور رکنا ہے حضرت سلیمان علیہ السلام نے ملکہ صباء کو جب خط لکھا تو اس میں حضرت نے لکھا وَ اِنَّهٗ مِنْ سُلَيْمٰنَ وَاِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ یہ بسم اللہ ایک ایسا جملہ ہے جو بندے کو اپنے رب سے جوڑ دیتا ہے ایسا پیارا جملہ ہے کہ ہر مومن اپنے کام کی ابتداء میں کہتا ہے۔ بسم اللہ تو اس کے دماغ اور دل کی کیفیت پر وقت اللہ تعالیٰ کی ذات سے جوڑ جاتی ہے، غرض پانی پیتا ہے کپڑے پہنتا ہے مسجد میں داخل ہوتا ہے تو وہ بسم اللہ پڑھتا ہے ہر کام کا آغاز کتنا پیارا ہو جائے گا ہر کام کتنا مبارک ہو جائے گا۔ اور ہر کام کتنا نتیجہ خیز ہو جائے گا۔ اب میں صبح سے شام کتنے کام کرتا ہوں تو اگر میں ہر کام کو اللہ تعالیٰ کے مبارک نام سے جوڑ دوں تو پھر اللہ تعالیٰ کو کتنا پیار آئے گا۔

یہ ہے پیار کی بات ہمیں جس سے محبت ہوتی ہے تو اگر اس کی کوئی بات کرتا ہے تو ہمیں کتنا لطف آتا ہے ہم بھی اس کو شروع کر دیتے ہیں اس وجہ سے کہ ہمیں اس سے پیار ہے بار بار اس کا نام لیتے ہیں ایسے ہی جب میں اپنے ہر کام میں اللہ تعالیٰ کا پیارا نام لونگا بسم اللہ تو پھر میرا اللہ تعالیٰ کتنا خوش ہوگا؟ اور جب اللہ تعالیٰ خوش ہونگے تو پھر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں مجھ پر بارش کی طرح برسیں گی، اس لئے فرمایا آپ ﷺ نے ہر اچھے کام کو اگر تم بغیر بسم اللہ کے شروع کرو گے تو وہ نامکمل ہوگا نا تمام ہوگا آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب بندہ بسم اللہ سے کھانا شروع کرتا ہے۔ بسم اللہ سے گھر کا دروازہ بند کرتا ہے۔ بسم اللہ سے پانی پیتا ہے تو شیطان کہتا ہے کہ چلو یہاں ہمارے لئے نہ کھانا ہے نہ پینا ہے نہ ہی اس گھر میں ہمارے لئے جگہ ہے یہ تو کھانے میں پینے میں گھر میں

سارے بسم اللہ پڑھتے ہیں تو اب ہم پر شیطان کے حملوں کے سارے بند ہو گئے ہیں تو ہمارے قرب و جوار کے تمام راستے بند پا کر شیطان بھاگ جاتا ہے جب شیطان نکلے گا یا اس جیسی منحوس چیز بھاگے گی تو فرشتوں جیسی پاکیزہ مخلوق ہمارے گھروں میں آئے گی اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور برکتیں آئیں گی یہ اس پاکیزہ کلام کی وجہ سے آئی ہیں اور اگر اس سے پیارہ جملہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ قرآن پاک کا آغاز اس سے کرتے اور آپ جانتے ہیں کہ قرآن پاک کی پہلی وحی جو آئی ہے اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّکَ پڑھو اپنے رب کے نام سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان چھ سو سال کا وقفہ تھا ان چھ سو سالوں کے بعد وحی آئی تو اس کا پہلا قطرہ یہی تھا کہ پڑھو اپنے رب کے نام سے تو انسان کے باعمل بننے کے لیے کہ انسان باعمل ہو، انسان کی زندگی اعمال سے آراستہ ہو انسانی زندگی محنت سے آراستہ ہو جہد سے آراستہ ہو اس کا پہلا نسخہ سلام کو پھیلاؤ، اس کا دوسرا نسخہ ہر اچھے کام کی ابتداء میں بسم اللہ پڑھو۔

حضرت ڈاکٹر عبدالحیٔ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ پانی پینا ہماری ضرورت ہے مگر ایک منٹ سے بھی کم وقت لگے گا، رک جائیں اور بسم اللہ پڑھ لیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق پئیں آپ کی ضرورت بھی پوری ہوگی اور ثواب بھی مل گیا اسی طرح کھانا کھانا ہے تو تھوڑی دیر رک جائیں دیکھیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیسے کھانا کھاتے تھے آپ کی ضرورت بھی پوری ہوگئی اور ثواب بھی مل گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت بھی زندہ ہوگئی اسی طرح ہر کام میں جب ہم یہ بسم اللہ پڑھیں گے تو اس کے فائدے بھی ملیں گے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت بھی زندہ ہوتی رہے گی۔

تیسرا نسخہ: ہر کام داہنے ہاتھ سے شروع کیا جائے:

ہر اچھے اور جائز کام کو دائیں ہاتھ سے شروع کرو دائیں جانب اور دائیں رخ

کو اللہ تعالیٰ نے پسند فرمایا ہے اور اللہ تعالیٰ نے جنّت والوں کو اصحٰب الیمین کہا یعنی دائیں جانب والے اور ہر اچھے کام کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے صحیح مسلم میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر اپنے کام کو دائیں جانب شروع کرنا بڑا پسند تھا یہاں تک کہ آپ جوتا پہنتے ہوئے بھی دائیں پاؤں کے جوتے کو پہلے پہنتے تھے اور اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کنگھی فرماتے تھے تو وہ بھی رائیں جانب سے شروع کرتے تھے اور اگر آپ پاکی اختیار کرتے تھے تو پہلے سیدھا ہاتھ دھوتے تھے پہلے سیدھا پاؤں دھوتے تھے تو معلوم ہوا کہ دائیں جانب کو اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت زیادہ پسند فرمایا ہے اسی طرح پہلی صف کو دوسری صف کے پر بہت فضیلت حاصل ہے مگر پہلی صف کے دائیں جانب کی فضیلت زیاہ ہے اسی طرح دوسری صف میں بھی دائیں جانب کو زیادہ فضیلت حاصل ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنی مجلس میں دائیں جانب کا اتنا اہتمام فرماتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک مجلس میں دودھ کا پیالہ پیش کیا گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو نوش فرمایا اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بائیں جانب حضرت ابوبکر صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حضرت عمرؓ تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دائیں جانب ایک نوجوان تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اشارہ فرمایا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دیجیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نوجوان سے پوچھا کہ اجازت ہے اس نے جواب دیا کہ نہیں اس نے کہا کہ آج میری قسمت جاگی ہے، اور میں اس میں بھی اجازت دے دوں ایسے مواقع کو میں کیسے ضائع کردوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ دودھ کا پیالہ اس کے ہاتھ پر رکھ دیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم دائیں جانب کا اتنا خیال رکھتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے جنّت والوں کو بھی دائیں جانب والے اَصْحٰبُ الْیَمِیْنِ ۝ فرمایا ہے۔ وَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ۝ فَسَلٰمٌ لَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ۝ فرمایا کہ اگر آپ دائیں جانب والوں میں سے ہو پس تجھے اللہ تعالیٰ کا سلام ہو کہ آپ دائیں جانب والوں میں سے ہو یعنی اگر آپ ان

اعمال کواوران اچھائیوں کواختیار کرر ہے ہو جو جنتی لوگوں کے ہیں تو اللہ تعالیٰ کا آپ کو سلام ہے تو معلوم ہوا کہ تیسرا وہ عمل جو انسان کو چارج رکھے اپنے روزانہ کے معمولات میں اس بات کا اہتمام کرنا ہے میں نے ہر اچھے اور ہر جائز کام کو اپنی دائیں جانب سے کرنا ہے یہ میرے نبی ﷺ کی سنت ہے تو میرے ہر عمل میں برکت بڑھ جائے گی، یعنی ہر کام کے شروع کرتے وقت میرا دل اور دماغ اس بات کا خیال رکھیں کہ میں نے نبی ﷺ کی سنت کے مطابق کام کرنا ہے مسجد جانا ہے تو پہلے سیدھا پاؤں اندر رکھنا ہے باہر نکلنا ہے تو پہلے بائیں پاؤں نکالنا ہے اسی طرح باتھ روم جانا ہے تو پہلے بائیں پاؤں اندر رکھنا کپڑے پہنتے وقت پہلے دایاں بازو اندر ڈالنا ہے غرض سارے کام اگر میں سنت کے مطابق اور دائیں طرف سے شروع کرونگا تو میرا کام بھی ہو جائے گا اور سنت رسول پر عمل بھی ہو جائے گا اسی کو کہتے ہیں شریعت کو طبیعت بنانا۔

اللہ تعالیٰ سورۃ الحج میں فرماتے ہیں:

فَاِذَا قَضَيْتُمْ مَّنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ
كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا

جب تم حج سے فارغ ہو جاتے ہیں یعنی عرفات مزدلفہ کا وقوف بھی ہو گیا اور دس ذوالحجہ کو رمی بھی کر دی قربانی بھی کر دی طواف زیارت بھی کر دیا جب سارے کاموں سے فارغ ہو گئے تو آ کر آپ منا میں رہیں گے اس لئے کہ اب آپ نے رمی کے وقت رمی کرنی ہے باقی آپ نے اپنی نمازیں پڑھنی ہیں۔اب زمانہ اسلام سے قبل عرب جب حج سے فارغ ہوتے تھے تو وہ اپنے باپ دادا کے مفاخر بیان کرتے تھے کہ دیکھو بھائی ہمارا قبیلہ ایسا ہے ہمارا دادا ایسا تھا یعنی ان کے دنیا کے تذکرے کرتے تھے اور اس کے لیے بڑی بڑی محفلیں لگتی تھیں اب جب اسلام آیا تو اسلام نے کہا کہ جب تم حج سے فارغ ہو جاؤ تو اب تم اللہ تعالیٰ کو یاد کرو تم اللہ تعالیٰ کے تذکرے

کرو اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرو تم اللہ تعالیٰ کی توحید بیان کرو اور کہا کَذِکْرِکُمْ اٰبَاءَ کُمْ ایسے یاد کرو جیسے تم اپنے باپ دادا کو یاد کرتے تھے اس کا کیا مطلب؟ کہاں اللہ تعالیٰ، اور کہاں میرے باپ دادا، کہاں اللہ تعالیٰ کی عظیم ذات، اور کہاں میرا خاندان اس میں تو جوڑ ہی نہیں ہے تو وہاں آپ کو تفسیروں میں ملے گا اللہ تعالیٰ جو یہاں بات بتانا چاہتے ہیں دراصل وہ یہ ہے کہ جیسے انسان اپنی قوم اپنے بزرگوں کی بڑائی سے اس کی طبیعت میں فرحت آتی ہے اس کو خوشی ہو جاتی ہے ہر کوئی چاہتا ہے کہ میرے آباؤ اجداد کے مفاخر ذکر کئے جائیں یہ انسانی طبیعت ہے جیسے ایک باپ کے سامنے اس کے بیٹے کا ذکر ہو اس کی تعریف ہو تو وہ باپ خوش ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جیسے تمہیں اپنے آباؤ اجداد کے ذکر سے خوشی ہوتی ہے اسی طرح تمہیں اللہ تعالیٰ کے ذکر سے اللہ تعالیٰ کی بڑائی سے تمہیں خوشی ہونی چاہیے اور شریعت تمہاری طبیعت بن جائے اللہ تعالیٰ کا ذکر ہو اور تمہارا دل خوش ہو جائے تو جب مومن ہر روز پنے روزمرہ کے کاموں کو دائیں اور بائیں کا خیال رکھ کر کرے گا تو اس کے کاموں میں پھر اللہ تعالیٰ برکت ڈالیں گے۔

چوتھا نسخہ: پاکی کا اہتمام:

وہ ہے پاکی کا اہتمام کرنا کہ انسان اپنے آپ کو پاک رکھنے کی کوشش کرے یہ جو پاکی ہے مسلمان اور اسلام کا امتیاز ہے۔ صفائی کے ساتھ پاکی کا بھی اہتمام کریں اور یہ جو پاکی ہے یہ ایک رنگ ہے صبغۃ اللہ اللہ تعالیٰ کا رنگ یعنی اس رنگ کو جب آپ اپنے اوپر ڈالتے ہیں تو اس کی کیفیت ہی کچھ اور ہوتی ہے اور اس کی مثال میں آپ کو دوں آپ سب جانتے ہیں جب ہم صبح اٹھے اور ہم ایسے ہی برش کر کے چہرہ دھو کر چلے گئے دفتر میں یا کام کرنے کے لیے اور ایک یہ کہ ہم صبح اٹھے ہم نے اچھی طرح استنجاء کیا اپنے آپ کو خوب اچھی طرح صاف کیا اور پھر وضو کیا غسل کیا مسواک کی پاک کپڑے

پہنے اپنی نماز ادا کی اور اپنے معاملات میں نکل گئے اور ایک یہ کہ آپ ان تمام پاکیوں کو چھوڑ دو صرف کاٹن کا اچھا سا کلف کیا ہوا جوڑا پہن لو اور نہ وضو کیا نہ مسواک کی نہ ہی غسل کیا تو اس دن واپس آ کر اپنا نتیجہ دیکھو کہ وہ دن آپ کا کیسا تھا اسی طرح آپ صحیح طریقہ سے وضو کرو غسل کرو مسواک کرو نماز پڑھو واپس آ کر اپنا نتیجہ دیکھو کہ وہ کیسا ہوگا اسلام کی تعلیم تو پاکی میں اس درجہ کی ہے جو دنیا میں کسی قوم کے پاس نہیں ہے۔

لیکن افسوس میری بدعملی نے اور میرے غلط طریقوں نے اسلام کی صورت دنیا کے سامنے کچھ اور پیش کردی ہے ورنہ اسلام تو اتنا پاکی کا حکم دیتا ہے کہ دنیا کا کوئی مذہب اتنا حکم نہیں دیتا آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو آدمی جمعہ کے دن آیا کرے وہ غسل کرکے آیا کرے ہر نماز کے وقت میں اسلام نے ہمیں وضو کا پابند کیا استنجاء کا پابند کیا آپ ﷺ مسواک کا کتنا اہتمام کرتے تھے کہ نیند سے اٹھتے ہی ہمارے نبی ﷺ کا سب سے پہلا کام مسواک کرنا ہوتا تھا رات کو سوتے تو آخری کام مسواک کرتے تھے اور دنیا سے جاتے وقت آخری عمل جو کیا تھا وہ مسواک کرنا تھا ہمارے نبی ﷺ کا معمول یہ تھا کہ جب بھی آپ ﷺ استنجاء فرماتے تھے تو فوراً وضو فرماتے تھے اور اپنے آپ کو پاک رکھتے تھے جب بھی غسل کی حاجت ہوتی تھی فوراً غسل کرتے تھے اللہ تعالیٰ نے سورۃ التوبہ میں فرمایا فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ اَنْ يَتَطَهَّرُوْا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ O اس میں کچھ لوگ ہیں جو بڑے پاک رہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان سے محبت کرتے ہیں یہ جو قباء میں رہتے ہیں اور پاکی کو زیادہ پسند کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ایسی پاکی اختیار کرنے والوں سے محبت کرتے ہیں اب جب یہ آیت نازل ہوئی تو آپ ﷺ مسجد نبوی سے اٹھے اور قبا بستی کی طرف تشریف لے گئے کہ میں ان سے پوچھو کہ کیسی پاکی اختیار کرتے ہو کہ تمہاری تعریف اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمائی ہے جب آپ ﷺ نے ان سے پوچھا تو انہوں

نے جواب دیا کہ ہم جب بھی باتھ روم جاتے ہیں تو پہلے ڈھیلوں کو استعمال کرتے ہیں اپنے پیشاب کو خوب سکھاتے ہیں اس کے بعد پانی سے دھوتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا بس یہ جو تمہارا عمل ہے یہ اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے یعنی وہ اپنے آپ کو اس گندگی سے کتنا بچاتے تھے اور آج کتنے ہی مسلمان ہیں جو استنجاء ہی نہیں کرتے جنازہ ہو رہا ہوگا آپ کہو کہ آؤ بھائی نماز جنازہ پڑھ لو کہتے ہیں کہ کپڑے ناپاک ہیں کیا مطلب اس سے معلوم ہوا کہ وہ استنجاء ہی نہیں کرتے ہیں اور یاد رکھیں انسان کے بدن سے جتنی بھی گندگیاں نکلتی ہیں ان سب سے گندی چیز وہ پیشاب ہے۔

آپ ﷺ مدینہ منورہ کے قبرستان میں جارہے تھے وہاں دو قبریں تھیں آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان دو قبر والوں کو عذاب ہو رہا ہے، ایک کو چغلی کی وجہ سے اور دوسرے کو پیشاب کے قطروں سے نہ بچنے کی وجہ سے یعنی جو آدمی اپنے آپ کو ان چیزوں سے نہیں بچاتا تو اس سے اللہ تعالیٰ سخت ناراض ہوتے ہیں آپ نے پیشاب کیا اور اس کو خشک نہیں کیا اتنی گندگی طبیعت ہے آپ کی ادھر تو اتنی صفائی کا خیال ہے کہ چمچ سے اور کانٹے سے کھا رہے ہو اور کہتے ہو کہ جراثیم آجاتے ہیں، اور ادھر اتنے بڑے جراثیم پیشاب کو تم پال رہے ہو۔

تو چوتھی چیز اپنے آپ کو پاک رکھو اس سے انسان کے دل دماغ میں پاکی آتی ہے اس سے انسان کی طبیعت عبادات کی طرف مائل ہو جاتی ہے اور انسان کے رزق میں وسعت آتی ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے فتوحات کے راستے کھولتے ہیں اس کے کام آسان ہوتے ہیں، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ وضو کی پابندی مومن کے سوا اور کوئی نہیں کر سکتا ہے آپ اس کا تجربہ کرلیں آپ گھر سے وضو کر کے نکلیں پھر دیکھیں آپ کے کام کیسے آسان ہو جاتے ہیں تو پاکی کے اندر سب سے پہلی چیز ہے آپ کا استنجاء ٹھیک اور صاف ہونا چاہیے اور پاکی کی دوسری چیز ہے وضو کرنا اور پاکی کی تیسری

چیز ہے غسل کرنا اور پاکی کی چوتھی چیز ہے مسواک کرنا، اگر میرا استنجاء ٹھیک میرا وضو ٹھیک میرا غسل ٹھیک، میری مسواک پوری تو میں نے اپنے آپ کو ان تمام پاکیوں سے پاک کرلیا اور اللہ کے رنگ میں رنگ دیا جس کو اللہ تعالیٰ نے صبغۃ اللہ کہا ہے۔ اس لیے کہ وضو کا حکم قرآن کریم میں ہے سورۃ مائدہ رکوع نمبر دو کی پہلی آیت یَـا اَیُّھَـا الَّـذِیۡـنَ اٰمَنُوۡا اِذَا قُمۡتُمۡ اِلَی الصَّلٰوۃِ فَاغۡسِلُوۡا وُجُوۡھَکُمۡ اس آیت کو مفسرین آیت الوضو کہتے ہیں، تو میرے دوستو جوان چار باتوں پر عمل کرے گا اس کیلئے دین کی شاہراہ پر چلنا آسان ہو جائے گا۔

عبادت میں آداب کا لحاظ رکھنا ضروری ہے:

(۱) سلام کو پھیلاؤ (۲) ہر جائز کام کی ابتداء میں بسم اللہ کو پڑھو (۳) ہر اچھے کام کو دائیں جانب سے کرو (۴) اور ہر وقت پاک صاف رہنے کی کوشش کرو۔

یہ چار چیزیں آداب ہیں بزرگوں سے سنا ہے کہ اپنے عمل کو نمک بناؤ اور ادب کو آٹا بناؤ عمل تھوڑا مگر ادب زیادہ ہونا چاہئے اہتمام زیادہ ہونا چاہیے آپ نے دو رکعت نفل پڑھے مگر اتنے اہتمام سے اور محبّت سے پڑھے کہ وہ مزا آ گیا آپ نے اللہ تعالیٰ کو خوش کر دیا اور وہ آپ سے خوش ہو گیا اس کے برخلاف اگر میں نے دو نفل نہیں بلکہ دو سو پڑھے۔ مگر صرف اور صرف اللہ اکبر اللہ اکبر ہی کہتا رہا نہ رکوع کا پتہ نہ سجدہ کا پتہ ہے کیا فائدہ ہے اسی نفلی نماز کا اس سے وہ دو نفل ہزار ہا درجہ بہتر ہیں ان چار اعمال کو یاد کرنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ ان کو خوب پھیلاؤ، جب یہ چار اعمال ہم کرلیں گے تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے لیے اپنے دین کے راستوں کو آسان کر دیں گے اور ہمارا دین پر چلنا اور زیادہ آسان ہو جائے گا۔ اللہ رب العزت ہمیں صحیح معنوں میں، دین کی سمجھ دے اور اس پر اچھے طریقے سے چلنے والا بنا دے۔

وما علینا الا البلاغ